اوم تت ست

وقت گزران عمر گزر جاتا ہے ✤ انسان آتا ہے آکے مر جاتا ہے

ہے زندۂ جاوید وہی نیک انجام ✤ جو آن کے کچھ کام بھی کر جاتا ہے

مہاراج تلسی داس جی کی شاعرانہ خصوصیتوں

[illegible] بھگتی کا فوٹو اردو نظم میں

معروف بہ

رامائن مہر

از تصنیفات

منشی سورج نراین مہر دہلوی

١٩١٤ء

مطبوعہ سادھو پریس وشنپوری دہلی پرنٹر و پبلشر منشی سورج نراین مہر

[illegible]

مہاتما تلسی داس جی کی شاعرانہ

خصوصیتوں اور دلی جذبوں کا فوٹو اردو نظم میں

مسمّی بہ

رامائن مہر

[illegible]

منشی سورج نراین مہر دہلوی

سنہ ۱۹۱۳ء

مطبوعہ سادھو پریس وشیشور دہلی

اوم تت ست

فہرست مضامین

او م تت ست

تمہیدی مضمون

سنسکرت علم ادب میں دو کتابیں آج نہیں بلکہ صدیوں سے نہایت ہر دل عزیز ہیں - ان میں سے ایک مہابھارت ہے اور دوسری رامائن - انہیں کتابیں نہ سمجھو بلکہ بیش بہا علمی خزانے ہیں جن میں روایات کا ذخیرہ ہے - تاریخی وقعات کا دفینہ ہے - شاعری کا دلکش مذاق ہے - اخلاق اور طریق معاشرت سے بحث ہے - دھرم ہے - گیان بھگتی یوگ اور کرم ہے - غرض دنیا وعقبےٰ دونوں کی بہتری کے سامان موجود ہیں - اور پھر یہ سب باتیں اس دلکش پیرایے میں دی گئی ہیں کہ طبیعت بے اختیار انکی طرف کھنچتی ہے جس شخص نے ان میں سے کوئی کتاب اوّل ہی اوّل پڑھی ہے اسے محسوس ہوا ہے یہ ہوا ہے کہ میں نئی دنیا میں آگیا - کیا اچھوتے خیال ہیں - کیا جدّت اور پُر گوئی ہے - کیا من بھاتے مضامین ہیں کہ پڑھئے اور پھر پڑھئے مگر سیری ہے کہ نہیں ہوتی ۔

یہی دلکشی اور دلپسندی ہے جسنے ہر زمانے کے سنسکرت اور ہندی مُصنفوں شاعروں اور ناٹک نویسوں کو ان کتابوں کی طرف کھینچا ہے - سنسکرت اور ہندی لٹریچر کو نگاہ عمق سے دیکھئے تو کیا نظم اور کیا نثر دونوں میں جتنی کتابوں کو شرف قبولیت حاصل ہوا ہے انمیں سے زیادہ تر وہ نکلینگی جن کا مضمون کسی نہ کسی پیرایہ میں یا تو مہابھارت سے لیا گیا ہے یا رامائن سے - یہ زمانہ قدیم ہی میں نہیں ہوا بلکہ آج

بلکہ زمانۂ جدید میں کیا اب بھی ہو رہا ہے۔ میں فی الحال مہا بھارت سے قطع نظر کرتا ہوں اور چونکہ یہ راماین کا دیباچہ ہے۔ رامائن ہی کا ذکر چھیڑتا ہوں ÷

سب سے قدیم رامائن والمیکی مہاراج کی مشہور ہے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے اور اس میں رام چندر جی کی کتھا دی ہوئی ہے۔ والمیکی رشی شری رام چندر کو وشنو بھگوان کا اوتار اور مریادا پرشوتم بتاتے ہیں یعنی ایسا اوتار جسنے دنیا میں اصول اخلاق و معاشرت و تمدن وغیرہ وغیرہ قائم کئے ہیں۔ نمونہ بنکر لوگوں کو نیکی کا رستہ بتایا ہے اور اس پر چلایا ہے۔ اسی لحاظ سے انہوں نے رام چندر جی کی ایشور تا پر زیادہ زور نہیں دیا ہے۔ بلکہ انہیں انسان کامل کی حیثیت میں دکھایا ہے کہ انصاف اور اخلاق مجسم ہیں جس سے جس قسم کا برتاوا ہے وہ ایسا ہے کہ بس اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ ان کے گرد و پیش جو مرد اور عورتیں ہیں وہ بھی نمونے کی شخصیتیں ہیں جن سے بہتر نہیں ہو سکتیں ÷

اس نادر الوجود کتاب میں خاوند اور بیوی کی محبت۔ ماں باپ کی اولاد اور اولاد کی ماں باپ سے محبت۔ بھائی بھائی کی محبت۔ آقا سے نوکر اور نوکر کی آقا سے محبت۔ یار کی یار سے محبت۔ گورو اور چیلے کا رشتہ۔ بادشاہ اور رعایا کا رشتہ ارباب تمدن کا باہمی رشتہ۔ اخلاقی اصول پر کاربندی۔ ستیہ کا پالن غرض وہ سب نیکیاں جو نیک زندگی بسر کرنے کی روح رواں ہیں۔ دسنہ دسنہ پائی جاتی ہیں۔ ساتھ ہی زندگی کو اس کرۂ ارضی کے تعلقات پر ہی ختم نہیں کر دیا ہے بلکہ بیچ بیچ میں کرم یوگ بھگتی گیان کے متعلق سوالات اٹھائے ہیں اور بتایا ہے کہ انسان صرف جسم خاکی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بہت کچھ اعلےٰ شخصیت ہے جس کی ترقی کی انتہا نہیں ہے۔ یہ خصوصیت صرف رامائن ہی میں نہیں پائی جاتی بلکہ سنسکرت کی اور اعلےٰ نظم کتابوں میں بھی ہے ÷

دینی و دنیوی تعلیم کی دلچسپی کے علاوہ والمیکی رامائن میں دلچسپی کا ایک سامان اور بھی ہے جسنے اس کتاب کو صدیوں سے ہر دل عزیز بنا رکھا ہے۔ وہ اسکی میٹھی سنسکرت اور سلاست زبان ہے۔ والمیکی جی کی شاعری نہایت ہی اعلےٰ درجے کی شاعری ہے۔ جابجا ایسی دلکش تصویریں کھینچتے ہیں کہ انہیں پڑھ پڑھ کر آنکھوں کے سامنے ہو بہو نقشے کھنچ جاتے ہیں اور باوجودیکہ کتاب ہزاروں برس کی ہے مگر تصاویر ایسی خوش رنگ ہیں۔ گویا مصور نے آج ہی کھینچکر تمام کی ہیں۔ ان پر زبان و محاورے کی مٹھاس۔ بندش کی چستی۔ اور صنایع و بدایع لفظی و معنوی اپنا وہ لطف دیتے ہیں کہ پڑھنے والا ہی محسوس کرسکتا ہے زبان قلم ادا نہیں کرسکتی۔

اوپر جو باتیں بیان ہوئیں ان سب نے ملکر رامائن کو مہابھارت سے زیادہ ہر دلعزیز بنا دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ مہابھارت بہت ہی طول طویل کتاب ہے۔ اس واسطے اسکا پڑھنا ہمت چاہتا ہے۔ رامائن اسکا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ رامائن اور صورتوں میں بھی دستیاب ہوتی ہے اور مہابھارت کا یہ حال نہیں ہے۔ ادھیاتم رامائن ہے۔ ادبھت رامائن ہے گھوٹ رامائن ہے۔ اور رامائن کے واقعات مختلفہ پر جتنی نظمیں اور ناٹک ملتے ہیں۔ انہیں کون گن سکتا ہے۔ بے شمار ہیں۔

ہندی میں آکر یہی باتیں اور بھی زور پکڑ گئی ہیں۔ مہابھارت ضخامت عظیم کے باعث بہت کم ہاتھوں میں پہنچنے پاتی ہے۔ مگر رامائنیں چھوٹی بڑی دوہے چوپائیوں۔ کبتوں۔ راگ راگنیوں وغیرہ میں بہت ملتی ہیں۔ ہندی میں رامائن کا لٹریچر نہایت ہی وقعت و اہمیت رکھتا ہے۔ واقعات رامائن کے راگ بچے بچے کی زبان پر ہیں۔ سال بسال رام لیلا کا میلا شہر و قصبات میں ہوتا ہے۔ مندروں میں رامائن کی کتھائیں بٹھائی جاتی ہیں۔ غرض رامائن سے

بڑھکر کسی اور کتاب کو فروغ نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں نمونے کی شخصیتیں ایسی ہیں کہ انکی نظیر ڈھونڈھے نہیں ملتی۔ جب تک ہندوستان ہندوستان ہے۔ رامائن اس کے رگ و پے میں پیوست رہیگی۔ یہ مقدس کتاب ہمارے لئے سرمایۂ ناز رہی ہے۔ اب ہے اور اسی طرح آیندہ رہیگی؛

ہندی کی مروجہ رامائنوں میں اوّل کوی کیشو داس کی رام چندرکا قابل ذکر ہے۔ جو مہاراج تلسی داس کے ہمعصر تھے۔ یہ کتاب وسطی زمانے کی ہندی شاعری کے بہترین نمونوں میں سے ہے۔ اس کی نازک خیالی اور چستیٔ بندش اور شگفتگی مضامین اور بھی لطف دیتی ہے۔ لیکن یہ کتاب خاص آدمیوں کے پڑھنے کی ہے نہ کہ ہر ایک کے پڑھنے کی۔ وجہ یہ ہے کہ تکلف و تصنع سے بھری ہوئی ہے۔ مضامین انتہا درجے کے دقیق ہیں اور اسپر دقت زبان اور اشکال صنائع غضب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب نے رواج نہیں پایا۔ صرف اکا دکا آدمیوں کے پڑھنے میں آتی ہے؛

مہاراج تلسی داس جی کی یوں تو کئی رامائنیں ہیں۔ مثلاً گیتا ولی۔ کبتاولی بروا۔ چھپے وغیرہ وغیرہ لیکن دوہا چوپائی میں جو رامائن لکھی ہے اور جس کا اصلی نام "رام چرت مانس" ہے۔ وہ جیسی مقبول عام ہوئی ہے۔ ویسی مشکل ہی سے کوئی کتاب ہوسکتی ہے۔ مسٹر گروس لکھتے ہیں کہ ہندی بولنے والوں میں جو وقعت و اہمیت رامائن کو دی جاتی ہے وہ یورپ کے عیسائی شاید انجیل کو بھی نہیں دیتے۔ مہرشی شوبرت لال جی مجھ سے کہتے تھے کہ ممالک متحدہ و ممالک متوسط و حصص بہار میں تہوار، تقریب شادی بیاہ کے موقع پر سب سے مقدم دھرم کا کام یہ خیال کیا جاتا ہے کہ گھر کے مرد و عورت سب جمع ہوں اور بیٹھکر رامائن کے کچھ صفحے سنیں؛

تلسی رامائن کی یہ عظمت ملک کے اس خاص حصے پر ہی ختم نہیں ہوگئی ہے

بلکہ کیا پنجاب اور بنگال اور کیا بمبی اور مدراس جہاں جہاں ہندی کے رسیا ہیں سب
جگہ اس مقدس کتاب کو یہی شرف اور عزّت حاصل ہے۔ اسکی سینکڑوں ایڈیشن
چھپ چکی ہیں اور بیسیوں ٹیکے یا شرحیں ہیں۔ مگر یہ مانگ ہے کہ ختم ہونے میں نہیں
آتی۔ ساڑھے تین سو برس سے زیادہ سے یہ متبرک کتاب ہندوستان میں
مروّج ہے اور اس کا رواج دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ وید اور
شاستر سنسکرت کے عالموں کا حصّہ ہیں جن کی تعداد ہر ایک زمانے میں قلیل ہی
ہی رہی ہے۔ مگر یہ مقدس کتاب ہر شخص کا حصّہ ہے۔ اسکو پڑھے لکھے گیانی اور
بھگت بھی پڑھتے ہیں۔ حروف شناس معمولی کاروباری آدمی اور دکاندار بھی
مطالعے میں رکھتے ہیں۔ اور گُبڈّے ان پڑھ دیہاتی صفحے کے صفحے ازبر کر لیتے
ہیں۔ پڑھکر اوروں کو سناتے ہیں۔ اور خود لطف بے اندازہ اُٹھاتے ہیں ✦

آخر اس شرف قبول اور ہر دل عزیزی کی وجہ کیا ہے۔ اگر رامائن صرف
ایک فسانہ یا ناول ہے۔ جیسے بعض سماجوں کے نئی روشنی کے آدمی بتاتے
ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اسکی عزّت اسقدر دلوں میں جاگزیں ہو رہی ہے۔ اسکا
جواب یہ ہے کہ نئی روشنی نے کمزور آنکھوں کو چندھیا دیا ہے۔ چکاچوند سے
گھبرائی ہوئی آنکھ کچھ کا کچھ دیکھتی ہے۔ اسے حق و باطل میں تمیز نہیں ہوا کرتی۔ جو
لوگ تلسی رامائن کو فسانہ بتاتے ہیں۔ اُنھوں نے اس عجیب و غریب کتاب کو
پڑھا نہیں ہے۔ پڑھا ہے تو سمجھے نہیں ہیں۔ سمجھنے کی کوشش کی ہے تو مغز تک
پہنچے نہیں ہیں ✦

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ✦ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

میں اس کتاب کی نسبت تو نہیں مگر چھوٹی موٹی خصوصیتیں ہدیۂ ناظرین کرتا
ہوں۔ کیونکہ یہ ایک مختصر دیباچہ ہے اس میں مدلّل و مسلسل لمبے چوڑے

مضمون کی گنجایش نہیں ہے ÷

اوّل سبب ولپسندی و ہردلعزیزی اسکی سیدھی سادی زبان ہے ۔ جو انتہا درجے کی سلیس اور میٹھی ہے تلسی داس جی نے کوی کیشوداس کی طرح تکلف و تصنّع سے کام نہیں لیا ہے ۔ بلکہ مصنوعی فصاحت و بلاغت کے خیالات چھوڑ کر زبان وہ استعمال کی ہے جو انکے زمانے کی عام بول چال تھی ۔ تکلفی الفاظ اور ترکیبوں پر معمولی الفاظ کو ترجیح دی ہے ۔ یہاں تک کہ دیہقانی اور گانوں کی بولی بھی انکی چوپائیوں میں آجاتی ہے ۔ سادگی میں جو مزا ہے وہ تکلف میں نہیں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ انکی راماین کو ہر شخص پڑھتا ہے اور پڑھکر آسانی سے سمجھ لیتا ہے ۔ میں نے اس کتاب کے پڑھنے کا شوق بیسیوں آدمیوں کو دلوایا ہے ۔ بعض نے شروع میں مجھ سے یہ شکایت کی کہ راماین کی زبان ہم نہیں سمجھتے ۔ تلسی داس جی کی زبان کا قصور نہیں ہے خود انکا ہے ۔ زبان صاف اور سلیس ہے ۔ مگر چونکہ ساڑھے تین سو برس کی ہے ۔ اس باعث سے دقت محسوس ہوتی ہے ۔ چالیس پچاس چوپائیاں ذرا غور سے پڑھ لو ۔ پھر راستہ صاف ہے ۔ کہیں دقت محسوس نہیں ہوگی ۔ بلکہ وہ لطف آئیگا کہ بیان سے باہر ہے ÷

مگر فقط زبان کیسی ہی میٹھی سلیس اور عام فہم کیوں نہ ہو کسی کتاب کو ہردل عزیز نہیں بنا سکتی ۔ اس لئے زبان کو چھوڑ کر اب ہم تلسی کرت راماین کے مضمون کی طرف توجہ کرتے ہیں ۔ یاد رہے کہ تلسی داس جی نے اپنی کتاب کا مضمون والمیکی راماین سے اتنا نہیں لیا ہے جتنا ویشنووں کی متبرک کتاب اَدّھیاتم رامائن سے اخذ کیا ہے ۔ پھر جو مضمون لیا ہے وہ حرف بحرف نقل نہیں کر دیا ہے بلکہ ترتیب انتخاب اور تکمیل میں اپنی اچھوتی جودت طبع دکھائی ہے ۔ اور ہر ایک واقع پر اپنی جدت طبع کا رنگ چڑھا کر اسکو بالکل اپنا کر لیا ہے ۔ پرانی کتاب کو نیا کرنے میں یہی طریق کمال شاعری پر دلالت کرتا ہے ۔ ورنہ نئی کتاب لطف سے خالی محض ترجمہ یا اقتباس ہو جائیگی

اور اسے شوق سے کوئی نہیں پڑھیگا +

اوپر کمال شاعری کی طرف اشارہ ہوا۔ آؤ دیکھنا شروع کریں کہ تلسی داس جی کے ہاں کمال شاعری کس کس پیرایے میں ظاہر ہوا ہے۔ سنسکرت اور ہندی شاعری میں مذاق سخن کو رس کہتے ہیں۔ یہ رس نو طرح کا ہوتا ہے جسکی پوری تفصیل یہاں دینی اور ثبوت میں رامائن کی چوپائیاں نقل کرنی موجب طوالت ہونگی۔ میں مجملاً بعض رسوں کو لیتا ہوں اور ان کے لحاظ سے رامائن کی کچھ خصوصیات بتاتا ہوں +

اول شرنگار رس کو لیجیے۔ اس میں حسن نظارہ ہائے قدرتی و مصنوعی اور حسن انسانی کی تصاویر جتنی قدرتی ہونگی اور تشبیہ و تمثیل سے دلکش بنائی جائیں گی اتنا ہی شاعر کا کمال ہے۔ پڑھنے والے جانتے ہیں کہ یہ کمال تلسی کرت رامائن میں جگہ جگہ دستہ دستہ ملتا ہے۔ تلسی داس جی تمام نظاروں کی تصویریں نہایت ہی دلکش کھینچتے ہیں۔ رام کا سراپا اس کتاب میں کئی جگہ باندھا ہے لیکن ہر جگہ جدا ہی دلکش انداز ہے۔ اسی طرح سیتا مہارانی کے بےمثل جمال کی تصاویر بھی بےمثال ہیں۔ قدرتی نظارے مثلاً پہاڑ دریا جنگل۔ صبح شام رات موسم بہار برسات شرد وغیرہ وغیرہ اور مصنوعی نظارے مثلاً باغ شہر بازار وغیرہ کے بیانات جابجا دئے ہیں اور حق یہ کہ نہایت ہی خوشنما پیرایے میں دئے ہیں۔ اردو کی شاعری کی طرح محض تکلفی الفاظ اور مصنوعی بیان نہیں بلکہ اُن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شاعر نے نظارہائے قدرت کا مشاہدہ کیا ہے اور حسن قدرت کے پہچاننے کی نظر غائر رکھتا ہے۔ پھر تشبیہ و تمثیلات ہیں کہ بالکل اچھوتی ہیں۔ اور بندش ایسی برجستہ ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ شرنگار رس میں تلسی داس جی کا پایہ ہندی کیا سنسکرت شاعروں میں بھی کسی سے نیچا نہیں ہے +

شرنگار رس سے بیر رس یعنی دلیری و شجاعت پر آئیے۔ یہ بھی اس کتاب میں

وستہ دستہ ہے۔ بھگت شرومنی شری لکشمن جی بیررس کی مجسم تصویر ہیں۔ جہاں اس بارے میں بولتے ہیں۔ پڑھ پڑھ کر طبیعت میں جوش پیدا ہوتا ہے کشت سنانے کے ساتھ اکثر لڑائیاں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں بھیانک رس بھی لاجواب ہے اور بیررس بھی۔ سورمیروں کی لاف وگزاف۔ نیزہ و تیر کی بوچھاڑ۔ ہتیار و ںکی مار دھاڑ۔ معرکہ ہائے جنگ کے خوفناک سین۔ حملہ ہائے پیہم۔ کشت و خون وغیرہ وغیرہ سب کے نظارے ایسی جیتی جاگتی تصویریں ہیں کہ دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

حیرت کی تصاویر بھی جنہیں ادبھت رس کہا جاتا ہے رامائن میں جگہ جگہ ملتی ہیں اور نہایت ہی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہیں۔ ہاسیہ رس یعنی مذاق بھی نہایت لطافت و نزاکت کے ساتھ ہے تلسی داس جی کا کلام بالعموم متین سنجیدہ اور معنی خیز ہے۔ اس لئے اس متبرک کتاب میں اس قسم کے مزاح کی توقع نہیں ہو سکتی جسے پڑھکر ناظرین منہ کھول کھول کر قہقہے لگائیں۔ مگر مہادیو جی کے بیاہ۔ پرشرام اور لکشمن کی بحث اور انگد وراون کے مکالمے میں اس قسم کی نوک جھوک آتی ہے۔ کہ پڑھنے والا لطف لے لے کر مسکراتا ہے۔

کرونا رس یعنی رقت خیز مضامین بکثرت ملتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ ایودھیا کانڈ میں تو بالکل یہی رس بھرا ہوا ہے۔ اور اور کانڈوں میں بھی جگہ جگہ پایا جاتا ہے۔ تلسی داس جی ایشور بھگت ہیں۔ بھگت کا قلب رقیق ہوتا ہے۔ اس کے لئے ایشور کی دیا اور کرپا بات بات میں ہے۔ چنانچہ جن ذرا ذرا سی باتوں سے معمولی آدمیوں کا دل مطلق متاثر نہیں ہوتا وہ انہیں دیکھتا یا سوچتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عضو کانپنے لگتے ہیں اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ پھر رامائن کی کتھا خود ایسی ہے کہ رقت سے بھری ہوئی ہے۔ رام کو صبح راج گدی ملنی ہے۔ دربار شاہی میں جشن کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ شہر میں آئینہ بندی کی جاتی ہے

لیکن راج گدی پر بیٹھنے کی بجائے ملتا ہے بن باس - رام فقیری لباس میں شہر سے رخصت ہوتے ہیں اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں - پھر وہ راجہ رام کہ ماں باپ بھائی بیوی رشتہ دار وزیر امیر اور تمام اہل شہر انکے اخلاق کے گرویدہ ہو کر دل و جان سے فدا ہیں - یہ رقت خیز مضمون اور تلسی داس جی کی قلم سے لکھا ہوا - کس کا ایسا پتھر کا کلیجہ ہے کہ ان رقت خیز نظموں کو پڑھ کر نہ پھٹے - ایودھیا کانڈ پڑھ کر جسکی آنکھوں میں آنسو نہیں آتے - وہ آدمی نہیں ہے - یا تو کوئی سِدّھ جوگی ہے یا محض جانور ہے

اس مختصر مضمون میں نو کے نو رس لیکر ان پر بحث کرنے کی گنجایش نہیں ہے - اسلئے میں اب رامائن کا پردھان رس لیتا ہوں اور اس کا ذکر چھیڑتا ہوں - یہ شانت رس ہے جس میں اخلاق بیراگ کرم یوگ بھگتی اور گیان کی مضامین وئے ہوتے ہیں - یہاں اگر تلسی رامائن اور والمیکی رامائن کا فرق کھلتا ہے - والمیکی مہاراج رام کو وشنو کا اوتار مانتے ہیں اور کہیں کہیں اشارۃً اسکا ذکر بھی کر دیتے ہیں - لیکن انہوں نے اوتار بھاو کو چھپایا ہے اور رام کو انسان کامل دکھانے کی کوشش کی ہے جس کے اخلاق و آداب اور اوضاع و اطوار کی تقلید اور آدمیوں کو کرنی چاہئے - تلسی داس جی شروع کتاب سے آخیر تک رام کو کھلا کھلا ایشور اوتار دکھاتے ہیں - اور اوتار بھاو کو کبھی نظر سے مخفی نہیں ہونے دیتے ہے

معمولی انسانی بچوں کی طرح رام ماں کے پیٹ سے جنم نہیں لیتے - بلکہ مایاوی شریر دھارن کرکے وشنو کے بال روپ میں کوسلیا کو درشن دیتے ہیں - بالپن میں ماں کے اشٹ دیو کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں اور اپنے منہ میں تمام کائناتوں کے نظام دکھاتے ہیں - باپ کو پیدا ہوتے ہی یہ خیال ہوتا ہے کہ بھگوان میرے گھر آگئے - موقع موقع پر سِدّھ رشی اور دیوتا وشنو کو آتے ہیں جگہ جگہ معجزے اور کرامتیں ظہور میں آتی ہیں جو اوتار کا ہی حصہ ہیں معمولی آدمی کا نہیں - ان سب باتوں پر یہ اور اینزاد کیجئے

کہ رام جگہ جگہ خود اپنے منہ سے اوتار ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے بھگتوں کی حوصلہ افزائی کرکے بھگتی یا گیان کا اُپدیش دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تلسی داس جی کی رامایَن بھگتی اور گیان پردھان ہونے کے باعث والمیکی جی کی رامایَن سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ اور سب کی نگاہ میں اسکی عزت بے حد و قیاس ہے۔ یوں سمجھئے کہ والمیکی رامایَن کو ایک آدمی پڑھتا ہے تو تلسی رامایَن کو سو۔

پھر اور تماشے کی بات سنئے۔ تلسی داس کی بھگتی محض جڑ بھگتی نہیں ہے۔ بلکہ اخلاق دھرم بیراگ کرم یوگ اور گیان سب کو ساتھ لیئے ہوئے ہے۔ اس وجہ سے ہر شخص کے واسطے اسکا مطالعہ دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے۔ اخلاق کرم دھرم اور بیراگ پر جا بجا پڑھنے والوں کی توجہ منعطف کی ہے۔ کیونکہ یہ ایسی باتیں ہیں جو سالک کے واسطے پہلے قدم میں اورمن کے شُدھ کرنے میں بہت ہی بکار آمد ہیں۔ بھگتی رس سے کوئی صفحہ یا کوئی بیان خالی نہیں ہے اور ایسی رسیلی بھگتی کہ دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں دیکھی جاتی۔ یوگ کے مضامین دستہ دستہ آتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ رامایَن کی تمام کتھائیں یوگ اور گیان کے منازل کی تشریحات ہیں۔ گھٹ رامایَنیں کیا ہندی اور کیا سنسکرت دونوں زبانوں میں متعدد ملتی ہیں۔ جن میں ان کتھاؤں کی تشریح یوگ یا گیان کے پہلو سے نظر سے کیگئی ہے۔ خود فقیر مہر کا بھی ارادہ ہے کہ یہ کتاب ختم ہو جائے تو ایک گھٹ رامایَن بھی تحریر کرتے رہا گیان یعنی ویدانت گیان جسمیں "ایکو برہم دوتیہ ناستی" کی تعلیم ہے۔ وہ تو ہیں کتاب کی روح رواں ہی ہے تلسی داس مہاراج نے وسشٹ ادویت کی آب و ہوا میں تربیت پائی تھی جسمیں گو برہم ایک ہے مگر جیو ایشور کی تفریق دوامی مانی جاتی ہے اور بھگتی یعنی عبدیت کا بھاو دل میں رکھنا ایک لازم و لابد چیز ہے۔ یہ لوگ دنیا کو متھیا یعنی جھوٹا نقش بر خواب نہیں مانتے بلکہ سچا بتاتے ہیں۔ اگر تلسی داس جی بھی ایسا ہی مانتے تو ادھیاتم رامایَن کی طرح انکی رامایَن بھی صرف رامائجی بھگت ہی پڑھتے۔ مگر حال یہ نہیں ہے۔ ویدانت میں تلسی داس جی کا وہی

عقیدۂ راسخ ہے جسکی تعلیم وید اور اُپنشد دیتے ہیں اور جسکی توضیح اس لیاقت اور جزو رسی سے بھگوت پوجیہ پاد شری شنکر آچاریہ نے کی ہے۔ میں نے اب تک تلسی کرت راماین کی کوئی چوپائی نقل نہیں کی ہے۔ لیکن اس ویدانت کے مضمون پر کچھ اشعار ذیل میں درج ہیں:

سنہو تات یہ اکتھ کہانی + سمجھت سُلبھ نہ جات بکھانی
ایشور انش جیو ابناشی + چیتن امل سہج سُکھ راشی
سو مایا بس بھیو گُسائیں + بندھیو کیٹ مرکٹ کی نائیں
جڑ چیتن ہے گرنتھی پر گئی + یدپی مرشا چھوٹت کٹھنئی

انکا ترجمہ یہ ہے۔ اے پیارے دوستو۔ یہ بات بیان کے قابل نہیں ہے۔ سمجھ میں آگئی تو آسان ہے مگر کہی نہیں جاتی۔ جیو برہم یا ایشور کا حصّہ یا ذات ہے (اسطرح خواب کے جیو خواب بیں کے حصّے یا ذات محض ہیں) غیر فانی ہے۔ چیتن یعنی گیان سروپ ہے۔ امل یعنی بے پاپ ہے اور ماہیّت ذاتی سے آنند روپ ہے۔ مگر مایا کے بس میں ہو کر کیڑے یا بندر کیطرح بندھا ہوا ہے۔ جڑ چیتن کی گرہ پڑ گئی ہے یعنی تعلق ہو گیا ہے جو اگرچہ خواب کی طرح جھوٹا ہے۔ مگر بڑی مشکل سے چھٹتا ہے۔"

میں نے صرف ایک جگہ سے یہ اشعار لیئے ہیں۔ تلسی داس جی کی راماین میں یہی مضامین یعنی جگت کا جھوٹا ہونا۔ جیو کے بندھن کا مایا وی ہونا جیو کا شدھ سچدانند برہم روپ ہونا وغیرہ وغیرہ جگہ جگہ ملتے ہیں۔ یہ وہی ویدانت کی تعلیم ہے جو اپنشدوں برہم سوتروں یوگ وِششٹ وغیرہ ادویت واد کی کتابوں میں دیگئی ہے۔ لیکن اس انتہائی فلسفیانہ مسئلے کو ذہن میں بٹھانا مشکل ہے کہ دنیا خواب کیطرح جھوٹی ہے مجھ شدھ گیان سروپ آتما میں نظر آرہی ہے۔ جب تک میں اسکو دیکھتا ہوں نظارہ خواب کی طرح قائم رہتی ہے اور جب اسکی طرف سے نظر ہٹا لیتا ہوں اور اپنے شدھ گیان سروپ میں قیام کرتا ہوں تو نظر غائب ہے۔ یہ نِرگُن اُپاسنا کہلاتی ہے مگر یہ بہت مشکل ہے اسواسطے آچاریوں نے اسی موکش بھاو پر پہنچنے کیواسطے ایک اور طریقہ رکھا ہے جسکو نِرگُن

اپاسنا کہتے ہیں۔ دیکھو جگت ہم سب کے گیان نیتر آرہا ہے۔ ہم مایا یا اگیان کے باعث اسکو سچا سمجھ کر دکھ اٹھاتے ہیں۔ مگر اس کا رچنے والا برہم یا ایشور اسکو اپنے گیان میں ادسے ہوئیوالا ایک خواب کا نظارہ ہی جانتا ہے۔ اسواسطے جسطرح خواب میں کائنات خواب کی ہر چیز میں وہ ایک ہے۔ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر چیز اسی کا سروپ ہے کیونکہ عالم خواب میں اسکے سوا کوئی دوسرا وجود نہیں ہے۔ اسی طرح برہم یا ایشور سروویاپی شکتیمان سروورشی وغیرہ وغیرہ ہے۔ اسنے اپنی مایا سے یہ جگت رچا ہے اپنی کرپا سے اسکا پالن کرتا ہے۔ اور کلپ کے اخیر میں اپنے آپ میں لے کر لیتا ہے +

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ جگت ایشور کا اوتار ہے۔ چھوٹی چیزیں چھوٹے اوتار ہیں۔ بڑی قوتیں اور طاقتیں بڑے اوتار ہیں۔ جب انتظام عالم میں کوئی خاص خرابی واقع ہوتی ہے۔ تو خاص اوتار کا ظہور ہوتا ہے۔ جو اس خرابی کو رفع کر کے دنیا کی کل کے پرزے درست کر دیتا ہے اور وہ پھر آسانی کے ساتھ بدستور سابق چلنے لگتی ہے۔ یہ اوتاروں کا مسئلہ ہے جنکا ظہور انتظام عالم کے واسطے وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ اس ساکار یعنی شکل والے اوتار اور نرگن شدھ برہم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ گیان شدھ ہے یا لیلا سے کوئی روپ اختیار کر کے اسکا تماشہ دیکھ رہا ہے دونوں صورتوں میں اسکی ماہیت ذاتی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی شدھ سچدانند نرگن روپ برہم کو تلسی داس رام کا نام دیتے ہیں۔ اور راجہ دشرتھ کے بیٹے جنہوں نے دنیا میں آکر طرح طرح کے چرتر کئے ہیں اسی نرگن برہم کا سگن یا ساکار روپ مانتے ہیں +

نراکار کا تصور ذہن میں جمانا جس کا دوسرا نام نرگن اپاسنا ہے اعلیٰ درجے کے گیانیوں اور فلسفیوں کا حصہ ہے۔ لیکن ساکار مورتی کا دھیان ہر شخص آسانی سے کرسکتا ہے۔ پھر مورتی بھی رام کی موہنی مورتی جس کے متبرک

چرتر سُن کر دل میں پریم کا یعنی بھگتی کا دریا اُمنڈتا ہے۔ کون ایسا ہے جو تلسی داس جی کی جیتی جاگتی تصویریں دیکھے اور اُسکی طبیعت میں رام بھگتی پیدا نہ ہو۔ اس کتاب کو بر ہے کہ جو اسے پڑھیگا وہ بھگت ہو جائے گا۔ یہ وہ متبرک کتاب ہے جس نے نہایت ہی نازک زمانے میں ہندو دھرم کو زندہ رکھا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی برکت سے لاتعداد زندگیاں سُدھر گئی ہیں اور سُدھر رہی ہیں تیلسی داس جی ست عرق نہیں کرتے ہیں ساتری کرتے ہیں۔ جیسے آپ رام کے پورن بھگت ہیں جیسے انہیں خود رام پر اٹل بشواس ہے۔ جس نظر سے آپ رام کو دیکھتے ہیں۔ وہی بھاو پڑھنے والے کے دل میں بھی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ پریم۔شانتی کو پہنچ جاتا ہے۔

میرے دوست تو پریم گیان اور پرابھگتی میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ گیانی جگت کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ جو کچھ ہے سب برہم روپ ہے۔ بھگت جگت کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ جو کچھ ہے سب رام روپ ہے۔ دونوں صورتوں میں خودی اور دوئی مٹ جاتی ہے اور محض یکتائی باقی رہ جاتی ہے جو اصل پر مشے ہے۔ مایا یعنی کثرت کا خیال جہاں طبیعت سے حک ہوا اور آدمی پرم شانتی کو پہنچا۔ تلسی داس جی اسی اونچے درجے کے آدمی ہیں۔ یہ جگت کو جگت روپ سے نہیں دیکھتے بلکہ رام روپ سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

جڑ چیتن جگ جیو جے سکل رام مے جانی
بندوں سب کے پد کمل سدا جوڑ جگ پانی

اس دوہے کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ دُنیا میں جتنی جڑ چیتن چیزیں یعنی جیو ہیں اُن سبکو رام روپ جان کریں دونوں ہاتھ جوڑے سب کے کمل جیسے قدموں میں جھکتا ہوں اُنہ مہاراج تلسی داس جی کا یہ پیارا ویدانت ہے۔ ناظرین رامائین پڑھا کرو۔

کسی نہ کسی روز تم بھی اسی اونچے درجے پر پہنچو گے۔ راستہ میں بتلائے دیتا ہوں۔ ہاں اس پر گام زن ہو کر منزل مقصود کو پہنچنا تمہارا کام ہے ✣

(۱) رامائن لو اور علے الصباح۔ شام یا رات کو جس وقت فرصت ملے اور طبیعت یکسو ہو۔ اسکے کچھ صفحے بغور پڑھو۔ ایک بار دو بار یا تین چار بار غرض جب تک تمام مضمون صفحۂ خاطر پر اچھی طرح نقش نہ ہو جائے۔ کتاب ہاتھ سے نہ رکھو ✣

(۲) جب دیکھو کہ مضمون طبیعت پر نقش ہو گیا ہے تو کتاب بند کر دو اور جس تصویر کا بیان پڑھا ہے آنکھیں بند کر کے اُسے نظر کے سامنے لاؤ۔ شروع میں دل گھبرائیگا مگر ہولے ہولے مشق کرنے سے تصویریں صاف ہونے لگینگی ✣

(۳) ہر ایک تصویر میں سے رام کی منوہر مورتی کو علیحدہ کر کے دیکھا کرو ✣

(۴) مزاولت ہو جائے تو اوّل آنکھیں کھولکر اپنے کمرے میں اس مورتی کے درشن کرو۔ پھر سہانے وقت سہانے نظارہ ہائے قدرت میں درشن کرو۔ پھر چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ہر چیز کو رام روپ دیکھو ✣

اس طرح جب جڑ چیتن میں رام کے ساکار روپ کو دیکھنے لگو گے تو وہ دن دور نہیں رہیگا کہ تمہیں رام کے نراکار روپ کا انوبھو ہوگا۔ جو ذات غیر محدود ہے ہستی مطلق ہے۔ نور مطلق ہے۔ غرض سچّدانند یہ ہم ہے جس کا نہ نام ہے نہ روپ ہے جسکو وید اور ویدانت نیتی نیتی کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہ مہاراج تلسی داس کی رامائن کی تعلیم ہے۔ یہ اس رمز خفی کے معنی ہیں کہ رشی منی اور دالو دیت کیونکر تن چھوڑ کر رام میں سما گئے ✣

اس دیباچے کو پڑھکر ناظرین رامائن کو سمجھ سکینگے۔ فقیر مہر اس کتاب کا عاشق زار

ہے۔ میں نے تقریباً پینتالیس سال کی عمر میں ہندی اور سنسکرت پڑھنی شروع کی تھی اور تلسی داس جی کی رامائن پہلی کتاب ہے جو پڑھی تھی۔ چونکہ طبیعت میں ذوق وشوق بھرا ہوا تھا باوجود امراض چشم جنہوں نے برسوں میرا پیچھا نہیں چھوڑا سنسکرت میں چھئوں شاستر پڑھے۔ ویدانت کا اعلےٰ لٹریچر دستہ دستہ دیکھا۔ مگر تلسی کرت رامائن کا مطالعہ مجھ سے کبھی نہیں چھوٹا۔ ہر سال دو دو چار چار بار میں اس کتاب کا شروع سے اخیر تک پاٹھ کیا کرتا ہوں اور سات آٹھ روز میں جب تک ختم کروں مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی +

اس سال ماہ جولائی میں ایسا اتفاق ہوا کہ میرے چاروں لڑکے مجھے دہلی میں چھوڑکر باہر چلے گئے۔ چونکہ سات آٹھ سال سے اس طرح تنہا رہنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ پہلے روز جی بہت گھبرایا۔ اسکا علاج میں نے یہ کیا کہ اپنی رامائن سنبھالی اور سات روز میں پاٹھ پورا کیا۔ تنہائی کی بجاے مجھے برابر یہ محسوس ہوتا رہا کہ ہری چرچا کی سنگت میں بیٹھا ہوں۔ ایسا رس پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ ایک روز پڑھتے پڑھتے خیال آیا کہ اگر انہیں مضامین کو اسی بھگتی بھاؤ اور گیان رس کے ساتھ مہاراج تلسی داس کی تتبعؔ میں اردو نظم میں لکھوں تو کیا تعجب ہے کہ لوگ شوق سے پڑھیں اور ہندی کا شوق بہم پہنچاکر تلسی کرت رامائن پڑھنے لگیں +

اسی روز مہرشی شوبرت لال جی کے درشنوں کو گیا تو ان سے اپنا خیال ظاہر کیا۔ انہوں نے میری حوصلہ افزائی ہی نہیں کی بلکہ وعدہ فرمایا کہ خاص حصے وہ خود بھی منظوم فرمائیں گے۔ چنانچہ میں نے لکھنا شروع کیا۔ میرے ذوق دلی اور قلمی محنت کا نتیجہ یہ کتاب ہے۔ اسے تلسی کرت رامائن کا ترجمہ نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ میں نے والمیکی رامائن ادھیاتم رامائن اور یوگ واسشٹ سے

بھی مضامین لئے ہیں۔ ترتیب مضامین اپنی کی ہے۔ ہاں جہاں جہاں
تلسی داس جی کے مضامین خاص خوبیوں کے ساتھ ہیں ان کا بعض جگہ
ترجمہ دیدیا ہے اور بعض جگہ نفس مطلب ٭

زبان بہت سیدھی سادی استعمال کی ہے۔ ردیف و قافیے مرصّع
نہیں رکھے ہیں۔ کیونکہ گو ان سے بندش چست سی معلوم ہوتی ہے مگر
لفظی ہیر پھیر میں مضمون خبط ہو جاتا ہے۔ عام فہم سیدھے سادے ہندی
الفاظ کو عربی فارسی الفاظ پر ترجیح دی ہے۔ اردو شاعری کے مصنوعی تکلفات
سے کنارہ کیا ہے۔ میری رامائن کو اردو رامائن نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ یہ
سنسکرت اور ہندی کی شاعری اردو لباس میں ہے۔ جہاں تک ہو سکا
ہے میں نے اس کتاب میں مہاراج تلسی داس جی کی سپرٹ دینے کی کوشش
کی ہے۔ مہاراج رام چندر جی اسے شرف قبول بخشیں ٭

دہلی۔ یکم اگست ۱۹۱۳ء

خاکسار سورج نراین مہر

اوم تت ست

بال کانڈ

اجدّھیا کا نظّارہ

رام[۱] روپ اپنے گورو کی دمبدم — میں لگاؤں آنکھ میں خاکِ قدم
درحقیقت خاک ہے یہ کیمیا — دردِ دنیا کے لئے کامل شفا
خاک کیسی یہ تو وہ اکسیر ہے — جسکی کشفِ ذاتِ حق تاثیر ہے
خاک وہ ہے یہ کہ گر اس کو ملو — قلب کا آئینہ دم میں صاف ہو
سرمۂ چشمِ تمنّا کیجیے گر — دور بیں ہو چشمِ باطن کی نظر
پردہا سے چشم میں آئے ضیا — بے تکلّف ہو بصیرت رونما
دل سے ہوتا رہے پندار دور — قلب میں ہو نورِ عرفاں کا ظہور
ظاہر و پنہاں چرتّر سب رام کے — دیدۂ دل کو نظر آئیں کھلے
کوہ و دریا دشت و صحرا بحر و بر — دیوتا سِدّھ آدمی اور جانور
کیا خلا میں کیا ملا میں ہر ملا — کیا زمیں کیا چرخ پر ہر ایک جا
جلوہ فرما ایک میرے رام ہیں — وہ ہی میرے وہ ہی تیرے رام ہیں

۱؎ رام کی شکل کے ۵۲ کھیل۔

رومِ روم اُن سے رما ہے اس طرح — خواب و مایا یک خواب ہیں جس طرح
سچدانند آپ ذات پاک ایک — ہو رہے ہیں اپنی لیلا[۵۱] سے انیک
رام یہ میرے گورو بھگوان ہیں — وشنو روپ[۵۲] اور سرو شکتیمان ہیں
جے شری رگھبیر سوامی کی ہو جے — واہ کیا آنند اودھ میں آج ہے

گیان بھگتی سے بھرے پیارے بچن — کہہ رہا تھا یہ کھڑا اک برہمن
دوسرا اس کی برابر تھا کھڑا — اسکے دل میں بھی پریم[۵۳] اُمڈا ہوا
پی رہا تھا پریم امرت کان سے — سُن رہا تھا گیان سارا دھیان سے
دونوں آئے تھے اودھ کی سیر کو — تھا طلسم حیرت افزا آج جو
شہر میں آئینہ بندی ہر طرف — دلکشی و دل پسندی ہر طرف
آئینے کی طرح سڑکیں صاف تھیں — تاب کیا تنکا نظر آسکے کہیں
چھڑکیں خوشبوئیں تھیں اُن پہ بس چاو — عطر آگیں تھی زمیں چھڑکاو سے
شان دکانوں میں نکلتی تھی نئی — ایک سے زینت میں بڑھکر دوسری
بچھ رہے فرش مکلف اور نئے — پیر اور بانکے جواں بیٹھے ہوئے
جامہ ہائے فاخرہ زیبِ بدن — تازہ تر اُن میں نکلتا بانکپن
مال واسباب تجارت بے بہا — سب دکانوں میں قرینے سے چنا
شامیانے خوشنما آگے تنے — جا بجا ناچ اور گانے ہو رہے
صاف اور ستھرے مکاں چھوٹے بڑے — کوچہ و برزن[۵۴] میں بصد زینت کھڑے
سب پہ تازہ رنگ و روغن کی بہا — جس طرح گلزار میں آئے بہار
ہر جگہ منگل کلش چھوٹے بڑے — دھوپ میں گھر گھر چمکتے تھے پڑے
ہر مکاں کے در پہ بندھن وار تھی — گُل سے خوش رنگ اور پتوں سے ہری

---

۵۱ مایا ۵۲ کل چیزوں کی شکل اور تمام طاقتوں والے ۵۳ محبت ۵۴ گلی کوچہ۔

جانب بازار ہر کوٹھے پہ تھیں | شیشہ آلات اور تصویریں لگیں
مخمل و کمخاب اور زربفت کے | اکثر ان کوٹھوں پہ تھے پردے پڑے
جھنڈیاں لہرا رہیں ہر سقف پر | اک مکان سے دوسرے کی خوب تر
آتی ہر گھر سے تھی گانے کی صدا | شوق افزا روح افزا دل فزا

کوچہ و بازار میں انبوہ تھے | شہر اور باہر کی خلق اللہ کے
مرد و زن سب پھر رہے تھے جوق جوق[1] | دل میں الفت[2] اور خاطر میں شوق
جامۂ خوش رنگ زیب تن کئے | ہاتھ میں گلدستہائے تر لئے
اُڑ رہا تھا یوں مکانوں سے عبیر | چھا رہا ہو جس طرح ابر مطیر
سیم و زر کے برتنوں میں سے گلاب | قطرہ افشاں سب پہ تھا مثل سحاب
طرفہ تر سب کی طبائع پہ تھا رنگ | دل میں چہلیں اور خاطر میں اُمنگ
جابجا تھے قہقہے اور چہچہے | جابجا شادی کے جلسے ہو رہے
ایک دریائے خوشی اُمڈا ہوا | جس کی وسعت کا ٹھکانا کچھ نہ تھا
اس میں مرد و زن نہاتے تھے کھڑے | اور دل میں لطف لیتے تھے بڑے

غول کے غول ان میں بوڑھے اور جوان | قلعۂ شاہی کی جانب تھے رواں
مرد پہنے بر میں درباری لباس | نذر و تحفے بیش قیمت سب کے پاس
خوتیں زیب بدن زیور کئے | آرتی کے تھال ہاتھوں میں لئے
مل کے محلوں کی طرف تھیں جا رہیں | اور منگل[3] گان باہم گا رہیں
ہاتھیوں پر اور گھوڑوں پر سوار | بارتھوں میں بیٹھے با عزّ و وقار
جارہے بازار میں سے تھے امیر | اور جلوس انکے نہایت دلپذیر

[1] گروہ [2] محبت [3] خوشی کا گانا۔

تھی ہٹو کی اور بچو کی یاں صدا
اور چورا ہے میں واں مجمع کھڑا

بھیڑ تھی یہ - پھینکتے تھالی اگر
گرتی خلقت کے سروں پر آنکر

ایک جانب رُخ تھا سارے خلق کا
اور وہ راجہ کا محل اے دوست تھا

قلعے میں تھا آج دربار عظیم
اور وہ زینت جسکا بس حق ہی علیم

آدمی سے ہو نہیں سکتی بیاں
ہو تو کیونکر ہو کوئی رطب اللساں

راجہ دشرتھ تاج سورج بنس کے
آج تھے دربار میں بیٹھے ہوئے

اور وہ دربار اس طرح آراستہ
کیجئے قربان اندر کی سبھا

مرتبوں پر اپنے استادہ امیر
کارپرداز و اراکین و وزیر

ایک جانب افسران فوج تھے
ایک جانب شاعر اور پنڈت کھڑے

مل رہے تھے خلعت و انعام آج
لینے والے خوش تھے اور خوش کام آج

پیشکش کرتے تھے تحفے خوشنما
اور انعامات لیتے بے بہا

بھاٹ[1] بندی اور برہمن بےگراں
لیگئے آکے اجناس گراں

شہر میں جو مفلس و محتاج تھا
بذل[2] راجہ سے تونگر آج تھا

آنے والے درشنوں سے شاد تھے
دیتے آآکر سب مبارکباد تھے

راج بشگفتہ رہے مانند باغ
ہوں مبارک آپ کو گھر کے چراغ

ہم ہمیشہ ان کا چرن[3] امرت پئیں
چاروں بیٹے آپکے جگ جگ جئیں

آتی تھی محلوں سے بھی یہی صدا
شور تھا ہر سو مبارک باد کا

عورتیں باہر سے جاتی تھیں بہت
ٹھیر کر پھر باہر آتی تھیں بہت

آرتی کا ساز و ساماں ساتھ میں
تھال سیم و زر کے انکے ہاتھ میں

[1] تعریف کرنیوالے [2] بخشش [3] پاؤں کا دھوون۔

جا بجا محلوں میں منگل گان تھے　　جوگیوں کے جن سے چھُٹتے دھیان تھے
گا بنیں میٹھے سُروں میں گا رہیں　　دبسدم بیلوں میں مہریں پارہیں
تھی خوشی اور خوش نوائی ہر طرف　　بٹ رہی تھی یاں بدھائی ہر طرف

جو خوشی تھی کوچہ و بازار میں　　تھی وہی محلوں میں اور دربار میں
ہر جگہ گانے بجانے تھے وہی　　اور خوشی کے شادیانے تھے وہی
ہر جگہ چُہلیں تھیں اور جلسوں کے رنگ　　ہر جگہ یکساں تھی خاطر میں اُمنگ
وہ برہمن جنکا ذکر اوپر ہوا　　دیکھ کر سیر و تماشہ جابجا
صاف ستھری اک گلی میں تھے کھڑے　　اور وہاں آپس میں باتیں کر رہے
دونوں کے دل میں پریم اُمڈا ہوا　　ابتدا جسکی نہ جس کی انتہا
جب رو کے سے رُکا وہ ایک سے　　اسنے وہ اشعار تازہ تر پڑھے
جن کو سنکر دوسرا کہنے لگا　　واہ شوجی واہ تم کو مرحبا
جانتا ہے راز یہ سارا جگت　　تم ہری رگھبر کے ہو گیانی بھگت
تم نے گرجا سے جو رامائن کہی　　پاپ[2] ناشک ہے وہ گنگا ہو یہی
جسنے اشنان اسمیں بھگتی سے کیا　　جیتے جی سنسار ساگر تر گیا

کلجگ[3] ست جگ میں کہا ہے برہم گیان　　ہے ترتیا جگ میں یگوں کا ودھان[4]
کلجگ دواپر میں بتایا دھیان ہے　　لیک کل جگ کی عجائب شان ہے
گیان دھیان اور یگیہ لازم کچھ نہیں　　کلجگ یاں بھگتی ہے اور دل کا یقیں
کر نا کُن گان اور لینا منہ سے نام　　بس اسی سے ہوتے ہیں پرسن[5] رام
رام کو پرسن جس نے کر لیا　　اس کو جو کچھ چاہیے وہ مل گیا

[1] بھگتی [2] پاپ دور کرنے والی [3] بڑا [4] کرنیکا حکم [5] خوش

دھرم ارتھ اور کام مکتی چاہیے جو
آپ پورن[۵۰] کام اور نشکام ہیں
رام ہی ہیں ایک یاں پورن[۵۱] دھنی
چھوڑ کر ان کو بھجے جو اور کو

رام سے اسے پیارے بھگتیا مانگ لو
لیک ہر شے دینے والے رام ہیں
اپنے بھگتوں کے لیے چنتامنی[۵۲]
ہیں بھلا کیا نام دوں اس خبطی کو

سہل ہے گُن گان آساں رام نام
موہ[۵۳] سے اندھے ہیں وہ سب ہو رہے
جو کتھا رگھبیر کی سنتے نہیں
چاہ درشن کی نہیں گر رکھتی آنکھ

کر نہیں سکتے جو اتنا سا بھی کام
اور جنم اپنا اکارت کھو رہے
سانپ کی بھی ہیں ہیں کان انکے نہیں
ہے پر طاؤس کا داغ ایسی آنکھ

کھو کھلے تو نبے ہیں سر کرنا یقیں
رام کی بھگتی نہیں دل میں اگر
سینہ وہ پتھر کی سل ہے بالیقیں
وہ زبان ہے محض مینڈک کی زباں
جنم لینے کا یہی ہے پھل یہی
گن سُنے رگھبیر جی کے چاؤ سے

رام کے چرنوں میں جو جھکتے نہیں
تو ہیں جیتے جاگتے مردہ بشر
جو چرت سنتا ہے اور پڑھتا نہیں
رام گُن کا جو نہیں کرتی ہے گان
آدمی بھگتی کرے رگھونا تھ کی
بیٹھ کر خود گائے بھگتی بھاؤ سے

آؤ بیٹھیں اور ہری چرچا کریں
آج دن پھر اس طرح سے ہیں پھرے
سامنے مندر ہے جا ایکانت کی
گرچہ ہم دونوں چرت سب رام کے
لیک کہنے اور سننے میں ہے رس

ہم جنم اس جا سپھل[۵۴] اپنا کریں
پانوں شل پھیرتے پھراتے ہو گئے
واں کتھا کیجے گھڑی یا دو گھڑی
مدتوں سے جوں کے توں ہیں جانتے
یہ بھلے تو چاہیے کیا اور بس

۵۰ مستغنی دبے غرض ۵۲ وہ جواہر جسکو ہاتھ میں لیکر جو مانگو وہی ملجائے ۵۳ پندار یا غفلت ۵۴ پھل دالا۔

آپ مجھ سے جنم کہئے رام کا
میں سنونگا سامنے بیٹھا ہوا

رات کو دیکھینگے چل کر روشنی
ہوگی رونق جب دوبالا شہر کی

سُنکے شو جی بولے ای کاگا بھشنڈ
رام بھگتی کو ہے بس تم پر گھمنڈ

تم پیا کرتے ہو یہ آب بقا
کیوں نہ اس رس میں تمہیں آئے مزا

رام کا ہے تم کو پیارا بال روپ
موہنی دل کھینچنے والا سروپ

اس لئے ہے جنم کے سننے کا ذوق
آؤ میں تم سے کہوں با ذوق و شوق

کہہ کے یہ وہ دونوں مندر میں گئے
اور شو جی یوں کتھا کہنے لگے

رام جنم

یہ جہاں ہے محض نیرنگ خیال
حال اسکا خواب کے نقشے کا حال

آرہا ہے کو نظر مانند آب
ہے حقیقت میں مگر موج سراب

جس طرح سے چاند دو آئیں نظر
یا کھلے گلہائے تر افلاک پر

یا اندھیرے میں رسن یا رسیاہ
یا صدف میں سیم کا جول اشتباہ

جاننا سچا سے اگیان ہے
کھیل مایا کا یہ اے انجان ہے

کیا غضب ہے جھوٹ کو سچ جانکر
جیو دکھ میں مبتلا ہیں سر بسر

جسکو دیکھو اس کو ہے ما و منی
ہر جگہ ہے دوستی و دشمنی

ایک کو ہے مال و زر کی چاہنا
ایک کو ہے زن پسر کی چاہنا

ساتھ ہر اک کے بڑا جنجال ہے
نام اسکا ہی تو مایا جال ہے

نام و صورت پر فدا ہیں شیخ و شاب
اور دونوں جھوٹے وہ مانند خواب

[1] دلپسند [2] بوڑھے اور جوان ۔

چشم بینا خواب سے جسدم کھلی　　نام ہے یاں اور نہ ہے صورت کوئی
ہے تو بس وہ اک ودیا[۱] پاک گیان ہے　　جس میں اپنی ذات کا عرفان ہے
سچدانند اور فقط جوتی سروپ　　نام جسکا ہے نہ جسکا کوئی روپ
مخفیہ بھیدوں کا یہ ہی بھید ہے　　نیتی نیتی[۲] اس کو کہتا وید ہے

رام ہیں دراصل یہ ہی شدھ گیان[۳]　　جسمیں کثرت کا نہیں وہم و گمان
رام ہیں دراصل یہ ہی پاک ذات　　نام جسکا کچھ نہ جسمیں کچھ صفات
رام ہیں دراصل یہ ہی شدھ روپ　　ذہن میں آتا نہیں جسکا سروپ
ایک ذات لاتعین اور محیط　　بحر کی مانند ہر جانب بسیط
گیان کے اس بحر میں کل کائنات　　اٹھ کے باقی ہے حیات اور پھر ممات
وقعت دنیا سوا اس کے نہیں　　خواب ہے یہ رام اس کے خواب ہیں
ہے سرشٹی[۴] گاہ پرلے گاہ ہے　　خلقت و محشر کی یہ ہی راہ ہے
جسطرح سے خواب دیکھے خواب ہیں　　اور کھلے جب آنکھ تو کچھ بھی نہیں
نت نئے یہ خواب ہیں رچنا کے کھیل　　جن میں باہم ہے تعلق اور میل
جانتے ہیں ساری گیانی اور بھگت　　خواب میرے رام کا ہے یہ جگت
وہ ہیں ایشور[۵] رکھتے ہیں سب انتظام　　ان سے ہے سب کائناتوں کا نظام
کیا ہی صنعت خرچ ہوا سمیں ہوئی　　کیسی حکمت سے ہے یہ کل چل رہی
راہ باقی ہے خرابی جب ذرا　　لیتے ہیں اوتار خود کر کے دیا
تاکہ نیکوں اور بھگتوں کو بچائیں　　اور جو بد ہیں ناس ان سب کا ملائیں
دھرم کو قائم کریں کھوئیں ادھرم　　پھر سکھائیں گیان بھگتی اور کرم
کیا دیا[۶] مے آہ میرے رام ہیں　　ہر طرح کو آپ پورن کام ہیں

[۱] محیط و بسیط علم [۲] نہ یہ نہ وہ [۳] صاف و پاک [۴] پیدائش، فنا [۵] سب کا اشور [۶] رحیم

اُن کو رغبت اور نفرت کچھ نہیں
کیا ہے چاہت کیا اچاہت کچھ نہیں

لیک بس میں اپنے بھگتوں کے مدام
لیتے ہیں اوتار اور کرتے ہیں کام

جب کشش لہائے صافی کی ہوئی
ہو گئے ظاہر اسی دم رام جی

دیتے ہیں درشن نہایت چاؤ سے
کھنچکے آجاتے ہیں بھگتی بھاؤ سے

اس جنم کا بھی یہی ہے بس سبب
جس کے دیکھے ہیں تماشے ہم نے سب

بہترِ مخفی لو بتاتا ہوں تمہیں
حال ہے دلکش سناتا ہوں تمہیں

کلپ[۵۱] کے آغاز میں اے نیک خو
راج کرتے تھے سویمبھو جی منو

اور شت رو پا تھی رانی باوفا
مدتوں راج ان کا بھارت[۵۲] میں رہا

تھے زبس اوّل منو باحتشام
راج کا کرتے تھے خود سب انتظام

خلق کو ہر قسم کی تعلیم دی
باندھی مرجادا[۵۳] کرم اور دھرم کی

یوں غرض مصروف کاموں میں رہے
پیر گو دونوں کے وہ یوں ہو گئے

پر نہ بھوگوں سے ہوا اُن کو براگ[۵۴]
دل میں تشنیوں کی لگی رہتی تھی لاگ

سوچا راجہ نے کہ بوڑھا ہو گیا
جنم کا لیکن نہ پھل مجھ کو ملا

بھوگ بھوگے پر نہ کچھ سیری ہوئی
آگ میں ڈالا ہے الٹا ہی نے گھی

پھر مجھے یہ آگ تو کیونکر بجھے
مجھ کو اب بیراگ کرنا چاہیے

کر چکا ہوں برہم چرج اور گرہستھ
اب یہ لازم ہے بنوں بانپرستھ

چھوڑ کر شاہی محل جنگل کو جاؤں
بیٹھ کر واں دھیان ایشور سے لگاؤں

جنم کا پھل ہے یہی گر سوچیے
آدمی کچھ بہتری اپنی کرے

کھانے پینے ہی میں دل گر غرق ہے
مجھ میں حیوانوں میں پھر کیا فرق ہے

شکر ہے کچھ عمر باقی ہے ابھی
بھگتی کرنی چاہیے بھگونت کی

---

[۵۱] خلقت سے محتریک کا وقت [۵۲] ہندوستان [۵۳] حد [۵۴] نفرت از لذات۔

سوچ کر یہ راج بیٹے کو دیا | موڑ کر محلوں سے منہ بن کو چلا
یوں چلا راجہ پکڑ رانی کا ہاتھ | گیان کے جسطرح سے بھگتی ہو ساتھ
پہلے تیرتھ جاترا جا بجا | جا کے منیوں اور رشیوں سے ملا
سود ہے تیرتھ میں جانیے یہی | گیانیوں سے ہو ملاقی آدمی
شک و شبہات انسے سب جا کر کہے | کچھ دنوں تک انکی صحبت میں رہے
گیان کی باتیں سُنے اور دھیان کی | ان سے لے بھگتی شری بھگوان کی
ورنہ تیرتھ جاترا کیا سیر ہے | کچھ بھلائی ہے نہ جس میں خیر ہے
اسطرح وہ جاترا جب کر چکے | جا کے نیمش نام تیرتھ میں رہے
یاں انہوں نے تپ نہایت سخت کی | برت رکھے نیم باندھے با خوشی
رفتہ رفتہ ان کی یہ حالت ہوئی | نام آیا لب پہ اور رقت ہوئی
دل میں رکھتے دھیان منہ سے جپتے نام | اب انہیں کچھ کام تھا تو بس یہ کام
جان و دل سے رام کے وہ ہو رہے | اور کچھ خدشے طبیعت میں نہ تھے
رام کا تھا دھیان انہیں آٹھوں پہر | غیر کی جانب نہ جاتی تھی نظر
قلب جب ایسا صفا ہو گیا | درشنوں کا صاف رستا ہو گیا

انکو درشن کی تمنا تھی بڑی | اور یقیں تھا یہ ملینگے رام جی
بھگت بتسل[1] جو شری بھگوان ہیں | سرو ویاپی سرو شکتیمان ہیں
ہے ازل سے تا ابد بس جنکی بود | ما سوا ان کے ہے سب ہی نمود
جسطرح سے خواب دیکھے خواب میں | آسماں ہو اس میں یا اس بیچ میں
چاند تارے آفتاب و ماہتاب | کوہ و دریا بحر و بر اور خاک و آب
آدمی اور جانور ہوں بے شمار | سب کی ہستی کا مگر اس پر مدار

۱؎ خاص عہد ۲؎ بھگتوں پر مہربان -

وہ ہو حق جھوٹی ہو ساری کائنات | رام جی ر...
اَنش جن کے وشنو برہما اور مہیش | جاگ...
جزو جن کے حصے ہاے کائنات | عضو...
جلوہ فرما ہر طرف جو وشو روپ | سچدانند آپ اور جو نی...
جن کی مایا سے ہیں سب موہ گئے | جو عیاں ہو کر بھی ہیں مخفی ہو...
سب سے مخفی ہیں پہ اُنپر ہیں عیاں | ہو رہے جو انکے جے وہم و گماں
راجہ اور رانی کے دلمیں تھا یقیں | دینگے کرپا سے ہمیں درشن کہیں
جان اور دل سے ہم انکے داس ہیں | دور کب ہیں وہ ہمارے پاس ہیں
ہونگے ظاہر بھی کبھی کرپا ندھان | رات دن رہتا ہے ہمکو انکا دھیان
کوئی مایوس انکے در سے کب پھرا | ہم پہ بھی کرپا کرینگے اور دیا
سعی لاحاصل ہے مہمل بالیقیں | رائگاں محنت کبھی جاتی نہیں

بھگت کے دلمیں گر ایسا چاؤ ہے | رام کو پیارا یہ بھگتی بھاؤ ہے
کر رہے تھے دھیان جب وہ ایک روز | خود ہوئے کرپا ندھی جلوہ فروز
برق رخشاں سا درخشاں رنگ شام | دیکھکر جسکے نظر خیرہ مدام
سر پہ زیبندہ مکٹ پہنے ہوئے | گرد رخ انوار صدقے ہو رہے
نور سے پر نور یوں تھی جبیں | ہو منور جس طرح ماہ مبیں
ایک پر سے کا عدیو انترا رہا | بیاں کیا ہیں وہ بھوؤں کی خوشنما
جن کی جنبش کچھ کہی جاتی نہیں | اور کیا ہے شعر سے کہی جاتی نہیں
چشم جیسے خوشنما نیلے کمل | گوش گل کی طرح خوبی کے محل
دونوں عارض ہیں یہ عالم نور کا | مہر شل مہ کر رہے کسب ضیا

۱ے حصے ۲ے زمان و مکان ۳ے ذات نوری ۴ے مہربانی کے خزانے۔

اس طرح ... ماہ کی زیبا شعاعیں جس طرح
...یہ تازہ تر بہار آب لے لعل بدخشاں ستجار
...ں ہیں ایسی آب و تاب موتیوں کو دیکھکر آئے حجاب
سینہ اور شانے فراخ ایسے کہ گر شیر دیکھے۔ رشک کھائے دیکھکر
تا بزانو چاروں بازوئے دراز تیغ اور نیزے کو جن پر فخر و ناز
پیٹ ہیں بل تین اور پتلی کمر محو حیرت چشم ان کو دیکھ کر
نرم اور نازک کمل جیسے چرن[۱] جنکا بھونرا رہتا ہے سنتوں کا من
زیورات بے بہا پہنے ہوئے محسنہ اوصاف یا گہنے ہوئے
ریشمی پیتامبر[۲] زیب بدن اور بن مالا کی پھر اس پر پھبن
خواب میں بھی جسنے دیکھا یہ سروپ تا دم مرگ اپنے وہ بھولا نہ روپ
آدشکتی[۳] سوہنی ہمراہ تھی حسن میں جو رشک مہر و ماہ تھی
لکشمی برہمانی گوری سب کی سب انش[۴] جسکے اور جو ان کا سبب
اسکی رچناؤں کا کیجے کیا بیاں حسن جسکا باعث حسن جہاں

راجہ اور رانی نے جو دیکھا یہ روپ سوہنی اوتار جگ موہن سروپ
چشم آئینہ نمط حیراں رہی صورت تصویر صورت بن گئی
آنکھیں جھپکائے نہ جھپکیں ایکدم ٹکٹکی باندھے رہیں دونوں بہم
محو حیرت وہ کھڑے اسطرح تھے مفلسوں کو جس طرح دولت ملے
یا مریضوں کو ملے کامل شفا یا کہ چشم کور میں آئے ضیا
تھے پرم آنند میں دونوں مگن ہوش جاں کا تھا نہ کچھ ہوش بدن
رام جی ان کی یہ حالت دیکھکر خوش ہوئے اور بولے مانگو مجھسے

۱؎ پانوں ۲؎ زرد کپڑا ۳؎ سب سے پہلی مایا ۴؎ حصے

کوئی شے ایسی نہیں یاں اور کبھی ۔۔۔ اپنے بھگتوں کو نہ دوں جو باخوشی
مانگنے والا وہ سمجھو بے نصیب ۔۔۔ جو نہ مانگے جا کے دانی کے قریب
ہیں تمہارے پاس خود آیا ہوں آج ۔۔۔ کرلو پورے سب منورتھ اور کاج

رام جی کا بسکہ راجہ بھگت تھا ۔۔۔ جز پریم اس کا نہ تھا کچھ مدعا
باندھ کر ہاتھوں کو بولا رام جی ۔۔۔ میرے من میں بس تمنا ہے یہی
آپ کی صورت میرے دلمیں بسے ۔۔۔ آپکی ہی شکل آنکھوں میں رہے
صورت تن میں رہوں اور آپ جان ۔۔۔ گر جدا ہوں آپ تو تج دوں پران
ہوسکینگی لیک یہ باتیں جبھی ۔۔۔ آپ سا فرزند میرا ہو کبھی
مسکرائے رام سنکر یہ مقال ۔۔۔ اور کہا رانی سے تو بھی کر سوال
بولے وہ راجہ نے جو کچھ ہے کہا ۔۔۔ ہے وہی میرے بھی دل کا مدعا
آپ سا فرزند میرا ہو کبھی ۔۔۔ اور یہ بھی ماں رہوں اسکی بنی
ہنسکے بولے رام جی ہو مہرباں ۔۔۔ آپ سا انسان میں ڈھونڈھوں کہاں
ہے یہ تیرلوکی مری دیکھی ہوئی ۔۔۔ مجھ سا میں نے یاں نہیں دیکھا کوئی
آپ ہی بیٹا تمہارا ہونگا میں ۔۔۔ اور تمہیں بھگتی کا ثمرہ دونگا میں
اندر کے اب لوک میں تم دونوں جاؤ ۔۔۔ لطف بھوگوں کے وہاں جاکر اٹھاؤ
دوسرا جب جنم تم لوگے کہیں ۔۔۔ ہونگا میں بیٹا تمہارا بالیقیں

رام تو یہ کہہ کے غائب ہوگئے ۔۔۔ اور وہ دونوں اندر پور میں جا بسے
دوسرا جب جنم دونوں نے لیا ۔۔۔ راجہ اگر راجہ دشرتھ ہوا
اور کوسلیا وہ رانی ہو گئی ۔۔۔ تھی کشش دونوں میں پہلے جنم کی

۵۱ مطلب دل اور کام ۵۲ جان دے دوں ۵۳ تینوں لوک

ہوگئی دونوں کی شادی بھی بہم — کھینچتی الفت ہے سب کو بیش و کم
ساتھ دونوں مدتوں ہنستے رہے — بھوگتے سکھ اور دکھ سہتے رہے
جب نہ اولاد انکی عرصے تک ہوئی — راجہ نے کیں شادیاں دو اور بھی
اک سومترا انہیں رانی باوفا — دوسری تھی کیکئی نازک ادا
حسن کا تھا جسکے شہرہ دور دور — اور برستا تھا رخ صافی سے نور
جان و دل سے اپنے راجہ تھا فدا — بسکہ عورت تھی بہت شیریں ادا
اسطرح گو لطف اب سرچند تھا — پر نہ راجا سکھ سے بہرہ مند تھا
چاہنا اولاد کی باقی رہی — عمر گزری اور پیری آگئی

تھے وسشٹ اسکے پروہت اور گورو — اگیانیوں میں فرد بارائے نکو
دے گیا درخواست راجا انکے پاس — کیونکہ جبتک سانس ہے ہے یہی آس
بولے وہ صدقے سے ہے ردّ بلا — جس نے دی خیرات اسکو پھل ملا
جانتا ہے جس کو ہے عقل و تمیز — دان[1] سے بہتر نہیں دنیا میں چیز
دان سے جس کی ہوئی حاجت روا — دل سے دیتا ہے وہ داتا[2] کو دعا
دان سے جسکی کلی دل کی کھلی — دینے والے کے لئے وہ یا خوشی
کرتا رہتا ہے بھلائی کے خیال — ہے خوشی و خرمی جن کا مآل
ان خیالوں کو جہاں قوت ہوئی — اور جو شئے چاہئے فوراً ملی
وجہ یہ دیتا ہے دنیائے خیال — نقشۂ خواب شبیہ کی مثال
صورتیں گھڑتا تصور ہے مدام — سِدّھ[3] ہوتے ہیں نہیں ہیں جیسے کام
یکجہ کرنے حقیقت بتلاتا ہے وید — سب میں اسے راجہ یہی مخفی ہے بھید
دیوتا اور آدمی اور جانور — کھنچتے ہیں دل سے ہیں سب سربسر

[1] خیرات [2] خیرات کرنے والا [3] پورے ہوتے ہیں۔

پھر اولاد آپ اب یگ کریں | کھولکر جی اس میں سبکو دان دیں
ایسی ہے تجویز یہ پھل لائیگی | آرزو جو دل میں ہے بر آئیگی

بات تھی معقول راجہ نے سُنی | سُنکے صدق دل سے اسکی داد دی
ایک بھاری یگیہ کا ساماں کیا | دان اس میں مستحقوں کو دیا
وید کی ہر کام میں برتی بدھی[1] | پورے پورے طور سے قربان کی
ختم اگنی[2] میں ہون جب ہو چکا | برہمن نے کھیر کا دونا لیا
اور کہا راجہ مراد قلب پاؤ | رانیوں کو کھیر یہ جا کر کھلاؤ
بارور ہوگا درخت آرزو | ہونگے لڑکے خوبصورت خوبرو
کھیر کا دونا جو راجہ نے لیا | کیکئی کوشلیا کو دے دیا
آدھی آدھی کھیر ان دونوں نے لی | اپنے حصے کی پھر آدھی آدھی کی
ایک حصہ آپ کھایا دوسرا | سُنکے دونوں نے سُمترا کو دیا
رانیوں کو اور راجہ کو یقیں | بسکہ یہ تھا یگیہ پھل دیگا ہمیں
یہ عقیدہ وقت پر لایا ثمر | ہو گیا نخل تمنا بارور

آئے دن وضع حمل کے جب قریب | ایک دن کوسلیا وہ خوش نصیب
دیکھتی کیا ہے کہ طفلی تن دھرے | آپ ہیں کرپاندھی[3] آگے کھڑے
پہلے شت روپا نے جو وشنو کا روپ | چوبھجا[4] دیکھا تھا من موہن سروپ
وہ ہی اب پیش نظر تھا برملا | اس میں بھولا پن مگر بچے کا تھا
محو حیرت دیکھ کر رانی ہوئی | دست بستہ استتی[5] کرنے لگی
بھگت وتسل[6] تم شری بھگوان ہو | سرو ویاپی سرو شکتیمان ہو

[1] طریق [2] آگ [3] رحم کے خزانے [4] چار بازو والا [5] حمد [6] بھگتوں پر مہربان

روم روم ایسا کہ جس میں کائنات ۔ ایک تم اور تم سے پورن شش جہات
کوئی جا تم سے کبھی خالی نہیں ۔ آسمان و عرش و کرسی و زمیں
ہوسکے وہ ایک پھر بچے کا شریر ۔ اس دیا کی کسنے دیکھی ہے نظیر
برہم وہ ایک پیٹ میں میرے رہے ۔ یہ اچنبھا کون کس منہ سے کہے
اپنی داسی پر کھلا کس نے دیا ۔ ایسی کی ہے اسے دیامئے مرحبا

کہہ رہی تھی منہ سے یہ گدگد بچن ۔ چشم نم اور دل میں بھگتی جوش زن
رام کو کرنے چرتر منظور تھے ۔ اس لیے ماتا کو سمجھانے لگے
تا کہ سمجھانے سے آئے اسکو ہوش ۔ ماتا بیٹے کی مارے دل میں جوش
آخرش مایا دیا پی موہنی ۔ اور خود کوسلیا کہنے لگی
چھوڑ دئے بھگوان اپنا یہ سروپ ۔ اور میرے لخت جگر کا دھر لئے روپ
سنکے بچے کی طرح رونے لگے ۔ اسطرح جیسے ابھی پیدا ہوئے
عورتیں دوڑیں محل میں غل مچا ۔ راجہ دشرتھ کے کنور پیدا ہوا
گوش راجا میں پڑی جب یہ بھنک ۔ سوچا اسنے خود بخود اور یک بیک
نام جسکا منگلو بہکا دھام ہے ۔ لو مرے گھر آیا وہی رام ہے
مجھ سا دنیا میں نہیں ہے خوش نصیب ۔ رات دن اب رام کے ہوں میں قریب
دم کے دم تو من میں یہ سدھ بدھ رہی ۔ آخرش مایا دیا پی موہنی
خوش ہوا میرے پسر پیدا ہوا ۔ دل خوشی پر جان سے شیدا ہوا
شادیانے بولا شادی کے بجاؤ ۔ شادیانوں میں شادمانی سنا د

چیت کی نومی کا دن تھا خوشگوار ۔ مہر تھا جب بر خط نصف النہار

---

۱ بھری ہوئی ۲ رونے کی آواز ۳ خوشیوں کا

جنم دن ہے یہ گھشنڈی رام کا — دل لبھانے والا خاص و عام کا
ہوگا یہ روز مبارک یادگار — ملک بھارت میں بہر شہر و دیار
ہو رہا ہے آج میلا جسطرح — ہر جگہ ہر سال ہوگا اس طرح
بھگت جن[1] ست سنگتو نیں جائینگے — اور وہاں جا کر ہری گن گائینگے
ہیں اسی دن ہی بھرت پیدا ہوئے — اپنی ماتا کیکئی کے پیٹ سے
لکشمن اور شتروہن نے بھی بہم — پایا ہے بطن سمترا سے جنم
انش تینوں یہ شری بھگوان کے — ساتھ انکے ایک دن پیدا ہوئے
سکھ راجا کی برآئی ہے مراد — ہے رعیت بھی نہایت دلمیں شاد
ہے خوشی پرجا[2] کی راجا سے بھی — یوں نظر آتی ہے یاں ہر جا خوشی
ہو رہے ہیں جشن یہ دس روز سے — اور ہم بھی ہیں برابر پھر رہے
جنم جب جب ہوتا ہے بھگوان کا — ہے تمہارا اور میرا قاعدہ
بھیس لیتے ہیں بدل ہم اُن کے — تا کہ دیکھیں سب چرت بھگوان کے
تو گھشنڈی آپ سے ہم کہہ چکے — رام کیوں دشرتھ کے گھر پیدا ہوئے
ہے جنم لینے کا باعث، اور بھی — وہ بھی سنئے دیکھیں گے پھر رشتی

رام جنم کا باعث

ہے نہیں معلوم نارد جی کا حال — دیوتاؤں میں رشی ہیں باکمال
ہیں بھگت بھگونت کے نشکام[3] ہیں — انکو پیارے جان و دل سے رام ہیں
نت بلا ازبسکہ ہر گل[4] سے سُنی — ہر جگہ بے روک ہے ان کی گتی[5]

[1] بھگت لوگ [2] رعیت [3] بے غرض [4] عقل صداقت [5] رفتار

بین اپنے ہاتھ میں ہر دم لئے　　پھرتے ہیں گُن گان[۵۱] کرتے رام کے
ایک دن پہنچے ہمالے پر رشی　　دیکھی ایک گھاٹی جو خوش آیند تھی
بہ رہی تھی بیچے گنگا شور سے　　اور ڈھلانوں پر کھڑے جنگل گھنے
یہ فضا من کو مُنی کے بھا گئی　　دیکھ صنعت یاد صانع آ گئی
بیٹھ کر گُن گان وہ کرنے لگے　　کُنج تنہائی میں سُر ایسے بندھے
سُدھ نہ تن کی اور نہ کچھ من کی رہی　　نرنکلپ[۵۲] انکی سمادھی لگ گئی

جب نہ کھولی آنکھ اور عرصہ ہوا　　دیکھکر اندر اپنے من میں ڈر گیا
تپ مُنی کی خالی از علت نہیں　　راج تو میرا نہ چھینیگا کہیں
دیکھو کیا مایا قوی ہے رام کی　　اندر کو یہ خوف اور بھگتوں سے بھی
جنکی آنکھوں میں جہاں سب ہیچ ہے　　یا جگت جو دیکھتے ہیں رام مے
جسکی کثرت آنکھ میں وحدت ہوئی　　اسکو گر ہو چاہ تو کس بات کی
دیوتا بھوگوں کے بھوکے بس ہیں آہ　　انکو رہتا ہے ہر اک پر اشتباہ
سو کھا ٹکڑا جیسے کوا لے چلے　　اپنے لالچ سے ہر اک سے وہ ڈرے
یا کہ کتا لیکے سوکھی استخواں　　شیر نر سے بھاگے یہ کر کے گماں
میری ہڈی یہ نہ مجھ سے چھین لے　　اور مجھے بھوکا نہ خود مرنا پڑے

اسطرح جب خوف اندر کو ہوا　　کام کو اسنے طلب فوراً کیا
اور کہا اے باوفا نوکر مجھے　　خوف ہے نارو کے بھگتی بھاؤ سے
جا تب کوہ ہمالا آج جاؤ　　اور سمادھی جسطرح سے ہو چھٹاؤ
حکم پا کر کام دیو اس سے چلا　　لاؤ لشکر اپنا ساتھ اپنے لیا

۵۱ تعریف کرنا ۵۲ یکسوئے مطلق۔

کوہ پر جا کر رچی اسنے بہار　　موسم مطبوع خاطر خوشگوار
قد کشیدہ چارسو اونچے شجر　　گل کسی میں اور کوئی بار ور
یک قلم دخل خزاں تھا برطرف　　کھل گئے گلہائے تازہ ہر طرف
بھینی بھینی چارسو خوشبو اُڑی　　باغ سے بادِ بہاری جوں چلی
طایروں نے چھیڑے اپنے زمزمے　　جن کو سُنکر مست صوفی بھی ہوئے
ابر نھی نھی برسا تا پھوار　　اور دریا اپنی دکھلاتا بہار
اپسرائیں آکے واں پھرنے لگیں　　مست جھنکار انکی پازیبوں کی تھیں
ناچ گانے جا بجا ہونے لگے　　مست باجے یاں بجے اور واں بجے
کام سے القصہ جو جو ہو سکا　　اسنے وہ مستی فزائی کو کیا
لیک لاحاصل یہ سب ثابت ہوئے　　دھیان میں نارد رشی بیٹھے رہے
کام آخر آکے قدموں میں گرا　　دست بستہ یوں کہا کیجے دیا[1]
اب سمادھی سے اُٹھے نارد رشی　　سنکے حال انکو بہت حیرت ہوئی
کبر پیدا یہ ہوا جیتا ہے کام　　کون مجھ سا ہے یہاں عالی مقام
میرے درجے کو نہیں پہنچا کوئی　　دیوتا کیا سِدّھ کیا کیا آدمی

واں سے اُٹھ کر پاس اندر کے گئے　　اور سبھا میں حال سب کہنے لگے
داد دی سب نے رشی جی واہ واہ　　ہو سکا کس سے ہے جو تم سے ہوا
جیتے جی حاصل کیا تم نے کمال　　یہ سمادھی کس نے پائی لایزال[2]
سنکے یہ دل میں ہوا ایمان[3] اور　　ہر طرح سے ہے ڈبوتا نادان اور
آئے میرے پاس وہ کیلاس میں　　تاکہ مجھسے سرگزشت اپنی کہیں
میں نے سنکر یہ صلاح نیک دی　　مجھسے تو یہ داستاں تم نے کہی

[1] مہربانی [2] نہ گھٹنے والی [3] پندار

اس میں سیم و زر کے سنگھاسن[۵۱] بچھے — ساز اور سامان راجائی رکھے
دیکھکر نارد کو حیرانی ہوئی — ہیں یہ سب تیاریاں کس بات کی
پوچھا لوگوں سے تو یہ عقدہ کھلا — راج کنیا[۵۲] کا سوئمبر ہے رچا
بعض نے پہچانا ہیں نارد رشی — جا کے راجا کو خبر فوراً دی
سن کے یہ دربار سے راجہ اٹھا — آ کے ہاتھوں ہاتھ اندر لے گیا

راجیوں نے سروقد تعظیم کی — جا کے بیٹھے صدر میں نارد رشی
بولا راجہ جاؤ لڑکی کو بلاؤ — اور ہاتھ اسکا رشی جی کو دکھاؤ
تا کھلے مجھپر ملے گا کیسا بر[۵۳] — فکر رہتا ہے بڑا شام و سحر
کنیا نے آن کر پرنام کی — دیکھتے ہی رہ گئے نارد رشی
روپ تھا اسکا مہا مایا کا روپ — لکشمی کا تھی یعنی بالکل سروپ
تاب عارض سے خجل خورشید و ماہ — چشمک برق جہاں اسکی نگاہ
عضو عضو ایک سانچے میں ڈھلا — اور سانچا بھی وہ جو ہو نور کا
پہلے دیکھا تھا نہ یہ حسن و جمال — دیکھ کر نارد کو حیرت تھی کمال
ہاتھ کی ریکھاؤں[۵۴] کو دیکھا بغور — اُن سے حیرانی بڑھی نارد کی اور
جو کوئی اس راج کنیا کو برے[۵۵] — وہ نہ مارے موت کے ہرگز مرے
اسپہ دشمن فتح پائیں کیا مجال — فتح و نصرت جس رہے وہ بیمثال
دیوتا سدھ آدمی اور جانور — سب رہیں تابع ہمیشہ سربسر
الغرض یہ کنیا جسکو برے — وہ اچل راج ایشور جیسا کرے

طالع یاور کے یہ سب خاصے — دیکھکر نارد نے من ہی میں رکھے

[۵۱] تخت کے پایوں کی چوکی [۵۲] راجہ کی لڑکی [۵۳] خاوند [۵۴] لکیریں [۵۵] شادی کرے۔

باتیں معمولی سی راجہ کو بنا — چاہی رخصت واں نہ جب بیٹھا گیا

کام[51] کا اور لوبھ کا من میں تھا زور — کسطرح مجھ کو برے یہ چت چور[52]

آج جب اونپ یہ دل جینا نہیں — چاہنا یہ ہے ملے یہ مہ جبیں

آہ پیارا سور تو نکو حسن ہے — پاس ہم مینوں کے کب نکلی یہ شے

کسطرح بہرہ ہو از حسن و جمال — تاکہ عاشق مجھ پہ ہو یہ خوش خصال

اور کی جانب نہ آنکھ اپنی کرے — ہار بس میرے گلے میں ڈال دے

میری تو وشنو ہیں دنیا میں پناہ — انکے بھی دل میں ہے میری جایگاہ

جا کے ان سے یہ کہوں جوتی سروپ — آج مانگا دو مجھے تم اپنا روپ

بھگت کی اپنے حمایت لینگے وہ — روپ اپنا مجھ کو مانگا دینگے وہ

موہنی مورت ہوئی میری جہاں — کینیا مجھ کو بریگی بے گماں

وقت پھر کیوں اسطرح سے میں گنواؤں — دھیان لازم ہے کہ وشنو کا لگاؤں

دیکھ کر سنسان جا ایکانت کی — دھیان کرنے بیٹھے واں نارد رشی

اے ہری تم ہو میری پشت و پناہ — مجھ پہ کیجئے آج رحمت کی نگاہ

دور ہوں اس دم پہ دل سے پاس ہوں — جان و دل سے میں تمہارا داس ہوں

بھگت پر کرتے ہو تم دائم دیا — کیجئے وہ جس میں میرا ہو بھلا

بھگت وتسل سبکہیں بھگوان جی — آ گئے فوراً جب دعا نارد نے کی

اسطرح وشنو کے جب درشن کئے — سوچے نارد سدھ کام اب ہو گئے

اپنا سب انکو سنایا حال زار — کس طرح ہے ہجر سے سینہ فگار

گھر گئے ہے دل میں کیسی بیکلی — جان پر ہے آج کیسی آبنی

ہے تو درد دل کا بس یہ ہے علاج — اے ہری[53] مانگا دو اپنا روپ آج

[51] شہوت اور لالچ [52] دلربا [53] وشنو

جس میں میرا فائدہ مقصود ہو / اے بھگت[1] بتسال تم وہی کرو
بولے وشنو جسمیں ہے اصلی بھلا / تم کو وہ ہی روپ کرتا ہوں عطا
درد سے بیتاب ہو بیمار گر / دیتے ہیں اسکو اطبا بیشتر
وہ دوا جسمیں کہ اسکا سود ہے / بہتری بیمار کی مقصود ہے

رنگ جذبہ یہ تھا طبیعت پر چڑھا / رمز نارد جی نہ سمجھے کچھ ذرا
آنکھ سے غائب اُدھر وشنو ہوئے / اور یہ خوش خوش سوئمبر کو چلے
دھیان یہ تھا ہے ہری کا میرا روپ / موہنی دل کھینچنے والا سروپ
کنیا مجھکو برے گی بالضرور / نور رخ جسکا مہ تاباں کا نور
جب سوئمبر میں یہ پہنچے آن کر / راجہ تھے سنگھاسنوں پر جلوہ گر
تھا سوئمبر راجہ اندر کی سبھا / ایک سے راجہ تھا بڑھکر دوسرا
جامہائے فاخرہ زیبا بدن / طرفہ تر جن میں تھا بانکپن
سبکی جانب یہ نگاہیں ڈالتے / بیٹھے اک اونچی سی جا پر آن کے
اور لگے اوپر اُچک کر دیکھنے / کنیا کب آتی ہے برنے مجھے
روپ ہے میرا ہری کا بے نظیر / نور سے جس کے خجل ماہ منیر
چھوڑ کر مجھ کو برے گی وہ کسے / ہو گئے سیدھے آج سب کارج[2] مرے
جب اُچکتے تھے یہ تو دو برہمن / پاس بیٹھے آپ کے تھے خندہ زن
کہتے تھے ہے روپ کیا ہی خوشنما / بس انہیں کو ہی برے گی کنیا
موہ سے عقل ہی ماری گئی / کچھ نہ سمجھے وہ کہ کرتے ہیں ہنسی
لیک جب گزری اُدھر سے کنیا / دیکھا اسنے طرفہ تر وال ماجرا
سامنے جو شخص میرے بیٹھا ہے / جسم انساں کا ہے مُنہ بندر کا ہے

۱ بھگتوں پر مہربان ۲ کام۔

یہ بھیانک روپ دیکھا تو ڈری
اور فوراً ہی وہ آگے بڑھ گئی

شام رنگ اک وہ بیٹھا تھا کمار
حُسن جس کے روے روشن پر نثار

اس کی جانب کنیّا یکدم بڑھی
جا کے جے[۵۱] مالا گلے میں ڈالدی

آیا نارد کو تعجب بار بار
کیوں بر اس کنیا نے یہ کمار[۵۲]

روپ میرا ہے ہری کا طرفہ روپ
ایسا من موہن نہیں کوئی سروپ

مجھ کو چھوڑا اور کمار اس نے برا
میں نے سوچا کیا تھا اور کیا ہوگیا

وہ برہمن پاس والے پھر ہنسے
اور ان سے اسطرح کہنے لگے

اے مُنی باہر ذرا تم یاں سے جاؤ
عکس رُخ پانی میں اپنا دیکھ آؤ

آب میں جا کر نظر نارد نے کی
شکل وصورت اُسکی[۵۳] تو عین بندر کی تھی

عشق کی اور ہجر کی تھی لبک لاگ
دیکھتے ہی ہو گئے غصے سے آگ

آہ وشنو نے بڑا دھوکا دیا
میں نے کیا مانگا تھا مجھ کو کیا دیا

ہے ہری وشنو کا اور بندر کا نام
ایک لفظ اور دو معنی لاکلام

میں نے مانگا موہنی وشنو کا روپ
اور بندر کا دیا مجھ کو سروپ

جگ ہنسائی کیا کرائی میری آہ
شرم آتی ہے جو کرتا ہوں نگاہ

دیکھکر دونوں برہمن پھر ہنسے
انکو ہنستا دیکھ نارد جل گئے

بے حیا دُھیل تمسخر کا یہ لو
شاپ دیتا ہوں نشاچر[۵۴] تم بنو

پھر جو پانی کی طرف ڈالی نظر
سابقہ صورت تھی اپنی سربسر

اور آیا دیکھ کر غصہ اسے
کانپتے اور ہانپتے واں سے چلے

چل کے اب وشنو کو بھی دیتا ہوں شاپ
چاہے جاں سے کیوں گزر جاؤں نہ آپ

۵۱ جیت کا ہار ۵۲ نوجوان ۵۳ بعینہ یا بالکل ۵۴ راکشس۔

راہ چلتے خود ملے کرپا ندھی | اور عجب بیہودہ گفتاری سنائی تھی
یوں چلے جاتے تھے پکڑی اسکا ہاتھ | پر ہم نے جس طرح سے پایا ہو ساتھ
دیکھکر نارد کو یوں کہنے لگے | کیوں کہاں جاتے ہو گھبرائے ہوئے
سن کے آواز آگ ہی تو لگ گئی | طیش کھا کر بولے یوں نارد منی
تم سا کپٹی[۵۱] ہے نہ حاسد ہی یہاں | دیکھ سکتے اور کو تم ہو کہاں
چاہتے ہو جو وہ کرتے ہو سبھی | بسکہ سر پر ہے نہیں افسر کوئی
بد کو نیک اور نیک کو کرتے ہو بد | کچھ نہیں رنج و خوشی سب ہے ردّ و کد
نیک و بد اعمال سے بندھتے نہیں | کیا ہی خود مختاریاں ہیں بالیقیں
ہم بھی دیکھیں گے تمہاری چاہنا | اب بھلے[۵۲] گھر میں دیا ہے پاہنا
مجھکو انسان کا بدن دیکر چھلا | ہو تمہارا بھی بدن انسان کا
گیان میرا ہر لیا اور موہ[۵۳] دی | ہو تمہیں بھی جنم لے کر موہ ہی
ہجر سے از بس ستایا ہے مجھے | تم کو بھی صدمے ستائیں ہجر کے
مجھکو بندر کا زبس چہرہ دیا | بندروں کا ہی تمہیں ہو آسرا

شکر اے شاپ پربھگوان جی | اور نارد کی وہ سب مایا ہری
اب جو دیکھا تو نہ بستی تھی کہیں | تھا سوئمبر اور نہ کوئی نازنیں
سامنے کرپا ندھی تھے خود کھڑے | منہ پر نارد رشی کے ہنس پڑے
دیکھکر نارد پہ یہ عقدہ کھلا | کھیل سب بھگوان کی مایا کا تھا
بسکہ کرنا تھا مرا ابھمان دور | تاکہ دھندلا گیان کا ہووے نہ نور
آپ نے اسکا مداوا[۵۴] یہ کیا | واہ وا میں نے دیا ہے کیا صلا
شاپ میں دوں اور یہ کرپا ادھر | قابل نفریں ہوا میں سربسر

۵۱ حاسد ۵۲ بلاوا ۵۳ غفلت ۵۴ علاج

سوچکر یہ پاؤں میں نارد گرے — اے دیالے مجھ پہ کرپا کیجیے
شاپ ثابت ہو مرا جھوٹا ابھی — بددعا مجھ کو لگے ساری مری
مسکرا کر بولے وشنو اے منی — غم کیوں کرتے ہو یہ ہونا تھا یہی
کرۂ ارضی پہ جب بڑھتے ہیں پاپ — مجھکو لینا پڑتا ہے اوتار آپ
تاکہ روکے دہر سے دیتوں او ظلم — اور سکھاؤں لوگ بھگتی اور کرم
مجھکو اوتار ایک اب لینا ہی تھا — شاپ کا خاصہ بہانہ ہو گیا
پھر نہ لینا نام تم ابھمان کا — مشغلہ رکھو مرے گن گان کا
کہکے انتر دھان پربھو ہوگئے — دھیان کرتے انکا نارد جی چلے

راہ میں جاتے ملے وہ برہمن — جو سویمبر میں تھے ان پر خندہ زن
دیکھکر دونوں ہی قدموں میں گرے — عاجزی سے اسطرح کہنے لگے
وشنو کے گن ہیں اور برہمن ہم نہیں — بات سچ کہتے ہیں کیجیگا یقیں
ہو گیا ہے آپکا ہم سے قصور — شاپ کی اپنی چھما[1] کیجیے حضور
بولے نارد تم بنوگے راکشس — اس میں اب چلتا نہیں کچھ میرا بس
ہاں پسند آئی مجھے یہ عاجزی — دیتا ہوں اسکے عوض میں یا جگی
جا کے دنیا میں بنو راجہ بڑے — دل میں بھگتی بھاو ایشور کا رہے
ہو یہ بھگتی بھاو لیکن بیر بھاو[2] — اور صلے میں اسکے دونوں موکش[3] پاؤ

جب دواپر جگ[4] کا جگ میں دور تھا — کمبھکرن اک ان میں اک راون ہوا
تھے پلست اک برہمن گیانی بڑے — جنم ان دونوں نے انکے گھر لیے
تیسرا بھائی ببھیشن نام تھا — راکشس صورت پہ سیرت با صفا

[1] معافی [2] دشمنی کی کیفیت [3] نجات [4] جگ کا جگت یا دنیا میں۔

تینوں بھائی جبکہ لکھ اور پڑھ چکے ایک دن یوں سوچنے باہم لگے
جنم لینے کا مزا ہے یاں یہی ایسے ہو جائیں نہ ثانی ہو کوئی
تپ ہمیں برہما کی کرنی چاہیے تاکہ جو بر[1] چاہتے ہیں وہ ملے
جانتے ہیں جن کو ہے عقل و تمیز تپ سے بڑھکر یاں نہیں ہے کوئی چیز
تپ سے برہمانے سرشٹی رچی تپ سے اسکی پالنا[2] وشنو نے کی
کرتے ہیں سنگھار[3] شوجی تپ کے بل اندر کی پدوی[4] سمجھنا تپ کا پھل
تپ سے شکتی مان[5] ہیں سب دیوتا تپ سے جو جس نے چاہا وہ ملا
کام دھینو[6] ہے کہ ہے چنتامنی نام دونوں تپ کے ہیں مانو مری
چونکہ جگ کرتا ہے برہما دیوتا اس کی قدرت کی نہیں ہے انتہا
وہ اگر خوش اپنی تپ سے ہو گیا ہم کو مل جائیگا دل کا مدعا

کر کے باہم فیصلہ گھر سے چلے جا کے تینوں بن میں تپ کرنے لگے
ایک دل ہیں دھیان یہ برہما میں اور من مانا وہ بر تینوں کو دیں
سخت تر تپ کرتے جب عرصہ ہوا آخر اک دن آئے برہما اور کہا
میں ہوں خوش تم سے بہت تپ کر چکے لو اٹھو اب بولو کیا بر چاہیے
بولا راون ایسا راجہ میں بنوں دیوتا اور دانووں کو جیت لوں
میں مروں انکے نہ مارے سے کبھی فتح ہو جب جنگ میں تو ہو مری
بولے برہما جاؤ ہو ویگا یہی کمبھ کرن اب بول باری ہے تری
لیک دیکھا اسکو آنکھیں پھاڑ پھاڑ ہے یہ دیت یا کوئی کالا پہاڑ
روز گر جاگا تو آفت لائیگا اور سرشٹی سب کی سب کھا جائیگا
عقل اسکی پھیر دی کرکے نگاہ بولا آخر کھینچکر سینے سے آہ

[1] مراد [2] قائم رکھنا [3] مارنا فنا کرنا [4] درجہ [5] طاقتور [6] خواہش پوری کرنے والی گائے

مہرا بھاری ہی تن و توش الجناب
جاؤ کو مت مشقت ہے عذاب

خواب راحت جیسے جینے کا مجھے
مہربانی سے عنایت کیجئے

تب بھبھیشن بھگت اسنے مانگ لی
نرمل اور نشکام بھگتی رام کی

دیکھتے یہ برہما تو غائب ہو گئے
اور یہ تینوں بھائی اپنے گھر چلے

یاں بھبھیشن بھگت تو گھر میں رہا
لاؤ لشکر جمع دونوں نے کیا

ایک تو دو نو نکلے دونوں سو بیر
فوج کا پھر اسپہ وہ جم غفیر

پھر وہ برہما کا سبب تینوں ملے
کون تھا جو ٹھیر سکتا سامنے

فتح پہلے کر لیا ملک دکن
پھر شمالی ہند میں پہنچے بزار

بعض جا دیتے ٹھلے رشتہ دار
بعض جا راجہ کئے خدمتگزار

الغرض کل خطۂ ہندوستان
مانگتا تھا راجہ راون سے امان

بحر میں لنکا جزیرہ تھا بڑا
فتح جا کر اسکو یکشوں سے کیا

شہر تھا آباد یاں ترکوٹ پہ
بے قیاس اس میں زر و لعل و گہر

شاندار اور اونچے اونچے مکاں
اور محل ایسے نہ بھوجن کا بیاں

قلعہ سنگیں اور برج اس میں متین
روئے دنیا پر مثال انکی نہیں

تھی یہ راون کو پسند ایسی یہ جا
راجدھانی اسنے لنکا کو کیا

مے تھا اک دانو نہایت ہی قوی
اس کی دختر تھی حسین مندودری

جسطرح فہم و ذکا میں باکمال
اسطرح نازک ادا اور خوش جمال

وہ پتی برتا کہ اس کے نام پر
عورتوں کو فخر ہے اور اسقدر

جاپ جب کرتی ہیں اپنا صبح و شام
ساتھ سیتا کے لیا کرتی ہیں نام

لے بڑا بھاری جسم ۲ ایک قسم کے دیوتا ۳ ایک پہاڑ کا نام

بیٹو تو رشتہ دار و بھائی ہو　　نوکر و خدمت گزار و دوست ہو

تم ہو صلح و جنگ کے میرے رفیق　　تم ہو مشفق اور تم میرے شفیق

آج ہم سب کے لئے ہے دن بڑا　　سامنے دیکھو ہے کیا مجمع کھڑا

پہلے رہتے دیوتاؤں سے تھے زیر　　آج وہ ہیں زیر اور دیت ہیں شیر

بر ہے برہما کا کہ ہیں راجہ منوں　　دیو[1] دانو کے نہ مارے سے مروں

آدمی کو لاؤں ہیں خاطر میں کیا　　دیو دانو کی نہیں پروا ذرا

جتنے دیت ہیں وہ میرے یار ہیں　　دیوتا سارے ذلیل و خوار ہیں

اب کرو ایسا سنبھلنے یہ نہ پائیں　　بن کے طاقتور نہ سر ہرگز اٹھائیں

انکی طاقت کا ہے بس سامان یہی　　یگیہ سے پہنچائیں حصہ آدمی

گر نہ اگنی سے ہوی ان کو ملی　　ہونے پائیں گے نہ یہ ہرگز قوی

بس تمہارا فرض ہے ہر جا پھرو　　یگیہ دنیا میں کہیں ہونے نہ دو

میٹ دو گیان اور بھگتی اور کرم　　دھرم کی جا۔ جا کے پھیلاؤ ادھرم

یوں رہے گمزور جب سب دیوتا　　دیتوں کا راج کب مٹے مٹا

مانو میرا حکم اور اب یاں سے جاو　　جو کہا اس پر عمل کر کے دکھاو

سب سے بڑھکر پاپ جو پھیلائیگا　　سب سے پیارا وہ میرا ہو جائیگا

راکشس اول تو پاپی ہیں بڑے　　پھر انہیں جب حکم راجہ کا ملے

سوچ سکتے ہو کہ ہوگا کیا اثر　　کس طرح پھیلائینگے وہ شور و شر

حکم پا کر یاں گئے اور واں گئے　　پاپ چاروں سمت پھیلانے لگے

انہیں جو تھے دل چلے مرد قوی　　راہ سیدھی پاپ کی آن سب نے لی

یعنی ہوتے یگیہ بس دیکھے جہاں　　کر کے یلغار ایک دم پہنچے وہاں

[1] دیوتا اور دیت سے چڑھائی۔

ناش دم میں کر دیا اس یگیہ کا ۔۔ کرنے والے بھاگے جوں تیوں جان بچا
ہوتی تھی جسجا کتھا اور بارتا ۔۔ پہنچے لٹھ لے لیکے اُس جا بیحیا
منتشر یکدم کیا ست سنگ کو ۔۔ تاکہ پرچار گیان بھکتی کا نہ ہو
لیتے تھے یہ تو زبردستی سے کام ۔۔ بعض نے لیکن کیا اور انتظام

موچھ ڈاڑھی کا صفایا کر دیا ۔۔ سنیاسی بن گئے سر کو منڈا
محض علمیت کا دم بھرنے لگے ۔۔ سب کو وہ اُپدیش یہ کرنے لگے
کرم کرنا دل کو دینا ڈنڈ ہے ۔۔ اور بھگتی کیا ہے اک پاکھنڈ ہے
وہم باطل یوگ کی ہے ودھان ۔۔ من گھڑت اپنی ہے سارا گیان ودھیان
پہنچے پانی پتروں کو گر کبھی ۔۔ کیوں نہ ہو سو کوس پر کھیتی ہری
کر رہے بھگتی میں کیا ہو دور وچھیپ ۔۔ ایشور کا بھی کہیں ہوتا ہے روپ
دینگے کیا تعلیم بھگتی کی پوران ۔۔ ان میں ہے ایک ایک جھوٹی داستان
جسکا جو من چاہا اُس نے لکھ دیا ۔۔ کس کو پوجیں دیو ہیں لا انتہا
یوگ کیا ہے جاہلوں کا وہم ۔۔ من گھڑت ویدانت کا ہے رستہ
چھوڑ دو ان سب کو کرو تم ایسے کام ۔۔ جن سے پائے کار دنیا انصرام
لوک کیا ہے اور کیا پرلوک ہے ۔۔ ان کو جو مانے وہی ڈرپوک ہے

سادھوؤں کی کرتے ہیں تحقیر سب ۔۔ ماننے گھر گھر لگے تعلیم سب
دھرم بھومی سے اُٹھے کرم اور دھرم ۔۔ اور گھر گھر میں لگے ہونے کُکرم
دیکھو جس جا بد قماشی بڑھ گئی ۔۔ بے لحاظی بدمعاشی بڑھ گئی
ہو گئی رائج کھلے بندوں شراب ۔۔ گوشت کھانیکا نہ تھا اب کچھ حساب

ک گناہ، دھبا۔ ک گیان کتھا کو۔ اور بارتا گفتگو۔ ک کُکرم بُرے کام۔

ہوٹلوں میں برہمن جانے لگے ۔ بے تکلف پینے اور کھانے لگے
جا بجا رائج ہوا فسق و فجور ۔ دھرم بھاگا چھوڑ کر لوگوں کو دور
دھوکہ بازی جھوٹ بیشرمی تمام ۔ اب کسی کو ان سے آتی تھی نہ عار
اٹھ گیا دل سے بزرگوں کا ادب ۔ پاس خوردوں کا نہ تھا ان میں اب
دھرم کی جا ہو گیا قائم ادھرم ۔ توڑ دی مریاد اور چھوڑا سب نے کرم

اس طرح جب پاپ حد سے بڑھ گیا ۔ زلزلے آنے لگی پھیلی وبا
ملک سے خیر اور برکت اٹھ گئی ۔ ان ککرموں سے زمیں جب تنگ ہوئی
گائے کی شکل اس نے کر لی اختیار ۔ پاس برہما کے گئی با حال زار
حال رو رو کر سنایا سب اسے ۔ پاپ ہیں دنیا میں کیسے بڑھ گئے
مجھ سے اٹھ سکتا نہیں بار عظیم ۔ ہو گیا ہے حال کچھ ایسا سقیم
جمع برہما نے کئے سب دیوتا ۔ سب کا حال زار دیکھا برملا
زرد چہرے اور تن بدن کھچے ہوئے ۔ بیکس و بیتاب ہو کے سوچنے
مشورہ کرنے لگے مل کر بہم ۔ کچھ نہیں کر سکتے ہیں ناچار ہم
پاس چلنا چاہئے بھگوان کے ۔ تا کہ دکھ سے مخلصی سب کو ملے
بولا اک بیکنٹھ میں شاید ہیں وہ ۔ اور بولا چلئے بحر شیر میں
سب سبھا میں لگے کہنے شیو جی بھی ۔ میں نے ان سب دیوتاؤں سے کہا
ہر جگہ ہر دم وہ یک رام ہیں ۔ اور ہر اک کام سے نشکام ہیں
ہوتے ہیں ظاہر وہ بھگتی بھاؤ سے ۔ دھیان کیجے ان کا سب چاؤ سے
دینگے درشن یا سنائیں گے صدا ۔ کام اپنا اس طرح ہو جائیگا

دیر تک ہم نے لگایا اُن کے دھیان
کیجے آساں مشکلیں کرپا نِدھان[1]

جان و دل سے آپکی لی ہے پناہ
ہم پہ کیجے اپنی رحمت کی نگاہ

بیکسی میں کون کیسکا ہے رفیق
آپ مشفق آپ ہیں یار شفیق

ہوتے ہیں دنیا میں سب مطلب کے یار
آپ بے مطلب ہیں سبکے دوستدار

فیض کس کے اسطرح سے عام ہیں
فیض بخش عام میرے رام ہیں

کیجیے تجویز وہ اے رام جی
سب کی ہو والی دیتّوں سے مخلصی

دھیان دل میں لب پہ جب تھی یہ دعا
ناگہاں آکاش سے آئی صدا

دیوتاؤں تم نہ ہو ہرگز ملول
کی دعا میں نے تمہاری یہ قبول

ہیں اودھ میں دشرتھ اور کوسلیا
انکے گھر اوتار لوں گا رام کا

دھرم کا ہے جان و دل سے مجھکو پاس
راون اور سب دیتّوں کا اب ہے ناس

سُنکے یہ آواز غیبی ہم اُٹھے
اور برہما سب سے یوں کہنے لگے

دیوتاؤں تم زمیں پر یہاں سے جاؤ
شکل و صورت ریچھ بندر کی بناؤ

رام کی جب دیتّوں سے جنگ ہو
ہو کے بھرتی فوج میں اسکے لڑو

اے بھُسنڈی یہ سبب ہی جنم کا
جشن جسکا ہے اودھ میں ہو رہا

اُٹھئے اب تو شام بھی ہونے لگی
آؤ بازاروں میں دیکھیں روشنی

کہہ کے یہ وہ دونوں تو باہر گئے
مہر سے سنئے چرت اب رام کے

رام کا بال پن

بھولا بھالا دلربا دلکش سروپ
رام کا پیارا ہے مجھکو بال روپ[2]

[1] مہربانی کے خزانے [2] بچے کی شکل۔

تن بدن نرم اور نازک اسطرح پنکھڑی نیلے کمل کی جس طرح
پانوں چھوٹے چھوٹے نازک اور لال من وعن گلہائے تازہ کی مثال
اُنپر زیور خوشنما پہنے ہوئے دیکھنے والے کا من جو موہ لے
زرد کُرتہ ریشمی زیب بدن بیل بوٹوں میں نکلتا بانکپن
چاند سا رُخ بھولا بھالا دلربا جسنے دیکھا ٹکٹکی باندھے رہا
پیاری پیاری دونوں آنکھوں کی ادا نشہ سا اوراں میں استعجاب سا
مثل ریشم نرم گھونگروالے بال دلربائی میں نہیں جن کی مثال
رام کی تشبیہ کوئی کس سے دے نیتی نیتی وید ہی جب خود کہے
گود میں لیتیں کبھی کوسلیا اور کبھی بیٹھی جھلاتیں پالنا
راجہ سینے سے لگاتا بار بار جان کر لخت جگر کرتا پیار
رانیاں تینوں بہم مل بیٹھتیں ہوتے یک جا چاروں اطفال حسیں
نھا بھرت اور رام کا حسن ملیح شترگھن اور لچھمن کا صبیح
دیکھکر حیران ہوتے مرد و زن تھا محل یا حسن کا زیبا چمن
لطف یوں جس جس نے درشن کا لیا اسنے گویا جنم کا پھل پالیا

روز رہتے تھے محل میں یہ مزے دن گزرتے جان پڑتے ہی نہ تھے
اسطرح بڑھتے رہے چاروں کمار جوں گلوں پر دن بدن تازہ بہار
بیٹھنے اور گھٹنیوں چلنے لگے آرزو کے نخل تھے پھلنے لگے
آگئے دودھ دانت دُر بے بہا پر کہاں موتی میں یہ آب و صفا
جب کبھی دُرج دہن کو کھولتے توتلی باتوں سے موتی رولتے
سننے والے جان اور دل سے فدا یہ سخن کا لطف ہے یہ ہے مزا

کہنے دو اک لفظ وہ ہر بات کے | وہ اشارے آنکھ سے اور ہاتھ کے
کرتا ہے ہر بھولا بچہ شاعری | شاعری کیا شے ہے کہئے ساحری
جسنے لطف ان بھولی باتوں کا لیا | شاعری کا رس اُسی کو بس ملا
بھولا بچہ رام کا اوتار ہے | یاں خودی ہے کچھ نہ پندار ہے
پھر تو بوڑھا ہُوا اب میری ماں | چھوڑ اس دنیا کے سب وہم و گماں
گر تجھے کچھ فکر ہے انجام کی | دیکھ ہر بچے میں صورت رام کی

ایک دن کی سُنئے یہ لیلا[1] عجب | چاندنی تھی موسم گرما کی شب
چاروں بچے وہ محل کی سقف پر | کھیل میں مصروف تھے باہمدگر
پاس بیٹھی لطف لیتی رانیاں | واہ وا کیا دلفزا تھا وہ سماں
ہولے ہولے چل رہی باد شبی | اسمیں ٹھنڈک کچھ عجب انداز کی
کھل رہی پھر چاندنی افلاک پر | اور برستا نور سطح خاک پر
ناگہاں اوپر جو دیکھا رام نے | ماہ تاباں تھا نظر کے سامنے
اس کی جانب کو بڑھایا اپنا ہاتھ | کھیل میں لیں تاکہ اسکو اپنے ساتھ
چرخ پر چاند اور جھپٹ پہ آپ تھے | چاند آتا ساتھ کیونکر کھیلنے
ہاتھ اوپر کو اُٹھایا بار بار | تاکہ اسکو آسماں سے لیں اُتار
وہ نہیں اُترا تو خود رونے لگے | آنسوؤں سے اپنا مُنہ دھونے لگے
ماں اُٹھی بچے کو یکدم کیا ہُوا | پیار اسنے گود میں لے کر کیا
رام جی لیکن یونہی روئے گئے | ہاتھ اپنا چرخ کی جانب کئے
جان کر بھوکا پلانا چاہا دودھ | لیک بخشا اس عمل نے بھی نہ سود
سامنے لاکر کھلونے اب رکھے | یہ کھلونے بھی مگر بےسود تھے

[1] کھیل۔

میٹھی میٹھی لوریاں گائیں کئی
رام کو نیند آئے تا آرام کی

ایک بھی شے پر نہ بیٹھی سود مند
رام کا رونا ہوا مطلق نہ بند

سخت حیرت میں ہوئی کوسلیا
رام کو بیٹھے بٹھائے کیا ہوا

راجا دشرتھ کو کیا اس جا طلب
تاکہ وہ کچھ سمجھیں رونیکا سبب

ان کے ساتھ آیا سُمنت انکا وزیر
عقل و دانش میں نہیں جسکی نظیر

سمجھا راجہ کچھ نہ اس رونیکا راز
ہاتھ کیوں ہے چرخ کی جانب دراز

مُسکرایا دیکھ کر حالت وزیر
اور یوں بولا وہ راجہ کا مشیر

رام جی کو ماہ تاباں چاہئے
راجہ صاحب چرخ سے منگوائیے

سُنکے تھا حیران راجہ کیجے کیا
آسماں سے ماہ کب اُترا بھلا

مُسکرایا پھر وزیر نیک خو
میں بلاؤں چاند کو گر حکم ہو

کہہ کے یہ ہاتھوں میں آئینہ لیا
عکس اس میں ماہ تاباں کا پڑا

رام کو دکھلایا اُس نے آئینہ
پھر ہلایا اور جھلایا خوب سا

کھیلنے کو گویا آیا ماہتاب
اور دکھاتا ہے تماشے بیحساب

روتے روتے رام جی ہنسنے لگے
آگیا ماہِ درخشاں کھیلنے

فکر خاطر سٹ گیا ماں باپ کا
اور اُنھوں نے زر بہت خرچ کیا

خلعت و انعام لے کر بے نظیر
خوش خوش اپنے گھر گیا اُس شب وزیر

بال لیلا کا چرت یہ ایک تھا
رام لیلا کا سنو اب دوسرا

ایک دن تہوار تھا شاید کوئی
خوب پکوان اور شیرینی بنی

منتظر خود آپ تھی کوسلیا
چاؤ دل میں تھا بہت ہر بات کا

پوجتا تھا اس کو اپنا اشٹ دیو[52] ‏ — مالک ہر دو جہاں گیہاں خدیو
چاؤ دل میں تھے زبس نہوار کے ‏ — رام کو نہلایا من کے بھاؤ سے
جامۂ نو لا کے زیب تن کیا ‏ — پیار کر کے آنکھ میں کاجل دیا
پھر پلایا دودھ جتنی بھوک تھی ‏ — اور سلایا پالنے پر باخوشی
تاکہ اطمینان سے پوجا میں جائے ‏ — دھیان اپنے اشٹ کا جا کر لگائے
ہو چکیں پوجا کی جب تیاریاں ‏ — بیٹھی پوجا کرنے کوسلیا وہاں
ظاہری سامان کا اک تو بناؤ ‏ — طبع میں پھر چاؤ دل میں بھگتی بھاؤ
کر چکی پوجا تو شیرینی کا تھال ‏ — بھر کے بہر بھوگ رکھا بے مثال
بند کی آنکھ اور لگایا دل میں دھیان ‏ — تاکہ ہو مقبول بے وہم و گمان
پھر جو دیکھا دونوں آنکھیں کھول کے ‏ — رام جی ہیں وہ مٹھائی کھا رہے
دیکھ کر حیرت ہوئی ماں کو بڑی ‏ — پالنے پر سو رہے تھے رام جی
ہاں جو اٹھ کر آئے تو کیونکر وہ آئے ‏ — راز یہ ایسا ہے کچھ سمجھا نہ جائے
چھوڑ کر دیوستھان[53] اور آئی وہاں ‏ — پالنے پر رام سوتے تھے جہاں
دیکھا انکو سو رہے ہیں باخوشی ‏ — پھر جو دیوستھان میں دوڑی گئی
واں تھے بیٹھے وہ مٹھائی کھا رہے ‏ — دیکھ کر یہ ہوش رانی کے گئے
ایک بچہ دو جگہ موجود ہے ‏ — ہے یہ بچہ یا مرا معبود ہے

مسکرائے رام اور منہ جو کھلا ‏ — دیکھا کوسلیا نے طرفہ ماجرا
منہ کے اندر کائناتیں ہیں بسیط[54] ‏ — اور شری رگھبیر جی سب میں محیط
آسماں ہیں اور ہیں خورشید و ماہ ‏ — اور لاتعداد تاروں کی سپاہ
ابر اٹھتا ہے خلا میں بار بار ‏ — بارشیں ہوتی ہیں بے حد و شمار

[52] خاص پیارا دیوتا [53] پوجا کا مکان [54] پھیلی ہوئی۔

ہیں گرے ہر سو رواں لا انتہا　　جیسے گیندیں ہوں لڑھکتی جا بجا

بحر ہیں دریا ہیں اور کوہ بلند　　شہر ہیں اور گلستان دلپسند

ہے کھچا کھچ ہر جگہ خلقت بھری　　دیوتا سدّھ اور رشی اور آدمی

جانور ہیں اور شجر ہیں جا بجا　　جن کی قسموں کی نہیں کچھ انتہا

شئے ہیں اور برہما ہیں اور شو بہت　　اور کھڑے پرجاپتی ہر سو بہت

ساتھ ہیں سب کے تھیں انکی شکتیاں　　ہر طرف نظارۂ کثرت عیاں

اور وہ کثرت نہ کچھ حد نے شمار　　ایک بحر بیکران و بے کنار

کال دیکھا کرم دیکھے اور گن　　پاپ دیکھے اور دیکھے اسنے پن

دیکھی مایا وار تھا جسکا نہ پار　　جیو دیکھے اسکے بس ہیں بیشمار

ایک اس کثرت میں تھی ذات احد　　نیک بھی سب جسمیں اور سب جسمیں بد

یہ تھی ذات پاک میری رام کی　　جسمیں سب کثرت کی تھی جلوہ گری

مڑ کے آگے دیکھا تو آگے تھے رام　　مڑ کے پیچھے دیکھا تو پیچھے تھے رام

دائیں بائیں زیر و بالا رام کا　　ایک جلوہ جزو کل میں ہو رہا

دیکھکر حیران کوسلیا رہی　　جیسے ہو تصویر کاغذ پر کھنچی

دل میں ہیبت رونگٹے تن کے کھڑے　　کچھ نہ منہ سے بات کہتے بن پڑے

جب نہ ہیبت اور حیرت سہ سکی　　دست بستہ استتی کرنے لگی

کیا عجائب روپ ہو بھگوان تم　　سرو روپ اور سرو شکتیمان تم

برہم ویاپک ہے تمہاری ذات پاک　　تم محیط کل سمک[۵۲] سے تا سماک

کس نے پایا ہے تمہارا آد[۵۳] انت　　تم انادی اور تم ہی ہو اننت

لیک میں نے اپنی بھگتی بھاو سے　　تم کو مانا اپنا بیٹا چاو سے

[illegible]

۵۱ مخاطب کے سنانے والے ۵۲ طاقتیں یا استریاں ۵۳ زمان و اعمال و اوصاف

ہو مرے پیش نظر وہ ہی سروپ　　گیانیوں کے واسطے ہے وشنو روپ

محو حیرت رام نے دیکھی جو ماں　　اور ہنسنے کے لئے کھولا دہاں

تھا وہی بچے کا دل خوش کن دہن　　جس کے بھولے اور پیارے تھے سخن

جسطرح مایا اٹھائی تھی ہری　　دیکھکر رانی کے آیا جی میں جی

بولی سچے دل کے بھگتی بھاؤ سے　　پھر نہ یوں مایا کبھی دکھائیے مجھے

سن کے باتیں مسکرائے رام جی　　ماں کی سدھ بدھ مسکرانے سے گئی

دم کے دم میں سہو سا یوں ہو گیا　　وشنو روپ اسنے کبھی دیکھا نہ تھا

ممتا پہلے تھی جیسی رام کی　　دل میں جوں کی توں رہی ویسی بنی

چاروں بھائی دن بدن بڑھنے لگے　　ماہ تاباں جسطرح ہر شب بڑھے

ابتدا سے رام اور لچھمن میں تھی　　وہ محبت جو نہیں جانے کہیں

شتروہن تھے بھرت کے ساتھ ساتھ　　پکڑا ان دونوں نے یوں دونوں کا ہاتھ

چاروں بھائی ساتھ ملکر کھیلتے　　کھیل کود آپس میں کرتے ہنستے ہنستے

دیکھ کر خوش ہوتے راجہ رانیاں　　چہل رہتی تھی محل میں ہر زماں

رام پر تھے سب دل و جاں سے فدا　　بھائی کیا ماں باپ کیا خدام کیا

گر بلاتا راجہ غصے پر کبھی　　مسکراتے اور نہ آتے رام جی

لاتیں کوسلیا پکڑ کر اپنے ساتھ　　خاک آلودہ بدن اور دونوں ہاتھ

گود میں راجہ بٹھاتا پیار سے　　اور لقمے دیتا کھانے کے لئے

کھاتے یاں اور کھیل میں ہوتا دھیان　　بات کرتا اور سے راجہ کو جان

جھٹ اٹھے اور یہ گئے اور وہ گئے　　دو نہ چاول منہ پہ لپٹائے ہوئے

دیکھتا وہ جو لگاتا قہقہہ　　کس نے دیکھا روپ یہ حیرت فزا

۵۱ کمل جیسی ذات شکل ۵۲ ہمیشہ سے ۵۳ راجہ کا کھاتا۔

اسکو ہنسنا دیکھ ہنستے آپ بھی
واہ بچپن تیری باتیں ہیں نئی

بالپن میں چاہئیں جو سنسکار
سب کئے راجہ نے باعزّ و وقار

چاروں بھائی جب بڑے کچھ ہوگئے
علم کی تحصیل بھی کرنے لگے

تھے وسشٹ ان کا خاندانی گورو[۵۱]
گیانیوں کے تاج مرد نیک خو

ان سے چاروں نے پڑھی سب بدیا[۵۲]
دین اور دنیا کا ہو جس سے بھلا

راج نیتی[۵۳] لوک نیتی کے اصول
علم وہ جس میں عمل کا تھا شمول

کھیل میں ہی رام نے سارے علوم
کرلئے حاصل ہوئی دنیا میں دھوم

وید چاروں سائنس جسکے بالیقیں
اسکو وقت پیش کیا آتی کہیں

یوں عمل سے علم کو زینت ہوئی
جیسے سونے کو سہاگے سے ملی

علم کا پاتا وہی عالم ہے پھل
علم پڑھ کر جو کرے اس پر عمل

علم پڑھ اے شخص اور تو کرم سیکھ
علم کو پڑھ گیان بھگتی دھرم سیکھ

علم سے اخلاق میں آ جائے صفا
علم سے دے شیشۂ دل کو جلا

قربت حق علم سے ہوگی نصیب
علم جنس بے بہا ہے اے حبیب

علم گر تیرا ہے دستور العمل
تو ملیگا۔ چاہئے جو تجھ کو پھل

گر کتابوں کا فقط کیڑا رہا
وقت ضایع بحث میں کرتا رہا

تو گدھے کا بوجھ ہے وہ تیرا علم
اور اٹھائے پھرنا اسکا خر کا حلم

چاروں بھائی فارغ التحصیل ہو
جاتے تھے ہر دن شکار صید کو

تا کہ مشق فن جنگی بھی کریں
اور ناوک افگنی بھی سیکھ لیں

عمر بھی گو پندرہ ہی سال کی
بن گئے تھے مرد کامل رام جی

[۵۱] خاندان کے گورو [۵۲] علم [۵۳] علم سلطنت - علم اخلاق و معاشرت۔

اندنوں رخصت پدر مادر سے ہو
جب گئے۔ تو رام اور لچھمن نے بھی
گھر سے نکلے بہر تیرتھ[1] جا بجا
کوہ و دریا اور جنگل کی بہار
جا کے منیوں اور رشیوں سے ملے
اس طرح جب کچھ مہینے پھر چکے
راجدھانی میں ہوئی آنے کی دھوم
شہر میں خوشیاں منانے سب لگے
لیک آکر خوش نہ تھے کچھ رام جی
چونکہ اخلاق مجسم آپ تھے
لیکن اب کرتے تھے تنہائی پسند
روز مرہ یوں بدن دبلا ہوا
کالی آنکھیں۔ زرد رو سے نکلو
دست بر رخ اور نظر نیچی کئے
پوچھا گو راجہ نے بہترا سبب
جب کہا یہ ہی کہا اچھا ہوں میں

شتروہن اور بھرت ننسال کو
رخصت سیر و سفر و شرنہ سے لی
شہر دیکھے خوشنما و دلفزا
دیکھی سب پھرتے پھراتے بار بار
انکی صحبت سے بڑھائے تجربے
تو اودھ کی سمت وہ واپس پھرے
کھیلیں یوں برسائیں سب نے جوں نجوم[2]
رام کے درشن کو آنے سب لگے
آگ تھی دل میں لگی بیراگ کی
سب سے ملنے کو تو وہ ملتے رہے
جس میں لوگوں سے نہ پہنچے کچھ گزند
آب سوکھے جسطرح تالاب کا
جیسے پیلے پھول پر بھونری ہوئی
بیٹھے رہتے اور دل میں سوچتے
پر نہ کچھ گویا ہوئے خاموش لب
کیا ہوا اگر اس طرح بیٹھا ہوں میں

وشوامتر کا آنا

رام جی رہتے تھے جب یوں دردمند
ایک دن کا ذکر سنئے دلپسند

[1] متبرک مقاموں کا سفر۔ [2] ستارے

آئے راجہ کی سبھا میں اک رشی
مہرِ تاباں کی طرح تیجسوی[51]

گیان کا اور تپ کا چہرے پر جلال
تن سے ظاہر شانِ مردی کا کمال

یوں سفیدی ریش کی تھی خوشنما
روئے مہ پر جیسے کرنوں کی ضیا

ہاتھ میں ڈنڈا[52] اور کمنڈل کو لئے
ضبط گویا نفسِ سرکش کو کئے

گیروے بستر کئے زیبِ بدن
قد کشیدہ غیرتِ سروِ چمن

یوں سبھا کو زیب اور زینت ہوئی
آئے وہ اور چاندنی سی کھل گئی

محوِ حیرت سارے درباری ہوئے
کون یہ تیجسوی یوں آ گئے

راجہ پہچانا۔ ہیں وشوا متر جی
سرو قد اٹھکر انہیں تعظیم دی

پیشکش ارگھ[53] اپنے ہاتھوں سے کیا
پھر قدم لینے بصد عزت جھکا

اس تواضع سے ہوا دل شاد شاد
دی رشی نے ہو کے خوش آشیرباد

خادموں نے زر کی چوکی لا رکھی
اور بیراجے اس پہ وشوا متر جی

پھر وسشٹ اٹھے اور اُن سے ملے
بعد میں دربار کے چھوٹے بڑے

ہو چکی جب یوں تواضع خوب سی
بولا راجہ عرض سنئے اے رشی

کھل گیا دل آپ کے درشن سے یوں
مہر کی کرنیں کھلائیں پھول جوں

آپ کے آنے سے میں خورسند ہوں
پار ہا یوں جانو۔ برہمانند ہوں

آج حاصل مجھ کو ہے ایسی خوشی
جیسے بارش خشک سالی میں ہوئی

یا کہ اندھے کو بصارت مل گئی
جاں بلب کو یا کہ صحت مل گئی

دُرلبھ[54] اس دنیا میں ہے بس ایک شے
اور سچ پوچھو تو وہ ست سنگ ہے

آپ تیرتھ ہیں ہمارے واسطے
آج ہم گنگا نہائے خیر سے

تن میں ٹھنڈک اور دل میں ہے سرور
حکم کچھ فرمائیں اب مجھکو حضور

لہ نور والے ۵۲ سوٹا اور کچکول ۵۳ خوشبودار پانی ۵۴ مشکل۔

خواہش و نفرت طمع نفع و ضرر
آپ ہیں آزاد سب سے بیشتر

آپ کو ہوئی تمنا ہے محال
دل میں خواہش دخل پائے کیا مجال

مجھ کو حیرت ہو رہی ہے دمبدم
کیوں کیا ہے آپ نے مجھ پر کرم

جس غرض سے آپ آئے ہیں یہاں
اسکو پورا جانیئے اے مہرباں

جو کہینگے آپ لاؤں گا بجا
میرے سر آنکھوں پہ ارشاد آپکا

ہو گئے خوش سن کے وشوامتر جی
اور ستایش[۵۱] اس طرح راجہ کی کی

راجہ صاحب آپکے شایان شان
ہیں یہی باتیں بھی بے وہم و گمان

آپ راجاؤں کے راجہ آج ہیں
اور رگھو کل[۵۲] کے یہاں سرتاج ہیں

یگیہ کرنا چاہتا ہوں میں بڑا
خاص سیدھی جسکا ثمرہ ہے لکھا

راکشس کرنے نہیں دیتے مجھے
بگھن[۵۳] ہیں کم بخت آ کر ڈالتے

تپ کے بل سے روک سکتا ہوں نہیں
یگیہ کچھ اس طرح کا ہے بالیقیں

بیکسوں کی آپ ہیں پشت و پناہ
یوں ہوئی ہے مجھکو یاں آنے کی چاہ

دستگیری میری اس دم کیجیئے
رام اور لچھمن کو مجھ کو دیجیئے

وہ اگر اس یگیہ کی رکشا[۵۴] کریں
پھر نہ دیت بگھن بھی کچھ کر سکیں

دونوں یہ لڑکے ہیں مردان دلیر
جنگ ہی جنگل تو بہ پر زور شیر

استر[۵۵] میں انکو سکھاؤنگا عجیب
جن سے دشمن آ نہیں سکتے قریب

تاب کیا کوئی جو انکے پاس جائے
میرا ذمہ کچھ جو ان پر آنچ آئے

موہ آپ انکا نہ بھولے بھی کریں
کیا ہے وہ دانی کسی کو چیز نہ دیں

کہہ کے وشوامتر تو چپکے ہوئے
ہوش دسرتھ کے ولیکن اڑ گئے

۵۱ تعریف ۵۲ راجہ رگھو کا خاندان ۵۳ خلل ۵۴ حفاظت ۵۵ منتر برائے دفع دشمن۔

بولا آخر تم نے مانگا کیا رشی — ہو نہیں سکتی جو بات ایسی کہی
رام اور لچھمن ہیں طفل خرد سال — وہ کہاں دونوں کہاں جنگ و جدال
جنگ بھی پھر دیتوں کی سخت جنگ — سخت تر خونریزیوں کا جس میں رنگ
لہو[۵] اور بازی کے میداں کے سوا — جنگ لڑکوں نے بھلا دیکھی کہاں
فوج کی کمزوری و طاقت کا حال — کب سمجھ سکتے ہیں طفل خرد سال
ہیں بڑھاپے میں مرے لڑکے ہوئے — اے مُنی گر یہ کہیں مارے گئے
ہوگا جینا میرا بھی جاں کو وبال — کچھ نظر آتا نہیں اچھا مآل
انکی جا کہئے تو میں ہمرہ چلوں — اور اپنا لاؤ لشکر ساتھ لوں
دیتوں سے آپ یوں پائیں پناہ — اور کریں وہ یگیہ ہے بس جسکی چاہ
اس میں بھی یہ یاد رکھئے اے رشی — گر ہماری جنگ راون سے ہوئی
تو نہیں فتح و ظفر کی کچھ بھی آس — وہ قوی ہے اور قوی ہے فوج پاس
آپ سے مجھ کو ہوئی شرمندگی — ہیں یہاں آنے سے سمجھا تھا یہی
گانو ہیں درکار یا کھیت اور باغ — اور ان سے طبع عالی کا فراغ

سنکے یابوسانہ راجہ کا کلام — سوچے وشوامتر بگڑا سارا کام
چین[۶] جبیں پر آئی اور دل میں غضب — یوں کہا راجہ سے با رنج و تعب
قول دیکر اس سے پھرنا ہے برا — راجہ صاحب آپ نے مجھ سے کہا
جس غرض سے آپ آئے ہیں یہاں — اس کو پورا جانئے اے مہرباں
سب رگھوبنشی بصد عزّ و وقار — کرتے رہتے ہیں یونہی قول و قرار
سینگ میرے اب سمائینگے جہاں — جاؤنگا اے راجہ صاحب میں وہاں
میں گدا ہوں مجھ کو کیا اسکا خیال — کر دیا دیکھا جہاں داتی[۷] سوال

۵ کھیل کود ۶ تیوری پر بل ۷ سخی -

توڑ کر عہد آپ گھر میں خوش رہیں — اور نہ غم اولاد کا مطلق کریں
کہہ کے یہ جاسے وہ اٹھنے ہی کو تھے — پر وششٹ ان سے مخاطب یوں ہوئے
ٹھہریے جلدی نہ کیجے اے رشی — بات راجہ نے نہ کچھ اچھی کہی
پھر گئے اقرار سے گر شہریار — ست[1] کس کا ہے پھر قول و قرار
بولا راجہ کیا کروں میں اے رشی — آجکل دَرماندہ ہیں خود رام جی
کیسی طفلی ضعف سے وہ پیر ہیں — دل گرفتہ ہیں بہت دلگیر ہیں

پاس ہی تھے رام کے نوکر کھڑے — یکزباں ہو کر وہ سب کہنے لگے
رام جی کا ان دنوں ہے طرفہ حال — زرد رخ ہے تن بدن سارا نڈھال
جب سے تیرتھ جاترا سے آئے ہیں — دل پہ رنج و غم کے بادل چھائے ہیں
بیٹھے رہتے ہیں نظر نیچی کئے — عارض[2] صافی پہ ہاتھ اپنا دھرے
گویا دل میں سخت بھاری فکر ہے — لیک منہ سے کچھ نہ اسکا ذکر ہے
یوں جو ہم کہتے ہیں سب کرتے ہیں کام — پر نہ دل کے چاہ کا کچھ ان میں نام
لینے دینے کی نہ کچھ پروا انہیں — لہو و بازی کا نہ کچھ سودا نہیں
کچھ بھی تو کاموں میں دلچسپی نہیں — خود کہیں ہیں دھیان ہنا ہی کہیں
کچھ بھی جو مانگا کسی نے آن کر — دیدیا اسکو وہ۔ یہ کہہ کر مگر
زر میں کیا نادان نکلتی بات ہے — یہ تو الٹا منبع آفات ہے
مال و دولت شان و شوکت عزّ و جاہ — ہیچ ہیں سب انکی کیوں کرتے ہو چاہ
کہتے رہتے ہیں کہ دنیا ہے است[3] — نام اور صورت یہ اے دل بھول مت
کچھ ثبات اسکو نہ کچھ اسکو قرار — خواب کا سا ہے ہر اک نقش و نگار
رائیگاں ہے ہے گئی عمر عزیز — زندگی سے ہو گئی برباد چیز

[1] ماننے لائق [2] گال [3] جھوٹی

شانتی ملتی نہیں میں کیا کروں — کچھ نہیں پروا جیوں اب یا مروں
راجہ صاحب ہم بہت حیران ہیں — کیا کریں فکروں میں سرگرداں ہیں
کون ہے وہ جو انہیں رستے لگائے — کام جیسے پہلے کرتے تھے کرائے

کہہ کے یہ سینے سے کھینچی آہ سرد — اٹھ رہا گویا ہے دلمیں سخت درد
غور سے سنتے رہے دونوں رشی — نوکروں سے سارا حال رام جی
بولے وشوامتر آخر واہ واہ — چل رہے ہیں رام تو سیدھی ہی راہ
رام کا یہ نمود[۵۱] کچھ غم سے نہیں — اور نہ کچھ دخل ہوس اسمیں کہیں
اس کو سمجھو ثمرۂ اعمال نیک — جوش زن دلمیں ہے بیراگ[۵۲] اور وویک
گیان کا پہلا قدم ہے بس یہی — انتہا اس کی پرم ہے شانتی
مجھید کیا ہر ایک گیانی پر سدا — بیتتی ہے یہ ہی حالت دائما
کیوں وسشٹ اب آپ کچھ فرمائیے — آپ پر بیتی ہو جو بتلائیے
بولے وہ سچی کہی ہے تم نے بات — کیوں نہ ہو تم کو ہوا ہے کشف ذات[۵۳]
گیان کا اوّل قدم ہے یہ ہی حال — کون کرسکتا ہے اسمیں قیل و قال
بھائیو فوراً ہی تم سب یاں سے جاؤ — رام جی کو ساتھ اپنے لیکے آؤ
ہم انہیں اُپدیش دینگے وہ یہاں — شانتی جس کا نتیجہ بے گماں

دوڑے نوکر رام کے سب باخوشی — آئے تھوڑی دیر میں خود رام جی
پہلے راجہ کے وہ قدموں میں جھکے — پھر قدم اُن دونوں منیوں کے لئے
پھر بزرگوں کو کیا جھک کر سلام — نوکروں سے پھر کئے شیریں کلام
باادب پھر بیٹھے وہ راجہ کے پاس — لیک چہرے سے ٹپکتا رنج و یاس

[۵۱] غفلت [۵۲] نفرت از دنیا اور تمیز صافی [۵۳] گیان یا نور بصیرت

یوں وسشٹ اُن سے مخاطب اب ہوئے
سُو بیر اے رام جی تم ہو بڑے

کون تم سا ہے زمانے میں دلیر
تم نے لبتیوں[1] کے کیا اعدا کو زیر

اگیانی کی طرح پھر میرے رام
موہ سے کس واسطے رکھتے ہو کام

بولے وشوامتر تم ہم سے کہو
فکر جو کچھ خاطر عاطر میں ہو

ہم نہیں رستہ بتائیں گے وہی
جس پہ چل کر ہو حصول شانتی

یہ سنا تو موہ خاطر کا مٹا
رونما نور یقیں رُخ پر ہوا

رام جی لیکن مجسم خُلق تھے
کچھ حیا سے اس طرح کہنے لگے

اے رشی جی میں تمہارا ممنوں
فخر اس پر یہ۔ تمہارے پاس ہوں

آپ نے ارشاد جو مجھ سے کیا
میں سر اور آنکھوں سے لاؤنگا بجا

ٹال سکتا ہے بڑوں کی کون بات
اور بڑے بھی وہ جنہیں ہے کشف ذات

سنئے حال اپنا سناتا ہوں میں سب
کس کو ملتا ہے یہ موقع اور کب

گیانیوں کو درد دل اپنا سنائے
اور دوا اُس درد کی بے شبہ پائے

رام کا بیراگ

میں اجودھیا میں یہاں پیدا ہوا
اور مہاراجہ کے محلوں میں پلا

تازہ تر ہر روز رہتی تھی خوشی
بات کچھ ہونے نہ پاتی رنج کی

تھی زمیں باغ جناں[2] میرے لئے
جس میں گل ہی گل تھے اور کانٹے نہ تھے

تھے مہیا عیش کے سامان سب
میں نے کچھ دیکھا نہ جز عیش و طرب

فارغ التحصیل لیکن جب ہوا
اے منی عزم سفر میں نے کیا

[1] لذات یا ہوا و ہوس [2] باغ بہشت۔

تاکہ میں اطراف عالم میں پھروں — تجربہ پھر چل کے کچھ حاصل کروں
آہ دنیا ہے نہ راجہ کا محل — جس میں واقع ہو نہ سکھ میں کچھ خلل
دُکھ ہی دُکھ اس میں بھرا ہی سر بسر — ڈال کر دیکھو جدھر چاہو نظر
گھر میں بیٹھے حال یہ کھلتا نہیں — جا کے باہر دیکھو تو آئے یقیں
کیجئے دنیا کو میدان نظر — دیکھئے پھر سب تماشے آنکھ بھر
کھول کر میں آنکھ ہر جانب پھرا — ہر تماشہ ہے مرا دیکھا ہوا
دیکھکر اب سیر ہوں انجام کار — اور کیا کرتا ہوں دل میں یہ بچار[٥٤]

سُکھ نہیں دنیا کی چیزوں میں ذرا — مرد و زن بے سود ہیں انپر فدا
آئے یاں جاں سے گزرنے کیلئے — سب کی پیدائش ہے مرنے کیلئے
سازِ دنیا وجہ خوش حالی نہیں — یاں فنا سے کوئی شے خالی نہیں
جسقدر ہے ساز و سامان طرب — آفتوں کا منبع و مخزن ہی سب
بھوگ جنکو کہتے ہیں دنیا کے لوگ — ہیں مری آنکھوں میں سب مانند روگ
ان میں جو غلطان و پیچاں ہو رہا — آدمی ہو کر وہ حیوان ہو رہا
کہتے ہیں سب عمر کو عمر عزیز — زندگانی سی نہیں دنیا میں چیز
ہیچ میری زندگی ثابت ہوئی — آکے یاں کچھ بہتری اپنی نہ کی
میں نے کچھ جانا نہ مجھکو کچھ پتا — میں ہوں کیا اور یہ جگت ہی چیز کیا
ہے یہ سچ تو کس لئے سچا ہی لوں — اور ہے جھوٹا تو نظر آتا ہی کیوں
جھوٹی دنیا میں نہیں سُکھ قلب کو — جوں سراب آئے نظر اور جان لو
دل ہی دل میں جل رہا ہوں اسطرح — [٥٥]دُکھ کی آتش سے پیپل جسطرح
سینے پر ہے غم کی بھاری سل رکھی — اس سے جاتی ہی مری چھاتی پھٹی

٥٤ غور و فکر ۔ ٥٥ کھد کھصا تنہ ۔

ہے بیگانے اور بیگانے کا ڈر
رو نہیں سکتا ہوں میں جی کھول کر

اُٹھتے رہتے ہیں طبیعت میں خیال
میرا کیا ہونا ہے دنیا میں مآل

زندگانی چیز کیا ہے اے سُنی
جان یوں دیتے ہیں جیسے آدمی

اسکو کہئے چشمک برق جہاں
دم کے دم میں ہم کہاں اور یہ کہاں

یا کہ آویزاں ہے قطرہ آب کا
برگ گل پر۔ اب گرا اور اب گرا

جاتی ہے دم بھر میں یوں مُنہ موڑ کر
نیک جائیں جوں بدوں کو چھوڑ کر

پھول شاید چرخ پیر سے ل سکیں
تیل ذرّوں نہیں سے شاید پیل لیں

بند شاید کرلیں مٹھی میں ہوا
اور رستا ہٹ سکیں امواج کا

ہوسکیں شاید جو ناممکن ہیں کام
زندگی کا پر نہیں ممکن قیام

ہے شرورت[1] کا یہ بادل بالیقیں
دیکھتے ہی دیکھتے ہرگز نہیں

یا چراغ ایسا کہ تیل اسمیں نہ ہو
دیکھتے ہی دیکھتے بجھ جاے جو

یا مثال موج دریا اُٹھ رہی
دم کے دم میں یہ گئی اور وہ گئی

یا حباب آسا ہے حال اس چیز کا
آنکھ کھلتے ہی کہیں کچھ بھی نہ تھا

زندگی کی رہنی ہے ہر اک کو چاہ
لیک کوئی یہ نہیں سمجھا ہے آہ

ہے ہلاکت ہی کا باعث زندگی
حمل[2] جیسے موت بہر خچری

دکھ ہی سے یوں زندگی میں بس بھرا
نیشکر میں جسطرح ہو رس بھرا

ہاں اگر اچھی ہے تو وہ زندگی
ہو یہاں جس کا نتیجہ شانتی

جانور جیتے ہیں جیتے ہیں شجر
اور یوں جینے کو جیتے ہیں بشر

لیک جینا ہے اسی کا خوشگوار
جیتے ہی جس نے کیا آتم[3] بچار

شاستر گیان اور من ہیں بوجھ سے
بوالہوس۔ بے عقل۔ مضطر کیلئے

[1] گلابی جاڑا، [2] گربھ - [3] کشف خرات

یوں ہی جو کرتا نہیں آتم بچار
ڈھوئے پھرتا ہے بدن کا اپنی بار

وہ ہی پیدا یاں ہوئے جو پھر نہ آئیں
خر ہیں باقی گربھ کا جو بوجھ اٹھائیں

ساتھ جینے کے ہی وابستہ خودی
اور اسکے ساتھ ہیں ما و منی

جسکو دیکھو ہے یہی اسکو خیال
یہ ہوں میں اور یہ مرا مال و منال

یہ مکاں یہ ساز و ساماں ہے مرا
چھین لے مجھ سے نہ کوئی دوسرا

یہ زن و فرزند ہیں یہ باپ ماں
یہ عزیز اور یہ اقارب بیگماں

یار ہیں یہ ان سے کیجے دوستی
اور یہ دشمن ان سے کیجے دشمنی

دیجیے دھوکا کیجیے سب سے دغا
پر نہ ہم پر آنچ آئے کچھ ذرا

جل گئے ہیں آدمی یا سور ہے
اپنے مطلب کے ہیں بندے ہو رہے

ایک ہی ہے جان کو سب کی مرض
جسکو دیکھا ہے پایا خود غرض

یہ اہنکار[1] آہ دشمن ہے قوی
اور مدد پھر اسکو من سے ہے ملی

من کو تسکیں اک تنی دم بھر نہیں
بیٹھنا نچلا میرا ابندر نہیں

یوں پریشاں پھرتا ہے یہ دربدر
گانوں کا کتا پھرے جوں گھر بگھر

من نہیں بھرتا کبھی پیٹ بھرے
جسطرح پانی نہ چھلنی میں بھرے

کیجیے سب کچھ پر نہ اسکو چین ہے
من کی وسعت وسعت کونین[2] ہے

حسرت و حرماں ہیں اور حرص و ہوا
ابتدا جس کی نہ جس کی انتہا

من کباڑی کی مگر دکان ہے
جا بجا ہو جہاں ساز اور ساماں ہے

گو بھری ہر چیز سے ہے یہ پڑی
ابتری ہے لیک یاں ہر جا بڑی

منتشر ہیں اور ہیں ابتر خیال
اضطراب دائمی جن کا مآل

[1] خودی [2] دونوں جہاں۔

دوڑتے رہتے ہیں دل میں اس طرح — اُدھیڑے گھر میں موٹے چوہے جس طرح
گاہ اُڑ کر جاتے ہیں افلاک پر — گاہ نیچے گرتے سطح خاک پر
ہیں رہٹ کے ٹوٹڑے لوٹے کی مثال — چکر ان میں کھا رہا ہوں ماہ و سال
آیا اوپر اور کبھی نیچے گرا — ختم پر ہوتا نہیں یہ سلسلہ
من کا چھوٹا بھوت چمٹا ہے مجھے — مثل بچہ کانپتا ہوں خوف سے
من کے ہوتے ہی سہی ہو دکھ ہی دکھ — من کے ہوتے کسکو مل سکتا ہے سکھ
من ہے تو دنیا کا قائم ہے وبال — من ہے تو مایا کا بھی ہے ساتھ جال
کیا کہوں ہے ساری دنیا جانتی — من کے ہوتے مل سکی کب شانتی

اے مُنی جی ساتھ من کے ہے ہوس — دکھ ہی دکھ کا جو یہاں ساماں ہے بس
واسنا[51] ہے یہ جو صورت ہو لطیف — اور خواہش بھی یہی گر ہے کثیف
بیج کہتے ہیں اسے سنسار کا — جو پھنسا اس میں وہ کب نکلا بھلا
چاہنا بشیوں کی جب ملبس ہوئی — یوں سمجھئے بیل وہ بوئی گئی
فکر پتے جسکے ہیں اور دکھ تنا — اور پھل آواگون کا ہے لگا
بڑھ رہی ہے یوں چاہنا سے چاہنا — لوبھ[52] ہو ہر لابھ سے جیسے سوا
دل ہے طائر اور ہوس اک دام ہے — اس سے چھٹنا سخت مشکل کام ہے
آتش سوزاں ہے خواہش بالیقیں — یہ لگی تو پھر ٹھکانا کچھ نہیں
نار دوزخ ہے یہی حرص پلید — شور اسی کا ہوتا ہے ہل من مزید[53]
تیغ بجلی اور تپے لوہے سے بھی — حدت خواہش سوا ہے اے مُنی
بن کے ناگن گھس رہی ہے دل میں یہ — گھر کئے بیٹھی ہے سب کے دل میں یہ
جسکو دیکھو تن کی صحت چاہئے — عمر و دولت اور عزت چاہئے

۵۱ خواہش لطیف ۵۲ لالچ تحصیل مقصد سے ۵۳ ہاں اور لاؤ - آتش دوزخ کی صدا

جسکو دیکھو جسم و جاں کی ہے ہوس
ساز و ساماں اور مکاں کی ہے ہوس

ہے کسی کو زن پسر کی چاہنا
اور کسی کو مال و زر کی چاہنا

چاہنا ہے یا کوئی طوفان ہے
اور بیرگ خشک ہر انسان ہے

پھر یہ دیکھو چاہنا جس شے کی ہے
اصل میں کچھ بھی نہیں ہے وہ ہی شے

جسم انساں کیا ہے اک مٹی کا گھر
کل گرا یا آج ہے ہر دم خطر

زندگی کی یاں توقع کم ہی ہے
آیا آیا یا نہ آیا دم ہی ہے

بطن[1] مادر قید ہے دس ماہ کی
قید تنہائی کی کس نے چاہ کی

شیرخواری بےبسی کا ہے زماں
بیکسی اس میں ہے کیسی الاماں

چھوٹا بچہ درد سہہ سکتا نہیں
پھر غضب یہ منہ سے کہہ سکتا نہیں

کچھ بڑھا تو پڑھنے لکھنے کی ہوا
جور استاد اسکو ہے ناخوشگوار

طفل ہم مکتب ستاتے ہیں بہت
یار و اعدا دل دکھاتے ہیں بہت

خواہشیں جتنی ہیں دل میں جاگزیں
سو میں پوری ایک بھی ہوتی نہیں

ہیں غرض بچے کی جاں کو وہ عذاب
کچھ شمار انکا نہ کچھ حد و حساب

عمر پاکر جب ہوا انساں جواں
باعث کلفت ہوئی تاب و تواں

جسکا دنیا میں جوانی نام ہے
وہ ہے دیوانی یہ شہرۂ عام ہے

خاطر ناشاد ہو کس طرح جمع
ہے جواں پروانہ اور عورت شمع

عشق کی کھاتا ہے جان و دل پہ لاگ
پھونک دیتی ہے اسے شہوت کی آگ

عقل گہری اور فراخ اور پرصفا
کیسی ہی اور کیوں نہ ہو نازش[2] کی جا

اسطرح ہوتی ہے گدلی در شباب
جسطرح برسات میں دریا کا آب

---

[1] مادر کا پیٹ　[2] باعث فخر و ناز

زن سراب اور جسم اک صحرا ہے آہ　　سن ہرن ہے دوڑکر اسمیں تباہ
زور کا ہے یہ جوانی کا بخار　　اور ہلاکت اسکا ہے انجام کار
رہتا ہے بحران[1] منصوبونکا یوں　　شیخ چلّی بک رہا بیٹھا ہو جوں
ہے کہیں زور آزمانے کا خیال　　اور کہیں دولت کمانیکا وبال
ناز بیجا صحت و طاقت پہ ہے　　فخر بیجا مال اور دولت پہ ہے
ہے کوئی حسن جوانی کا محل　　اور کوئی رکھتا ہے علم بے عمل
اندنوں رہتی ہے یوں اونچی نگاہ　　جھک کے نیچے دیکھنا بھی ہے گناہ
وہ جوانی قابل تعظیم ہے　　جسمیں سر جھکتا پئے تسلیم ہے
نیکیوں پر جسمیں رہتی ہے نظر　　زیب ہے اخلاق سے پاتا بشر
ساتھ دنیا کے ہے عقبے پر نگاہ　　ہو اگر ایسا تو پھر کیا بات واہ
لیک ملتے ہیں کہاں ایسے جواں　　جسکو دیکھو وہ ہے دیوانہ یہاں
عورتوں پر ہے نظر یا مال پر　　جو ہلاکت کے ہیں باعث سر بسر

مال کا اچھا نہیں ہرگز مآل　　اس لئے یہ ہے مری جاں کو وبال
اسمیں تحصیل دولت ہی عذاب　　گر کمایا تو حفاظت ہے عذاب
بچ گیا تو خرچ کرنے میں ہے رنج　　باعث کلفت ہی ہے دنیا میں گنج
آج میری کل ہے تیری یاں یقیں　　دہر میں دولت سی ہرجائی نہیں
خاندان و علم و اخلاق و کمال　　ایک کا بھی تو نہیں اسکو خیال
آج اسکے پاس ہے کل اسکے پاس　　میں رکھوں تو کیا رکھوں دولت کی آس
بڑھتی ہے یوں نیک بداعمال سے　　دودھ سے جوں زہر سانپونکا بڑھے
محسن و دانا۔ بہادر اور حلیم　　پاتے نہیں بس مال کا گنج عظیم

[1] بحران میں بڑاتا۔

اسطرح جو جانتے ہیں جلدی خراب
خاک کے پڑنے سے جوں موتی کی آب

دولت اس دنیا میں وہ زنجیر ہے
جسکا وابستہ جوان و پیر ہے

ہے جرائم کی یہی دنیا میں ماں
اور گناہوں کی محرک[1] ہے گماں

روز اس کے واسطے ہوتے ہیں خوں
سینکڑوں کو روز ہوتا ہے جنوں

آہ اے زر تجھ میں وہ کیا بات ہے
تجھ پہ یوں شیدا جو مخلوقات ہے

وہ نہ دیں کے اور نہ دنیا کے رہے
بندے ہیں جو دولت کے ہیں اور مال کے

چاہئے مجھ کو منی جی شانتی
وہ بھلا سودائے زر میں کب ملی

اس سے تو الٹی یہ ہوتی ہے سوا
کچھ نہ دیکھوں میں یہاں ہیں شیو دیا

زر کمایا ہے تو اب شادی کروں
پاس دولت ہو تو اسکا لطف لوں

عورتوں میں کیا دھرا ہے ای منی
گوشت کی گڑیا ہیں دیکھو تو سہی

رہتی ہیں گھر کے گھروندوں[2] میں سب یہ
کھیلنے کا محض بچوں کے سبب

پوست سے ہڈیکا پنجر ہے منڈھا
اور رگ و ریشے سے وہ باندھا گیا

اسپہ زیور اور کپڑے کا بناؤ
بات کیا نکلی کوئی مجھ کو بتاؤ

نازنیں کا قصہ دم میں پاک ہے
پھک گئی شمشان میں تو خاک ہے

گوشت پوست اور استخواں کر کے جدا
کوئی بتلائے مجھے ہے حسن کیا

پھر جو شمع حسن کے پروانے ہیں
وہ نکما ہوں میں مری دیوانے ہیں

زندگی کو نیک کاموں میں لگاؤ
عورتوں کے پاس تم بھولے نہ جاؤ

عورتوں کے ساتھ وابستہ ہیں بھوگ
بھوگ کا ہی دوسرا ہے نام روگ

زن چھٹی تو جانو دنیا چھٹ گئی
اور مآل اس ترک کا ہے شانتی

[1] حرکت دینے والی [2] گڑیا کا گھر

یہ جوانی میں زن و دولت کی چاہ — ہے عبث گر کیجئے غائر[۵۱] نگاہ
جیسے طفلی کو جوانی نے چرا — ہے ضعیفی کا جوانی ناشتہ
جب سواری موت کے راجہ کی آئی — فکر کی فوجوں نے صف اپنی جمائی
افسر آئے فوج کے بیمار یاں — بیکسی بے طاقتی کی رانیاں
جھنڈیاں لہرائیں بالوں کی سفید — عضو کانپے خوف سے مانند بید
پیٹھ کُبڑی ہو جھکے تسلیم کو — اب امید زیست کیونکر ہو تو ہو
جب ضعیفی قصر تن میں آ دھسی — عقل بھاگی گھر میں سوکن آ بسی
دیکھ کر گھر جسم کا بشکستہ سا — گھونسلا لالچ کے گِدھ نے آ کیا
کیا غضب ہے جاں نہ جب تن میں رہے — اے مُنی لالچ بڑھے اور یوں بڑھے
آدمی سے کچھ نہ ہو سکتا ہے جب — حرص ہوتی ہے فزوں روز اور شب
گر چکے دنداں تو کھانے کی ہوس — دل میں گھر اپنا بنا لیتی ہے بس
زر نہیں رہتا ہی جب کچھ کام کا — ہوتی ہے حرص و ہوا دن دن سوا
زور و طاقت کا نہیں جب رہتا نام — دل میں رکھتا ہی خلش ایک ایک کام
ہنستے رہتے پیر پر ہیں مرد و زن — اس سے بڑھتی اور ہی دل کی جلن
یاس[۵۲] ہے سب کا نتیجہ اے مُنی — دیکھتی بس موت ہے آگے کھڑی
دمبدم اُٹھتے ہیں خاطر میں خیال — دیکھئے ہونا ہے کیا میرا مآل
عمر گزری اور نہ کچھ مجھ سے ہوا — جنم ہی میں نے اکارت کھو دیا
ساتھ عقبےٰ کا نہ ساز و برگ ہے — ہائے ایدل میں ہوں اب مرگ ہے

موت کا لقمہ ہے یہ سارا جہاں — کس کو چھوڑا اس نے اور چھوڑا کہاں
بادشاہ ملک ہے یا ہے گدا — کون ہے جس کو نہ آئے یاں قضا

[۵۱] غور کرنے والی [۵۲] مایوسی)۔

ہے مگر میدان دنیا صید گاہ
جیو ہیں اس میں شکار بے پناہ

ہے شکاری ایک نام اسکا اجل
تاب کیا بچکر کوئی جائے نکل

مرگ مبرم سے کوئی بچتا نہیں
قرض خواہی ایسی دیکھی بھی کہیں

آکے وسنک موت نے جب ریہ دی
آدمی کو ساتھ لے کر ہی ٹلی

انتظار اسنے بھلا کس کا کیا
کام پورا ہے کہ آدھا رہگیا

طفل ہے یا ہے جواں یا پیر ہے
موت کا ہر شخص ہی نخچیر ہے[۸۱]

آدمی اور سِدّھ جوگی اور جتی
دیوتا اور اندر اور برہما ہی تی

کوئی بچ سکتا نہیں ہے کال[۸۲] سے
حال جب یہ ہے تو حیرت ہے مجھے

کیوں بشر ہیں محو غفلت ہو رہے
کیوں ہیں گہری نیند ایسی سو رہے

نیند سولی پر انہیں آتی ہے آہ
ہو گیا اگیان[۸۳] سے عالم تباہ

آدمی کو کیا ہو امید قیام
دیوتاؤں کو نہیں مطلق دوام

برہما وشنو اور شِو جی بھی کبھی
رہنے پائیں گے نہ ہرگز اے منی

پینے والے پیاسے جائیں گے
کھانے والے آپ کھائے جائینگے

کوہ پسکر ذرّے ہو جائینگے خرد
بحر پر آتش کی ہو گی دستبرد

ملک بن جائینگے صحرا ریگ کے
شہر انہیں ہونگے ٹیلے سے کھڑے

جلوہ فرما ہو گی بس اک نیستی
اسکی جانب ہی ہر اک شے کھچ رہی

جوں مریں پروانے گر گر شمع پر
موت کے منہ میں ہے یوں سب کا گزر

نیستی منہ اپنا پھاڑے ہے کھڑی
اور ہر شے اس کے منہ میں گھس رہی

ہو کے بے بس سب کھنچے جاتے ہیں ہم
اے منی جی خود بخود سوئے عدم

اسطرح کی رہتی ہے میری نظر
موت کا دنیا نظر آتی ہے گھر

اب اگر بھوگوں تو میں کیا خاک بھوگ
بھوگ سب میری نگاہوں میں ہیں روگ

شانتی ڈھونڈھی نہیں ملتی مجھے
رات دن سہتا ہوں میں فکر کے

ہے نہیں گر شانتی کا راستہ
یا مجھے کوئی نہ وہ بتلائیگا

یا نہ گر پہنچا میں اسیر آپ ہی
تو یہ اپنے دلمیں میں نے ٹھان لی

کھانا پینا چھوڑتا ہوں آج سے
ہاتھ دھوتا کام سے اور کاج سے

بیٹھے بیٹھے جان دونگا ای منی
کہہ کے یہ چُپ ہوگئے یوں رام جی

مور یا دل دیکھکر جوں بے صدا
اور پھر خاموش ہو جائے کھڑا

گیان اُپدیش

رام اِدھر بیراگ کہکر چپ ہوئے
اور اُدھر تحسین کے نعرے اُٹھے

تھی تنا میں تر زباں ساری سبھا
کیا ہی سچّا ہے کلام دلربا

تیر سے ہیں یہ سخن بیراگ کے
درد اٹھا دل میں جب آکر لگے

سن کے حیراں رہ گئے دونوں منی
واہ کیا بات آپ کی ای رام جی

بولے وشوامتر جو تھا جانتا
پہلے ہی وہ جان خود تم نے لیا

عقل صافی پر تمہاری آفریں
جاننا کچھ اور اب باقی نہیں

جو حقیقت سے ہوا آگاہ ہے
اس کی اے رگھبیر یہی رہ ہے

لطف بشیونمیں ذرا آتا نہیں
لذّتوں میں نفس للچاتا نہیں

بھوگ کی چھوڑی ہے تمنے دلسے چاہ
گیانیوں کی اب بہم پہنچی نگاہ

بندھ کیا ہے واسنا[1] ہی بھوگ کی
یہ گھٹی تو بندھ کی سختی گھٹی

[1] خواہش لطف۔

نہ رہے مضبوط ہونی واسنا
سوکشم نہ دل میں ہو، تو یہی ہے بیلا

بھوگ کی کچھ واسنا جس کو نہیں
وہ ہے جیون مکت جیتے جی یہیں

گیان اسنے گیا نیو نبے جب سنا
ہو تیاگ ستسنگ سے اور بھگت کی سمجھیا

رخ پہ آتی گیان کی ہے کانتی
اور مل جاتی دوامی شانتی

کیوں وسشٹ اب یاد ہی وہ بات بھی
دشمنی جب ہم میں تم میں سخت تھی

اور سبھا نے دیا تھا حکم کر گیان
وہ یہی کہتے رام سے اے مہربان

رام کا ہے قلب جانی ہے یقیں
سیو انکا گیان دینے ہی نہیں

خشک ایندھن ہے یہاں رکھا ہوا
دیر بس دیوا سلائی دو لگا

آگ اب بھڑکی کی بھڑکی گیان کی
روشنی دم میں ہوئی عرفان کی

اہل مجلس اور راجہ بھی یہاں
یوں سمجھتے ہیں ہمارے ہم زباں

سن کے یہ بولے وسشٹ جی یہیں
ہیں تمہارے حکم سے باہر نہیں

بے مثل رِچ سر پہ نیچوں کا دیا
میں نے بھی اپنا عمل اسیر کیا

کہہ کے یہ لقا رکھا رعب و جلال
اپنے چہرے سے دکھایا بے مثال

رام جی سے پھر مخاطب ہو گئے
اور گیان اس طرح سے کہنے لگے

رام وشوامتر نے جیسے کہا
نہ رہے کا باعث فقط ہے واسنا

واسنا ہے دوسرا خواہش کا نام
ہو رہا ہے جس کا اک عالم غلام

جانتے ہیں سب کہ ہم انسان ہیں
گیان سے بے بہرہ ہیں نادان ہیں

طالب خاکی کو صحت چاہئے
چاہئے گھر اور دولت چاہئے

عزت و حرمت سے بہرہ ہو ہمیں
شان اور شوکت سے بہرہ ہو ہمیں

سلہ جیتے جی نجات پایا ہوا سلہ ست سیا سمجھا جھوٹا سلہ نور

یہ اقارب اور یہ ہیں رشتہ دار | یہ ہیں دشمن جو ہیں رکھتے ہیں خوار
گھر کئے ہے ہر جگہ ما و منی | ہر جگہ ہے دوستی و دشمنی
نفرت و رغبت کا پھیلا ہے وہ جال | مخلصی جس سے ہے اک امر محال
دل پہ چھاوی ہیں یہ باتیں جیتے جی | بعد مردن ساتھ جاتی ہیں یہی
ان خیالات اور میلانوں کو رام | واسنا کا ہم دیا کرتے ہیں نام
جب جنم لیتا یہاں ہے آدمی | واسنائیں ساتھ لاتا ہے یہی
واسنائیں ہی کرائیں کرم ہیں | جنم پر یہ اس کو دیتی جنم ہیں
چکر میں آواگون کے وہ تو پھنسا | گھومتا یوں رہتا ہے چکر میں سدا
جیسے دن بھر بیل کولھو کا پھرے | اور چلے جس جا سے اُس جا ہی ملے
واسطے اسکے یہی آزار ہے | وہ ہے بدبخت اور یہ سنسار ہے

واسنا ہیں دو طرح کی انہیں ایک | ہیں بُری اور دوسری آرام نیک
وہ بُری ہیں جنمیں ہے ما و منی | خودنمائی خودستائی و خودی
وہ بُری ہیں جن سے دنیا ہیچ کر[1] | سوو کی دلدل میں مثل خر پھنسیں
وہ بُری ہیں ہے بُرا جنکا مآل | جن سے ہو دنیا و عقبےٰ پائمال
وہ ہیں اچھی جن سے ہو یاں کا سُدھار | اور سدھرے عاقبت انجام کار
وہ ہیں اچھی جن سے ہوں اخلاق نیک | اور پیدا دل میں تیاگ اور وویک
وہ ہیں اچھی جن سے ہو کچھ بہتری | دین کی دنیا کی اور ہر بات کی
ہیں یہاں یہ فرض ہے انسان کا | جو بُری ہیں وہ دبا دے واسنا
اور اچھی واسناؤں کو بڑھائے | تاکہ اچھا پھل جنم لینے کا پائے

[1] نفرت از دنیا و تیز صافی۔

رام جی بولے کہ سُنئے اے مُنی | واسنائیں جو ہیں پہلے جنم کی
وہ جدھر مجھکو لگائیں کھینچکر | میں لگا بیٹھا رہونگا میں اُدھر
کرم پہلے جو کرائیں گے یہاں | سب کرونگا میں بلا وہم و گماں
اس لئے میں بیٹھنے لیٹے کا رہوں | کیا کروں مجبور ہوں لاچار ہوں
یہ سنا تو ہنس کے بولے یوں مُنی | یہ غلط بات آپ نے کیسی کہی
کرم پہلے کیا ہیں اور کیا واسنا | بس وہی پہلے جو ہم نے کر لیا
رام جی قسمت نہیں ہے کچھ بھی شے | نام یہ تو پہلے ہی کرموں کا ہے
پہلے جیسے ہم سے یہ سرزد ہوئے | اب بھی تو ہم کرم کرتے ہیں بڑے
اب کے کرموں سے نہیں تم کیوں دباؤ | پھر نہ کچھ تکلیف بھولے سے اٹھاؤ
اب کرو تو کام ہوں ایسے بھلے | وہ دبالیں کرم پہلے جنم کے
کیا ہے وہ ہمت سے جو ہوتا نہیں | کیجئے ہمت اور سب کچھ ہے یہیں
قائل تقدیر سب نامرد ہیں | قائل ہمت جہاں میں فرد ہیں
شیر سوئے اور نہ گر ہمت کرے | صید کیونکر اسکے منہ میں خود گرے
کھیت ہمت سے نہ بوئے گر کسان | فصل پر ملتے کہاں ہیں اسکو دھان
گر نہ غواص[۱] آپ ہیں غوطہ لگائے | بے بہا موتی بھلا کس طرح پائے
کوہ کو کھودیں نہ ہمت سے اگر | کب ملیں یاقوت و لعل و سیم و زر
تابع ہمت ہے دولت اور مال | ملتا ہے ہمت ہی سے عز و جلال
اہل ہمت پاتے ہیں دنیا میں نام | ہوتے ہیں ہمت سے سب دنیا کے کام

ہے یہی عقل کے کاموں کا بھی حال | اور ہمت کا سدا اچھا مآل
ہاتھ پر ہاتھ اپنے رکھکر بیٹھا جو | کچھ نہیں ملتا ہے اس نامرد کو

[۱] غوطہ خور

جانور جیسا نتھا آیا جائیگا
کیا جنم لینے کا وہ پھل پائیگا

رام جی دُرلبھ[51] ہے یہ مانش جنم
کرنے اس میں چاہئیں ایسے کرم

جس میں دنیا بھی بنے اور دین بھی
دونوں جانب رونما ہو بہتری

کہہ دو سب سے چھوڑیں قسمت کا خیال
اور کریں کچھ بیٹھکر فکر مآل

جائیں ست سنگو[52] میں اور وہ فیض اٹھائیں
جھولیاں بھر بھر کے وہاں سے گیان لائیں

گیان سُن سُن کر کریں دل میں بچار
ہم ہیں کیا دنیا ہے کیا ناپائیدار

شاستر آچاریوں سے یوں پڑھیں
راہ روحانی ترقی میں بڑھیں

ہے تمہارے دل میں بیراگ و ویوک
چل رہے ہو رام جی تم راہ نیک

موکش کا اول قدم بیراگ ہے
اور لگی دل میں تمہارے آگ ہے

نام اسی کا موکش کی ہے چاہنا
دل میں ہونا ہے بھلا اس بھاؤ کا

موکش کا بیشک کھلیگا تم پہ در
پہلے دربانوں سے تم مل لو مگر

دل لئے گر سب سے تم یا ایک سے
کھول دینگے در یہ رہ آینک سے

ہیں در مکتی کے یہ دربان چار
سادھو سنگ[53] سنتوش شم آتم بچار

ان میں سے اک اک کو لینے جائیے
اور اُن پر غور خود فرمائیے

شم کے معنی قلب کی ہے شانتی
چھوڑتا ہے فکر جس میں آدمی

چھوٹی باتوں سے نہ دل کو دکھ دو
رام جی تم فکر سارے چھوڑ دو

کام جو کرنیکا ہے کیجے اُسے
فکر کرکے لینا ہے کیا فکر سے

شم کا امرت جسنے جی بھر کر پیا
جینا اس کا ہے وہی جگ میں جیا

ابتدا شم کی ہے خاطر کی خوشی
انتہا اس کی پرم ہے شانتی

---

۵۱ انسان کا چولا مشکل سے ملتا ہے ۵۲ صحبت نیکاں ۵۳ صحبت نیکاں قناعت۔ شانتی اور گیان

دوسرا سنتوش ہے اے رام جی
اس کے معنی یہ ہیں گر سوچے کوئی

آدمی ہر حال میں قانع رہے
طبع میں حرص و ہوس آنے نہ دے

غیر حاصل کی نہ ہو خواہش کبھی
ہو حصول شے نہ کچھ وجہ خوشی

کیوں کیا کرتے ہو تم رشک و حسد
جلنا اوروں سے بڑی عادت ہے یہ

کیوں تمہارے دل میں رنج و یاس ہے
بھوگ لو جو کچھ تمہارے پاس ہے

مرد قانع کو نہیں ما و منی
دوستی دل میں نہ اس کے دشمنی

مرد قانع ہے غنی اور اسنے مال
وہ کمایا ہی نہیں جسکو زوال

مرد قانع ہے یہاں دل کا امیر
اسکے آگے مال والے ہیں فقیر

دین اور دنیا کا ہے اسمیں بناو
رام جی سنتوش کا اچھا ہے بھاو

راہ میں سنتوش کے جو جو بڑھا
گیان کے وہ بام پر آخر چڑھا

سادھو سنگت تیسرا دربان ہے
صحبت نیکاں میں ملتا گیان ہے

بحر دنیا سے ہے یہ ترنے کی ناو
جاو سادھو سنگ میں ہر روز جاو

تخم بند جوں خربزے سے پکڑے رنگ
بخشتا ہے فیض یوں ہی سادھو سنگ

یہ ہے وہ گنگا نہانے جو گیا
پاپ اسکا ناش سارا ہو گیا

دان سب سے بڑھکے اسنے ہی دئے
برت جپ تیرتھ اسنے ہی کئے

جسنے سادھو سنگ کا سیون کیا
پھل جنم لینے کا دنیا میں لیا

گیانیوں کے عقدے ہاں دل میں وا
کیوں نہ ہوں اُن سے نکلے وہ مشکلکشا

پاس بیٹھا اُن کے جو گیانی ہو وہ
کچھ دنوں میں مرد لاثانی ہے وہ

رام جی دربان چوتھا ہے بچار
اس سے بڑھکر کچھ نہیں ہے زینہار

له کیفیت نفس

گیانیوں کا سنگ کیجے چاؤ سے
شاستر کو پڑھیے بھگتی بھاؤ سے

جو سنا یا جو پڑھا اس پر بچار
کیجے تنہائی میں کیجے بار بار

عقل میں آتی ہے اس سے یوں صفا
آئینے میں جیسے صیقل سے جلا

سوچتے ہیں بیٹھکر جو بار بار
اور کرتے رہتے ہیں آتم بچار

جمنے لگتا ہے انہیں کا دھیان بھی
ان کو ہو جاتا ہے آخر گیان بھی

پوچھے مجھ سے اگر کیا ہے وہ گیان
تو سنو کرتا ہوں میں اسکا بیان

سب کو یہ دنیا نظر ہے آ رہی
اور تماشے اپنے سب دکھلا رہی

اس کے یہ معنی ہیں گر سوچو ذرا
ہے ہمارے علم میں یہ رونما

جلوہ فرما علم میں ہوگی جو شے
وہ بعینہ خواب کا نقشہ سا ہے

خواب ہر شب تمکو آتے ہیں نظر
دیکھتے ہو تم تماشے رات بھر

گیان میں ہے سب کا جلوہ ہو رہا
ایک عالم ہے کہ ہے جلوہ نما

کوہ و میداں شہر و قصبہ اور چمن
نہر و دریا دشت و صحرا ہے کہن

بحر و بر ہیں اس میں اور ارض و سما[1]
مہر و مہ ہیں اور اختر رونما

آدمی ہیں اور درخت اور جانور
آ رہے سب چشم بینا کو نظر

کون کہہ سکتا ہے جبتک دیکھے خواب
یہ ہے جھوٹا مثل امواج سراب

سچ و عین سچا ہی آتا ہے نظر
گویا بیداری کا عالم جلوہ گر

آنکھ لیکن خواب سے جس دم کھلی
خواب کی دنیا اسی دم کچھ نہ تھی

محض ناظر کی نظر کا کھیل تھا
خواب میں کوئی نہ تھا اسکے سوا

اپنی لیلا[2] سے رچا تھا اس نے سب
اور ہٹالی ہے نظر ان سے اب

---

[1] زمین و آسمان - [2] کھیل

ہن ست وعن یہ ہی ہے بیداریکا حال / سچ نہ سمجھو یہ ہے دنیائے خیال
وجہ یہ دونوں ہیں عالم دھیان میں / علم میں ہیں یا کہ اپنے گیان ہیں
واقعی بیرونی دنیا کا وجود / کچھ نہیں ہے۔ ہے یہ سب جھوٹی نمود
چشم بینا ہے تماشہ دیکھتی / روبرو اس کے ہے لیلا ہو رہی
ذات بینا کا رکھا ہے برہم نام / اور تماشے ساری ہیں مایا کے کام
جو تماشہ ہے وہ سب مایا کا ہے / سچ نہیں ہے برہم کی چھایا کا ہے
بھول میں لیکن پڑا ہے خواب میں / حق و باطل کی تمیز اسکو نہیں
جھوٹ کو سچ جانکر ہے رو رہا / جان اپنی دکھ میں ناحق کھو رہا
رام دنیا میں نہیں ہے کچھ بھی دکھ / اور دکھ کی طرح ہے جھوٹا ہی سکھ
کس کی رغبت کس سے نفرت کیجئے / جھوٹ ہے ہر چیز دیکھو غور سے
ہے فقط بود و نمود یہ جہاں / خواب کا نقشہ بلا وہم و گماں
خواب کے نقشوں میں کیا وابستگی / ایک سی ہر چیز ہے اچھی بری
آب دنیا میں کہاں ہے یہ سراب / دوڑ کر اس میں نہ ہونا تم خراب
موہ سے تم کیا ہو اگیانی بنے / وہم کثرت میں ہو کیا جاکر پھنسے

کھیل ہے مایا کا کثرت رام جی / اور اس کو ذات وحدت دیکھتی
جیو جھوٹے ہو رہے ہیں جلوہ گر / خواب میں جوں مرد و زن پیش نظر
جیو جڑ دونوں ہیں جھوٹے لاکلام / ایک ست[۱] وستو ہے جسکا برہم نام
بے دوئی ذات احد وہ گیان روپ / ستیہ[۲] اور آنند اور جوتی سروپ
علم کا بس ایک بحر بے کراں / جس کو پہنچے ہی نہیں وہم و گماں
علم کا آکاش[۳] جس کی حد نہیں / عقل کی کچھ جس میں رد و کد نہیں

۱؎ ستے حقیقی ۲؎ ہستی۔ سرور اور نور مطلق۔ سچدانند ۳؎ آسمان

علم کا وہ مہر جس کی روشنی
زیر و بالا پیش و پس پھیلی ہوئی

نور ہے وہ اور وہ ہی نار ہے
وار ہے جسکا نہ جسکا پار ہے

غیر محدود ایسی ہیں ذاتِ محیط
جو زماں پر اور مکاں پر ہے محیط

برہم ہے لے رام یہ ہی شدھ گیان
جسمیں سنشیہ کا نہیں نام و نشان

اپنی ذات پاک میں معمور خود
آپ اپنے آپ میں بھرپور خود

شدھ ہے یہ گیان وار اسکا نہ پار
اک سکل بحر ناپیدا کنار

اسکا مایا سے تعلق جب ہوا
یوں جگت اک دم میں پیدا ہوگیا

جس طرح سے خواب دیکھے خواب بیں
اور من اس کا ہو صورت آفریں

برہم کی لیلا[۱] ہے یہ جھوٹا جگت
دیکھتے ہیں جسکو گیانی اور بھگت

برہم میں اور اس میں ہے مطلق نہ بھید
دیتے آئے ہیں یہی تعلیم وید

بحر و گرداب و امواج و حباب
آب سے کب ہیں جدا ہی وہ ہیں آب

گر کہو نام اور صورت ہیں بڑے
دونوں یہ جھوٹے ہیں نقشے خواب کے

گر کسی کو چاند دو آئیں نظر
ہے اسی کا رام جی نقصِ بصر

چاند دو پہلے نہ تھے اور اب نہیں
اور نہ ہونگے دل میں ہے سب کے یقیں

اس لئے دنیا ہے ساری برہم روپ
ستیہ[۲] آنند اور خود جوتی سروپ

ہے فقط مایا سے اگیانی کو بھول
اس لئے سمجھا جگت کو ہے ستھول[۳] ۵۳

ورنہ ہر صورت یہاں ہے سوکشم[۴]
خواب کے نقشوں کی صورت بیش و کم

برہم صورت بشکلے ہے جلوہ نما
کچھ نہیں یاں ذات واحد کے سوا

وہ سمجھنا ہی جسے ہے عقل و فہم
نام و صورت گیان میں دونوں ہیں وہم

---

۱ کھیل ۲ حق ۔ پردہ نور ۳ کثیف ۴ لطیف۔

تم بھی ہو شدھ گیان اے رام جی
سب کے شاہد اور سب کے ساکشی[۵۱]

ہو رہا ہے اک تماشہ سامنے
رچ لیا ہے جو دل خودکام نے

ہے فقط ٹٹی کی اوجھل یہ پہاڑ
کیا سنسار اسمیں تمہارا کیا بگاڑ

ہونے دو اور دیکھے جاؤ با خوشی
یہ سمجھ کر میں ہوں اسکا ساکشی

وقعتِ دنیا سوا اسکے نہیں
خواب ہے یہ اور تم اسکے خواب بیں

خواب ہے سب ابھیاس[۵۲] اور دھیان دھرم
خواب ہے گیان اور بھگتی اور کرم

خواب کے نقشے کی آخر بود کیا
خواب بیں کو کیا زیاں[۵۳] اور سود کیا

یہ رہا کرتی ہے گیانی کی نظر
جس کے دل میں کچھ نہیں خوف و خطر

جو اُچھے[۵۴] پد پر چڑھا ہے گیان سے
جسنے اپنا روپ دیکھا دھیان سے

گر کہو۔ ہے حال ایسا ہی اگر
شاستر بیکار ہو گا سر بسر

اور اُٹھ جائیگا دنیا سے دھرم
کب کریگا کوئی بھگتی اور کرم

تو سنو میری غلط ہے یہ خیال
دھرم کا دنیا سے اُٹھنا ہے محال

خواب ہے دنیا، دھرم بھی خواب ہے
کیا سمجھ لینے میں پیچ و تاب ہے

خواب میں جیسے کوئی بیمار ہو
اور دکھائے حال وہ ہی بید کو

اور وہ وہمی دوا اس کو پلائے
جس سے وہمی درد کی تکلیف جائے

اس کی جا محسوس ہو وہمی شفا
اور مزا لے آدمی آنند کا

درحقیقت وہمیہ تھا جیسے دکھ
وہمیہ ہے تندرستی اور سکھ

وہمیہ دکھ سے جہاں انسان چھٹا
وہمیہ سکھ دل میں قائم ہو گیا

یہ ہے حالت چت کے پرساد[۵۵] کی
اس کو کہتے ہیں صفائی قلب کی

قلب انسان جب مصفا ہو گیا
اس میں پڑتا گیان کا ہے پرتوا

[۵۱] دیکھنے والے [۵۲] ریاضت [۵۳] نقصان، وفائدہ [۵۴] مقام بے خوفی [۵۵] صفائی قلب۔

گیان میں کرنا کرانا کچھ نہیں — کرم سے بھی موکش ملتی ہے کہیں
رام جی تم ہو سدا سے مکت روپ — شُدّھ برہم اور شُدّھ خود جوتی سروپ
بندھ ہوگا اور نہ اب ہے اور نہ تھا — شُدّھ ہو اور مُکت ہو تم دائما
فرق برہم اور جیو میں مطلق نہیں — تم رکھو اس بات کا دل میں یقیں
یہ خلاصہ ہے تمامی گیان کا — اب کرو جو چاہو اے مرد خدا

گیان یہ کہکر وسشٹ اب چپ ہوئے — رام جی کے پردہائے دل کھلے
موہ[۵۱] خاطر کا ہوا اک دم سے دور — گیان کا روشن ہوا سینے میں نور
کائنات آئی نظر مانند خواب — اٹھ گیا چشمان بینا کا حجاب
اپنا انوبھو[۵۲] یہ ہوا ہوں گیان روپ — برہم میری ذات ہے جوتی سروپ
اٹھ رہی ہیں کائناتیں مجھ میں یوں — بلبلے ٹھہرے ہوئے پانی میں جوں
آدمی کیا میں شری بھگوان ہوں — سروویاپی سروشکتیمان ہوں
مسکرائے سوچ کر کچھ اپنے آپ — یاد وہ نارد منی کا آیا شاپ
موہ ہونی - لینا وہ اوتار کا — تارنا بھگتوں کا دیت مارنا
مسکرائے سوچ کر پھر رام جی — واہ بازیگر ہیں کیا نارد رشی

مسکرائے رام تو سب خوش ہوئے — تھے فسردہ غنچۂ دل کھل گئے
ایک تو وہ گیان سننے کی خوشی — دوسرے اس پر خوشی یہ رام کی
نعرۂ شادی ہوا یکدم بلند — واہ گیان ایسا سنایا دلپسند
اہل مجلس سن کے کرتارتھ ہوئے — حالت اصلی پہ رگھبر آ گئے
اے وسشٹ ایسا نہیں کوئی رشی — گیان کے ہیں آپ ہی پورن[۵۳] دھنی

۵۱ پندار یا بھول ۵۲ کشف ۵۳ مکمل مالک۔

بولا راجہ گیان سب تمنے سُنا — رام کہیئے درد کچھ دل کا گیا
رام بولے ہوگیا سب دور موہ — مستقل اب ذات میں ہوں مثل کوہ
نوکروں نے بات یہ مجھ سے کہی — یگیہ کرتے اک ہیں وشوامتر جی
راکشس کرنے نہیں دیتے انہیں — آئے ہیں یاں تا کہ مجھکو ساتھ لیں
ساتھ جانے کیلئے تیار ہوں — اور جو کچھ حکم ہو وہ سب کروں
مل کے سمجھانے لگے دونوں مُنی — دی اجازت راجہ جی نے باخوشی

وشوامتر کے ساتھ سفر

سادھ کر اچھا سا دن اور شبھ گھڑی[۱] — ہو گئے ہمسفر عازم رشی
رام نے ماں باپ کے چومے قدم — اپنے یاروں کو کیا یکجا بہم
ہو کے رخصت ساتھ لچھمن کو لئے — آپ وشوامتر کے ہمرہ چلے
دونوں بھائی گو ابھی لڑکے ہی تھے — پر وہ لڑکے جن سے شیر نر ڈرے
بر میں ترکش ہاتھ میں تیر و کماں — شان مردی رخ سے دونوں کی عیاں
قد کشیدہ دونوں جوں تازہ نہال — آنکھ میں دونوں کی ڈوری لال لال
دیکھ کر رہ گیر یوں کہنے لگے — جا رہی ہے بیرتا[۲] دو تن دھر کے
سانورے اور گورے رنگوں نکھار — جوں بنفشہ اور چنبیلی پر بہار
یوں تھے خوش ساتھ انکے وشوامتر جی — جیسے دل میں جو تمنا تھی ملی
رام سے کہتے یہی تھے بار بار — اے دیا مے[۳] اس پتا کے ہیں نثار
بیکسی میں تم نے پکڑا میرا ہاتھ — باپ کو چھوڑا اور آئے میرے ساتھ

[۱] مبارک گھڑی [۲] شجاعت [۳] رحم ہی رحم۔

چھوڑدی ساماں طرب چھوڑی محل — دیتوں سے تاکرو جنگ و جدل
آپ سا دنیا میں کوئی ہے کہاں — بے غرض ہر ایک پہ یوں مہرباں
یہ تمنا ہے تمہارے پاس ہوں — جان و دل سے میں تمہارا ہو رہوں

اسطرح جب کر رہے تھے یہ سفر — ایک دن اُس جا ہوا ان کا گزر
دیتوں کی چھاونی اک پاس تھی — راجہ راون کی بیٹھائی ہوئی
اور یہاں افسر تھے اسکے رشتہ دار — دیتوں میں فخر سے جن کا شمار
کام تھا ان سو ذیونکا بس یہی — یگیہ رشیوں کو نہ کرنے دیں کبھی
کرتے گر یگوں کی یہ تیاریاں — ڈالتے آکر خلل دیت یہاں
چھاونی سے دور کچھ بھی رشی — رام لچھمن کو وہاں تعلیم دی
وہ سکھائے استر[1] جن سے کبھو پیاس — لڑنے والے کے کبھی آئے نہ پاس
زور و طاقت جسم میں افزوں رہے — تن بدن ہر قسم کی سختی سہے
سب سکھایا علم ناوک افگنی — چھتری تھے خود یہ اس فن کے دھنی
تیر وہ جو آگ برسا کر جلائیں — تیر وہ طوفان اُٹھا کر جو بہائیں
تیر وہ جو اژدھے بن کر گریں — مارنے بھی جائیں واپس بھی پھریں
تیر وہ جن میں تھی مایا[2] موہنی — جن سے ناممکن عدو کی مخلصی
راکشس تھے بسکہ مایا[3] وی بڑے — اور پڑتے تھے انہیں سے معرکے
اس لیئے یہ علم تھا ازبس ضرور — تاکہ موقع پہ نہ واقع ہو قصور

رام جی تعلیم میں مصروف تھے — راکشس پھرتے پھراتے مل گئے
تاڑکا تھی ان میں اک جاتی بڑی — اور رشی کی جان سکھ پیچھے پڑی

[1] دشمنوں سے لڑنے کے منتر [2] جادو [3] جادو وکے مایا کرنے والے۔

مارینکو دوڑی اُن کو دیکھکر — رام نے جب دیکھا آفت ہے ادھر
تیر ایسا مارا وہ دھم سے گری — اور گرنا تھا کہ فوراً جان دی
بھاگ کر ہمراہیوں نے لی پناہ — درد دل میں اُٹھ رہا اور لب پہ آہ
رام لچھمن اور وشوامتر جی — واں سے اُٹھے اور اپنی راہ لی
چھاونی سے آشرم کا فاصلہ — کچھ زیادہ چند کوسوں سے تھا
یاں تھی وشوامتر کی جائے قیام — اور رہتے انکے چیلے تھے تمام
خیر مقدم[1] کے لئے باہر سب آئے — رام کے درشن کے سب نے لطف اُٹھائے

راہ کی کلفت ہوئی جب تن سے دور — بولے وشوامتر سے ہنسکر حضور
اے رشی جی یگیہ کا ساماں کرو — میں ہوں رکھوالی کو حاضر مت ڈرو
بولے وشوامتر مجھ کو کیا خطر — آپ سا رکھوال ہے پیش نظر
کون اسکے کھیت کی حد میں دبائے — رام رکھوالی کو جسکی آپ آئے
کہہ کے یہ اس یگیہ کا ساماں کیا — جس کے کرنیکا انہیں سنکلپ[2] تھا
آگ میں تھی آہتی کرنے کی دیر — راکشس غرّاتے آئے مثل شیر
تاڑکا کے قتل کا اک تو جلاؤ — اسپہ پھر یہ یگیہ کا تازہ بناؤ
دیکھ سکتے راکشس تھے کب کہیں — حکم راون مانتے کیونکر نہیں
تھا سپہ سالار ماریچ قوی — یار راون کا بھی ہیکل جری
آئے یہ سب غل مچاتے اسطرح — جنگلوں میں شیر گرجیں جس طرح

رام نے سوچا کہ لشکر سے اگر — میں لڑا تو دیر ہوگی بیشتر
تیر ماروں اک سپہ سالار کے — ایسا جس سے دور وہ جاکر پڑے

[1] آنے کی مبارکباد [2] ارادہ۔

دیکھکر یہ حال بھاگی گی سپاہ
یگیہ کا ہوگا بآسانی نباہ

گرچہ یہ ماریچ ہے اک راکشس
مارنے میں اسکے کیا ہے پیش وپس

پھر بھی کچھ میرے ہے دلمیں بھگتی بھاؤ
ایک موقع اور دو اسکو بچاؤ

سوچکر یہ پھل اُن نارا تیر کا
اور ڈنڈی کو کماں میں زہ کیا

ماری وہ ماریچ کی اس زور سے
وہ گرا جاکر دکن میں شور سے

پھر سُبا ہوکے جو مارا اگنی بان
جل اُٹھا وہ پھنک گئے پانچوں پران[۵۱]

جب نہ یوں سردار دونوں ہی رہے
تاب کیا جو فوج ٹھیری سامنے

بھاگے دیت اور مقابل جو ہوئے
ہاتھ سے لچھمن کے وہ مارے گئے

تھی اُدھر تو یوں لڑائی ہو رہی
اور اُدھر جاری تھی کریا[۵۲] یگیہ کی

یگیہ رشیوں نے بہ آسانی کیا
اور جو خواہش تھی وہ ہی پھل لیا

یگیہ پورا ہوچکا تو رام جی
آشرم میں ٹھیرے کچھ دن باخوشی

کرتے گیان اور دھیان کی نیتی بات
رہتے یہ چرچے ہیم دن اور رات

بسکہ وشوامتر تھے نامی رشی
دور سے آتے تھے ملنے آدمی

درشن آکر یہاں پاتے تھے وہ
اور خبریں سب سنا جاتے تھے وہ

ایک دن آشرم میں چرچا ہوا
جانکی جی کا سویمبر[۵۳] ہے رچا

جمع سب راجے ہیں دور و پاس کے
ہیں جنک پور میں تماشے ہو رہے

شہر کا تھوڑا سا ہے یاں سے فاصلہ
اور ہے میلا دیکھنے لائق بڑا

سن کے یہ بولے رشی اے رام جی
دیکھئے چلکر سویمبر آپ بھی

چار دن کا یہ جہاں میلا ہے رام
دیکھئے ہر چیز باذوق تمام

آپ بھی چلیئے وہاں ہم بھی چلیں
سیر دونوں بھی جنک پور کی کریں

۵۱ پران اپان سمان اُدان ویان ۵۲ یگیہ کرم ۵۳ وہ جلسہ جس میں لڑکی خاوند کو خود پسند کرتی ہے

رام بولے جس جگہ چلئے چلوں — آپ کا میں تابع فرمان ہوں
اس طرح سے فیصلہ جب ہو چکا — دوسرے دن قافلہ گھر سے چلا

راہ میں اک آشرم[51] ایسی ملی — دیکھنے میں جو بھیانک تھی بڑی
آدمی تھا واں نہ کوئی جانور — اور نہ پھل اور پھول والا اک شجر
ایک سِل پتھر کی بیٹھک تھی پڑی — سونے گھر میں لاش جیسے ہو دھری
رام لچھمن دیکھ کر حیراں رہے — کیا نظارہ ہے نظر کے سامنے
مسکرائے اس پہ وشوامتر جی — اور سِل کی یہ کتھا اُن سے کہی
شاستر کرتا ہیں گوتم سے بڑے رام — اہل حکمت میں ہے شہرہ انکا عام
فلسفوں کا نیائے بیشک تاج ہے — اہل استدلال کی معراج ہے
اس پہ ویشیشک کا ہی دار و مدار — ساتھ چلتے یاں ہیں کرپا[52] اور بچار
ہیں غرض مشہور عالم یہ رشی — راہ کھولی ہے اُنہوں نے گیان کی
استری[53] ان کی اہلیا اس کا نام — حسن میں تھی روکش ماہ تمام

اندر کی اک دن سبھا میں رام جی — بات دنیا کے حسینوں کی چلی
یعنی کس کا حُسن اور کس کا جمال — ہے جہاں میں بے نظیر و بے مثال
اندر نے مہر درخشاں سے کہا — آپ کیجئے فیصلہ اس بات کا
دیکھتے ہو روز تم سارا جہاں — بہترین کہئے حسینہ ہے کہاں
بولے سورج عورتیں ہیں جو حسیں — دھوپ میں سیری نکلتیں وہ نہیں
تاکہ حرف انکی نزاکت پہ نہ آئے — رخ بسانِ برگِ گل مرجھا نہ جائے
ماہتابی پر شب مہتاب میں — بیٹھتی ہیں یا کہ ہیں تنی خواب میں

۵۱ بن میں رشیوں کے رہنے کی جگہ ۵۲ عمل و علم ۵۳ عورت

چندرماں سے پوچھئے پس سکا حال
حسن کس کا ہے جہاں میں بے مثال

چندرماں بولی کہ سنئے اے جناب
حسن میں ہے بس اہلیا لاجواب

حسن بھی ہے اور پتی برتا[۵۱] دھرم
خوبیاں دونوں ہی یکجا ہیں بہم

جوشِ زن دل میں ہوا اندر کے کام[۵۲]
چندرماں سے یوں کیا اسنے کلام

نصف شب کے وقت ہم دونوں چلیں
لطف عشرت آشرم میں چل کے لیں

اندر نے لی شکل گوتم کی بنا
چندرماں کے ساتھ اکھاڑے سے چلا

آئے بن میں جبکہ آدھی رات تھی
چندرماں نے مرغ بنکر بانگ دی

بانگ سُن کر اُٹھے بستر سے رشی
اور گنگا کی اُنھوں نے راہ لی

تاکہ وہ پیش از طلوع آفتاب
بیٹھیں پوجا میں نہا دھو کر شتاب

ساتھ انکے ہی اہلیا بھی اُٹھی
جمع وہ سامگری[۵۳] کرنے لگی

اُترے واں گنگا نہانے کو رشی
اور یہاں اندر نے دستک در پہ دی

رہ گئی حیران اہلیا دیکھ کر
بے نہائے کیوں رشی آئے ہیں گھر

تھی پتی برتا نہ آیا یہ خیال
شکل میں شوہر کے ہے شیطانکا جال

دونوں یہ مشغول عشرت یاں ہوئے
اور رشی واپس نہا کر آگئے

آیا غصہ دیکھکر ان کو کمال
ہے بُرے کاموں کا کب اچھا مآل

شاپ فوراً چندرماں کو یہ دیا
ہو رخ روشن پہ داغ بدنما

اندر کو یہ بددعا دی دیکھکر
داغ مثل برص[۵۴] ہوں کل جسم پر

ہاتھ باندھے تھی اہلیا بھی کھڑی
ہوگئی تقصیر مجھ سے یہ بڑی

پڑ گئے افسوس پتھر عقل پر
کھا گئی شیطاں سے دھوکا سربسر

---

۵۱ مطیع خاوند ۵۲ شہوت ۵۳ پوجا کا سامان ۵۴ کوڑھ

اپنے مطلب کا زمانہ ہے غلام بیغرض ہیں دوست سب کے ایک رام
چھوڑکر انکو بھجے جو اور کو شانتی ہو اُسکو تو کس طرح ہو
پس تجھے گر شانتی درکار ہے آکہ اُسکا گھر یہی دربار ہے

پاکے برہم لوک کو وہ تو گئی قافلے نے راہ یاں آگے کی لی
پہنچے گنگا کے کنارے آکے رام اور وشوامتر نے ان سے تمام
وہ کتھا راجہ سگر کے یگیہ کی جو پورانوں میں بیاں کی ہے کہی
یگیہ کا گھوڑا کھلا وہ چھوڑنا جلنا وہ پاتال میں اولاد کا
وہ بھگیرتھ کا ارادہ مستقیم لانا وہ گنگا کا بارا سے سلیم
رام نے اشنان گنگا میں کیا واں محتاجوں کو جی بھر کر دیا
یاں سے اُٹھکر سب جنک پور کو گئے شہر کے باہر بہت سے باغ تھے
ان میں سندر تھے نہایت دلفزا اور دھرم شالائیں اکثر خوشنما
پاس دریا تھا رواں با آب و تاب آب سے جسکے خجل موتی کی آب
دیکھکر ان میں سے اک گلشن تمام ٹھیرے وشوامتر لچھمن اور رام

جنک پور کی سیر

یہ خبر راجہ جنک نے جب سُنی لانے میں تشریف وشوامتر جی
ساتھ لیکر سب امیر اور سب وزیر آیا لینے کو وہ با جمع غفیر
آنکے قدموں میں رشی جی کے جھکا اور بعجز تمام یہ کہنے لگا

آج نازش ہے جنک پور کو بجا　　پاک آکر آپ نے ہم کو کیا
اے رشی میں کسقدر ہوں خوش نصیب　　آپکو جو دیکھتا ہوں یوں قریب
آپ کے کیا مجھ کو درشن ہو گئے　　میں سمجھتا ہوں کہ وشنو خود ملے
بولے وشوامتر اے والا گہر　　آپکو وشنو ملینگے جلد تر
آپ ہیں گیانی بھگت بھگوان کے　　لطف لیتے روز گیان و دھیان کے
آگیا ہے وقت وہ بھی اب قریب　　جب کہ ہوں بھگوان کے درشن نصیب
ہے یہی پھل گیانیوں کے گیان کا　　ہے یہی پھل دھیانیوں کے دھیان کا

رام لچھمن باغ میں تھے پھر رہے　　ناگہاں اسوقت دونوں آگئے
سانولے اور گورے وہ دونوں کشور[51]　　روپ جن کا کل جہاں کا چت چور[52]
دیکھکر یوں انکو سب حیراں رہے　　دیدۂ مشتاق جوں نگراں رہے
سروقد تعظیم کو اُٹھی سبھا　　دی رشی نے بیٹھنے کو پاس جا
دیکھکر حیرت جنک کو یہ ہوئی　　کچھ نہ گیان اور دھیان کی سدھ بدھ رہی
پوچھا وشوامتر سے بے اختیار　　اے رشی ہیں کون یہ دونوں کمار
راج کل[53] کو ان پہ ہے فخر و ناز　　یا رشی کل کو ہے دونو سے نیاز
برہم نے ہے پاکہ خود یہ تن دھرا　　نیتی نیتی وید نے جسکو کہا
قلب میں میرے براگ اور گیان ہے　　رات اور دن لیک جسکا دھیان ہے
ہے وہی آنکھوں کے آگے آج روپ　　سچدانند آپ اور جوتی سروپ
دیکھکر دل اس طرح خورسند ہے　　موج زن خاطر میں برہمانند ہے

بولے وشوامتر راجہ سچ کہا　　ہے پرم[54] سکھ رام درشن کا مزا

---

[51] پندرہ سولہ برس کے [52] من کے چرانے والے [53] خاندان راجہ [54] انتہائی آنند۔

جیسے تم کو اے جنک پیارے ہیں رام　　ویسے ہی پیارے ہیں سب کو لا کلام
یاد ہوگی تم کو شرتی وید کی　　اپنشد کا کہنا ہے جس میں رشی
کوئی پیارا یاں کسی کا ہے نہیں　　آتما ہے ایک پیارا بالیقیں
رام وہ ہیں آتما وشو اتما　　کون ہے پیارا یہاں انکے سوا
ہیں محیط کل یہی نرگن سروپ　　موہنی مورت ہیں لچھمن رام روپ
راجہ دشرتھ کے ہیں یہ لخت جگر　　لایا ہے شوق سویمبر کھینچکر
بسکہ ہیں مہمان دلوں آپ کے　　مثل فرزند آپ ان کو دیکھئے
بسکہ تھا رمز و کنایہ کا سخن　　سکرائے سن کے دارا[۵۲] ازمن
رام کو دیکھا جنک نے بار بار　　آنکھ میں آنسو بھرے اور دل میں پیار
دیکھنے سے جب نہ سیری ہو سکی　　بولا آخر سنئے میری اے رشی
شہر کے باہر فروکش ہیں حضور　　اور یہ جا ہے مرے محلوں سے دور
چاہتا ہوں یہ سدا روشن کروں　　پھل جنم لینے کا میں دنیا میں لوں
آئیے اور پاس میرے ٹھہرئیے　　دلفزا ہیں باغ واں چھوٹے بڑے
ہے سویمبر کا اکھاڑا پاس ہی　　اٹھئے چلئے ساتھ میرے اے رشی
کہہ کے یہ اٹھی وہاں سے سب سبھا　　بادشہ باغوں میں ڈیرا آگیا
بسکہ تھے راجہ کے مہمان عزیز　　دم میں حاضر ہو گئی ہر ایک چیز

جبکہ باقی رہ گیا دن اک پہر　　رام نے لچھمن کی جانب کی نظر
اور دیکھا یہ کہ ہیں اکتا گئے　　بیٹھنے کی جا نہیں پھرنا چاہتے
بولے وشوامتر جی سے یہ سخن　　شہر دیکھا چاہتے ہیں لکشمن
اگر اجازت ہو تو انکے ساتھ جاؤں　　شہر کا سیر و تماشہ سب دکھاؤں

۵۱ سب کی روح ۵۲ زمانے کے بادشاہ

مسکرائے اس پہ وشوامتر جی
تم ہو اخلاق مجسم میرے رام
آدمی چھوٹا ہے یا ہے وہ بڑا
کام سے اپنے ہر اک رکھتا ہی کام
دیکھ آؤ شہر کا دونوں بنا و
کیوں نہ ہو اے رام یا اچھی کہی
ہو کے نیشکام آپ سب کرتے ہو کام
تم کو رہتا ہے خیال ہر ایک کا
تم ہو بے مطلب ہر اک کے دوست رام
جاؤ بے شک سنگ شئے دیکھ آؤ

باغیچے سے دونوں یہ نکلے ہی تھے
دیکھتے دونوں کی صورت چاؤ سے
مسکراتے اور ہنستے سب چلے
راجدھانی تھی جنک کی خوشنما
باغ تھے اسمیں بہت چھوٹے بڑے
کاٹی دریا سے تھیں نہریں جا بجا
تخت تھے انکے کنارو نپر بچھے
جا بجا مندر نہایت دل فزا
ساتھ ہیں ہم عمر لڑکے ہو لیئے
اور دکھاتے سیر بھگتی بھاؤ سے
جوش زن دل میں امنگیں شوق سے
شہر عالیشان دلکش دل کشا
بار وراں میں شجر ہر جا کھڑے
لطف حوضوں اور تالابونکا تھا
لیتے اہل شہر بیٹھے واں مزے
ان میں چرچا گیان کا اور دھیان کا

رام جی سیر و تماشہ دیکھتے
زیب و زینت یاں ہر اک جا تھی بڑی
تھیں سمیر کی زبس تیاریاں
ہر دکاں انداز طرفہ سے سجی
سب میں اجناس گراں قیمت بھری
دم کے دم جس جا نظر جا کر پڑی
پہنچے بازار و نمیں آخر آن کے
شہر میں آئینہ بندی ہو رہی
تھا طلسم آباد شہر دلستاں
اپنی اپنی رکھتی تھی زینت نئی
دیکھنے سے آنکھ کو سیری نہیں
دیکھے جاؤ چاہتا تھا دل یہی

سلہ بے کام سلہ آرائش۔

اس مزے سے بیٹھے وہ گانڈر تھے — لکھ پتی سب گویا ساہوکار تھے
دیکھتی سیر و تماشہ جا بجا — پھر رہی تھی شہر میں خلق خدا
شہر اور باہر کی خلق اللہ کے — دیکھے جس جس جگہ انبوہ تھے
جس جگہ سے گزرے لچھمن اور رام — ہو گئے دیدار سے شاد کام
چشم حیراں اور بھرا دل میں نیاز — دیکھنے والوں کو تھا قسمت پہ ناز

دم کے دم میں ہر جگہ پھیلی خبر — پھر رہے ہیں شہر میں دونوں کنور
آنکھ نے دیکھا نہیں ہے یہ سروپ — موہنی مورت ہے جگ موہن انوپ
جنم لینے کا مزا آ کر اٹھاؤ — آؤ جسکو دیکھنا ہے دیکھ جاؤ
عورتوں نے چھوڑ کے اپنے سارے کام — دیکھنے کو آئیں کوٹھوں پر تمام
ایک کی ایک آنکھ تھی سرمہ لگی — وہ سلائی ہاتھ میں لیکر چلی
دوسری بیٹھی لگاتی تھی حنا — بھاگی دہنے ڈالتی وہ جا بجا
تیسری مالا پروتی تھی کھڑی — وہ جو دوڑی تو عجب حالت ہوئی
ایک موتی یاں گرا اک واں گرا — اور فقط ہاتھوں میں ڈورا رہ گیا
ایک پوری اوڑھنے ساڑی نہ پائی — ہاتھ میں پلا لئے کوٹھے پہ آئی
اک پہ پہنتی دوسری کو تھا نہ ہوش — رام کے درشن کا خاطر میں تھا جوش
محو حیرت دیکھتی تھیں سب کھڑی — اور دکھاتیں رخ سے حیرانی بڑی

کر رہی باتیں بھی تھیں باہم گر — واہ وا کیا حسن ہے پیش نظر
آدمی پر کیا نظر جا سکے کہیں — یہ شباہت دیوتاؤں میں نہیں
چار ہیں برہما کے منہ ناخوشگوار — ہیں مہیشجی ئیں دو کی جا وشنو کی چار

۵۱ لڑکے ۵۲ دنیا کا موہنے والا ۵۳ ریشمی چادر ۵۴ بازو

پانچ منہ ہیں شو کے اور آنکھیں تین ہیں — کون ان تینوں کو کہتا ہے حسین
اور ہم کس دیوتا کو آہ لیں — جس سے تشبیہ رخ پر نور دیں
حسن ہے ہر عضو میں یاں یوں بھرا — کیجیے سو سو کام دیووں کو فدا
کونسا دنیا میں ایسا ہے بشر — جو نہ موہا جائے یہ چھب دیکھ کر
دیکھے راجہ ان کو تو کیا ہی عجب — موہا جائے جیسے ہم موہی ہیں سب
چھوڑ دے شرط سویمبر اے سکھی — اور زبردستی بیاہ دے جانکی

دوسری سن سن کے یہ باتیں ہنسی — عہد توڑیگا نہ راجہ خود کبھی
ایک تو گیانی ہے راجہ ستیہ پال — عہد سے پھر جائے یہ امر محال
دوسرے آئے ہیں راجہ بیشمار — توڑنے دینگے نہ وہ بھی زینہار
اس میں بیشک ہو نہیں سکتا کلام — بر نہیں سیتا جی کے لایق ایک رام
ایک راجہ آئے ہیں جو دھاڑے — یہ ہیں لڑکے ان سے کب توڑے تڑے
اور بولی اک سکھی میری بھی سن — یہ ہیں چھوٹے پر بڑے رکھتے ہیں گن
میں نے یہ کہتے ہے لوگوں کو سنا — کوئی زور آور نہیں ہے رام سا
کی ہے رکشا یوں رشی کے یگیہ کی — راکشس پھٹکا نہ پاس آکر کوئی
دیکھنے ہی میں ہیں چھوٹے اے سکھی — مار آئے ہیں لڑائی یہ بڑی
راکشس جو مارے بے وہم و گمان — کھینچی اس کو کہاں مشکل کماں
راجہ دشرتھ کے یہ دونوں ہیں کمار — زور و طاقت کے سمندر ہیں اپار

ہو رہی تھیں یاں یہ باتیں اور رام — پہنچے واں جو تھا سویمبر کا مقام
تھا احاطہ ایک بڑا گھیرا ہوا — صوفی صافی کا دل جوں پرصفا

۵۱ انداز ۵۲ حق پر چلنے والا ۵۳ خاوند ۵۴ لڑنے والے

تھے ستون اسکی ہر اک جانب کھڑی / پر تکلف بچھیں پردے پڑے
ایک جانب تھی بنائی شہ نشیں / دیکھکر اونچی کشادہ سی زمیں
شامیانے اسپہ زربفتی تنے / تخت شاہی جابجا نیچے بچھے
اسکے دائیں بائیں منچوں کی قطار / ان کے اوپر شامیانونکی بہار
ساتھ پردوں کے نہایت خوشنما / بیٹھنے کی جا بنی زینہ نما
الغرض راجہ تھے یا ان کے امیر / یا عوام الناس کا جم غفیر
بیٹھنے کا سب کے ساماں تھا یہاں / دیکھکر تھیں کی گئی تیاریاں
تا سوئمبر میں جو زن اور مرد آئیں / دیکھیں سب اور لطف بے پایاں اٹھائیں
بیچ میں رکھی تھی شوجی کی کماں / گنج پر جوں سانپ بیٹھے بیگماں

رام کا نوعمر لڑکے پکڑے ہاتھ / یاں لئے پھرتے تھے اپنے ساتھ ساتھ
دیکھئے یہ چیز اور وہ رام جی / کیا ہے کاریگر نے صنعت خرچ کی
دیکھکر رگھبیر ان کا بھگتی بھاو / دمبدم انکو دکھاتے من کا چاو
جن کی مایا کا نہیں ملتا ہے پار / صنعتیں جسکی ہیں بیحد و شمار
بیٹھتے تھے وہ اکھاڑے کو کھڑے / اور سب کیطرح خود حیراں بڑے
کہتے تھے ایک ایک سے ہنس ہنس کے رام / کیا عجائب یہ بنایا ہے مقام
جمع ہوگی اس میں جب خلقت بڑی / اس میں کیا شک لطف ہوگا اور بھی
اس طرح کا رام جب کرتے کلام / ہوتے خوش سن سن کے وہ لڑکے تمام
سیر کرتے کرتے دن ڈھلنے لگا / عزم گھر کا رام لچھمن نے کیا
باغ تک وہ سارے لڑکے ساتھ آئے / جاتے انکو چھوڑکر تو کون جائے
سب ہوئے رخصت بمشکل رام سے / رام آئے پاس وشوامتر کے

اونچے پلنگ یا تخت۔

سندھیا کی اور پھر بھوجن کیا
دیر تک پھر گیان کا چرچا رہا

رات کچھ گزری تو واں سے سب اُٹھے
اپنی اپنی جا پہ جا کر سو رہے

گلگشت چمن

خسرو خاور نہ نکلا تھا ابھی
بستر راحت سے اُٹھے رام جی

باہر آئے ساتھ لچھمن کو لئے
دیکھیں تا دلکش نظارے صبح کے

واہ کیا ہی دلفزا تھا وہ سماں
دیکھ کر اندر سے دل تھا شادماں

جانب مشرق وہ کچھ طرفہ ظہور
جسطرح صافی دل صافی کا نور

گویا منبع روشنی کا ہے چھپا
اور نور اس میں سے نکلا جا رہا

نور سے اس کے منور ہے افق
اور رنگا رنگ کی پھولی شفق

بادلوں کی آہ وہ نیرنگیاں
رنگ وہ مخلوط کیا کیجے بیاں

نور کی انکے کناروں پر جھلک
جوں دوپٹے پر کناری کی چمک

شوخ رنگوں کا نہ پوچھو کچھ وفور
آنکھ میں نور آئے اور دل میں سرور

چل رہی ٹھنڈی نسیم صبحگاہ
اس کا ہر جھونکا بہشتی واہ واہ

جھومتے تھے جوش مستی سے شجر
گلبنوں میں کھل رہے تھے تر

یوں تھی خوشبو تختے تختے کی ہوا
طبلۂ عطار گویا کھل گیا

مست ہو کر طایران خوش ادا
تھے سر ہر شاخ پر گرم نوا

گویا گانے کے ترانے یاد ہیں
صبح کو دیتے مبارکباد ہیں

یا کہ سورج کی ہیں کرتے استتی
دیکھ کر اس کی شعاعیں نور کی

یا کہ بیٹھے ہیں بھگت بھگوان کے
اور کرتے ہیں بھجن گن گان کے

۵۱ کھانا کھایا ۵۲ پھولوں کے پودے ۵۳ گندھی کا صندوقچہ ۵۴ چہچہے کرتے ۵۵ اوصاف کا گانا۔

دیکھتے تھے رام لچھمن یہ سماں ہو نہ جس کی دلربائی کا بیاں
چرخ نے دیکھا انہیں نگراں ہیں رام نذر دینی چاہیے کچھ لاکلام
بسکہ ہے پیر جہاں دیدہ سپہر جا سے مہر اسنے دکھائی نذر مہر
پیش کش گویا کیا سونے کا تھال وہ زر خالص نہیں جس کی مثال
خوش طلوع مہر سے تھے رام جی رمز کی یہ بات لچھمن سے کہی
کیا ہی اچھا وقت ہے یہ صبح کا دھیان کرنیکا اسی میں ہے مزا
پھیلی ہوتی خامشی ہے ہر طرف دھیان ہو سکتا نہیں ہے بر طرف
یہ سماں ہے وہ کریں گیانی بچار اور دھیانی دھیان میرا بار بار
ہے بھجن جیسے مجھے پیاری نہ شے اور بھجن کا ہے تو بس یہ وقت ہے
یہ سماں وہ ہے کہ جھگڑے چھوڑ کر آدمی بیٹھا بچارے شاستر
یہ سماں از بسکہ ہے نزہت فزا ہوتی ہے دل کی کلی اسوقت وا
پڑھئے جو جو طبع کو مرغوب ہے بیٹھتا وہ دل میں جم کر خوب ہے
ایسے خوش تر وقت میں سوتا ہے جو وقت کھوتا اور پھر روتا ہے وہ
آؤ لچھمن باغ راجہ میں چلیں اور رشی جی کے لئے کچھ پھول لیں
ہونگے درکار ان کو پوجا کے لئے لیچلیں ہم ان کی سیوا کے لئے

باغ کا یاں سے نہ تھا کچھ فاصلہ دونوں آئے پایا دروازہ کھلا
مالیوں نے دیکھی صورت رام کی سر جھکایا اور انہیں پرنام کی
تازہ تر تختوں میں ان کو لے گئے تھے جہاں گلہائے ترہر قسم کے
رام نے دیکھا عجب دلکش ہے باغ دیکھنے سے جسکے خاطر کو فراغ

سلہ سر جھکا کر تسلیم ۔

قد کشیدہ اور پرانے اور بڑے
ہیں قرینے سے شجر ہر سو کھڑے

تازہ تر اثمار شیریں[1] سے لدی
شاخ پر میوہ زمیں پر ہے جھکی

جیسے دولت پا کے اور عزت و وقار
جھکتے ہیں فیاض طینت بار بار

پھول یوں تازہ نہالوں میں لگے
جوں خوشی سے غنچہ ہائے دل کھلے

رنگ و بو کا ہر طرف انبوہ تھا
طایروں کا ہر شجر پر چہچہا

ہر روش ستھری سڑک پر ایک صاف
آئینہ دیکھے تو پھر مارے نہ لاف

تھے کناروں پر کھڑے سرو اور کھجور
زیب اور زینت دکھاتے دور دور

بیچ میں تھا حوض پانی سے بھرا
وہ چھلکتا تھا کٹورا سا[2] پڑا

مختلف رنگوں کے پر شگفتہ کنول
بن رہے تھے اس میں خوبی کے محل

اک طرف شو جی کا مندر تھا رفیع
اور صحن اسکا نہایت ہی وسیع

رام لچھمن یہ نظارے دیکھتے
حسب مرضی برگ و گل چننے لگے

وقت وہ یہ تھا کہ سکھیوں کو لئے
آتی سیتا جی تھیں گوری[3] پوجنے

جانب مندر گئیں سب تو ادھر
اک سکھی چننے لگی گلہائے تر

رام لچھمن پر نظر اس کی پڑی
دیکھتی کی دیکھتی وہ رہ گئی

پاس سکھیوں کے گئی با اضطراب
رونگٹے تن کے کھڑے آنکھیں پر آب

پوچھا سب نے حال یہ تیرا ہی کیا
بولی وہ کیونکر بتاؤں ماجرا

پھر رہے اس باغ میں ہیں دو کنور
معدن خوبی کے با زیبا گہر

سانولے گورے کا کیونکر ہو بیاں
ہے زباں بے آنکھ آنکھیں بے زباں

جانکی کا ذوق خاطر جان کر
اک سکھی بولی یہی ہیں وہ مگر

کل رشی کے ساتھ جو آئے یہاں
اور رہا کل جنک پور بے گماں

[1] میٹھے پھل [2] زیب و زینت کی جگہ [3] شو جی کی استری پاربتی۔

آؤ اے سکھیوں چلیں دیکھیں سروپ — میری مانو دیکھنے لائق ہے روپ
جسنے کُل لطف انکے درشن کا لیا — کہتا ہے وہ جنم کا پھل پا لیا
دل میں سیتا کے پرانا پریم تھا — از سر نو جوش زن وہ اب ہوا
سب چلیں اور سب کے دلمیں تھا یہ ذوق — چلئے اور درشن کا پورا کیجے شوق

جیلنے میں پانوں کا زیور جو بجا — رام نے لچھمن سے ہنسکر یہ کہا
کام نے کیا چوب نقاری یہ دی — کامنا یا فتح وہ عالم کی کی
کہہ کے یہ مڑ کر جو دیکھا ایک بار — جانکی جی سے ہوئیں آنکھیں دو چار
دیکھتے خود یوں رہے وہ چت چور — چندرماں کو جسطرح دیکھے چکور
کیا ہی صافی تھا رخ صافی کا نور — دل میں ٹھنڈک آئی اور آنکھوں میں نور
حسن کامل دیکھکر آخر کہا — ختم صانع اپنی صنعت کر چکا
یہ کمال حسن کا ظاہر ہے راز — اپنی صنعت پر ہے صنعت گر کو ناز
حسن کو خود حسن سے اسکے ہے زیب — کا رخ خوبی کی ہے شمع دلفریب
دل کی حالت پہ متعجب خود ہوا — ٹالنے کو پھر یہ لچھمن سے کہا
یہ ہے اے بھائی جنک کی کنیا — واسطے جسکے سوئمبر ہے رچا
باغ میں آئی ہے گرجا پوجنے — دل ہوا بیتاب میرا حسن سے
جانے کیا اس بات میں مخفی ہے راز — میں کہاں ورنہ کہاں راز و نیاز
فطرت رگھو بنشیاں ہے خاصکر — غیر عورت پر نہیں جاتی نظر
پشت جنکی دیکھی دشمن نے نہیں — جو نہ دیکھیں غیر عورت کو کہیں
جو کہ سائل کو نہ پھیریں بے دئیے — مرد ایسے کم ہیں دنیا میں ہوئے

اوٹ میں اشجار کی چھپ کے رام | کر رہے تھے یاں تو یہ شیریں کلام

اور وہاں نگراں تھی ہرسو جانکی | ہیں کہاں گلگشت کرتے رام جی

دیدۂ مشتاق کو درشن کا چاؤ | طبع میں ذوق اور دل میں پریم بھاؤ

دیکھکر یہ حال بولی اک سکھی | دیکھو اُن بیلوں کے پیچھے جانکی

کی نظر سیتا نے اور دیکھا وہ روپ | موہنی اوتار کا جو تھا سروپ

دیکھی صورت دیکھکر دل میں رکھی | اور فوراً آنکھ اپنی بند کی

تا نکل کر دل سے پھر باہر جائے | گھر دلِ مشتاق میں اپنا بنائے

کرکے آنکھیں بند سیتا تھی کھڑی | آئے بیلوں میں سے باہر رام جی

ہنسکے بولی اک سکھی اے جانکی | دھیان تم گوری کا کرنا پھر کبھی

دیکھو آنکھیں کھولکر اب رام روپ | ہے نظر کے سامنے دلکش سروپ

کھولی سیتا جی نے چشم پُر حیا | کھولکر جی رام کا درشن کیا

دیر تک آنکھیں نہ رُخ سے اُٹھ سکیں | چاند تھا رُخ اور چکوریں خود وہ تھیں

دیکھکر گلہائے تازہ تر چُنے | دیدۂ مشتاق ادھر نگراں رہے

دیر تک پھرتی رہی یاں اور وہاں | اوٹ میں چھپ چھپ کے نظارہ کناں

دیکھتی تھی رام کا حسن و جمال | دمبدم دل میں تھا لیکن یہ خیال

نرم و نازک ہاتھ رگھبیر کے کہاں | اور کہاں شِو جی کی وہ پتھر کماں

اے پتا جی تم بڑے گیانی سہی | لیک یہ شرطِ سوئمبر کیا رکھی

دی مشیروں نے نہ تمکو رائے نیک | عقل میں ہے ایک سے گو بڑھکے ایک

اسطرح کے تھے طبیعت میں خیال | اور دل کا تھا بہت آشفتہ حال

دیر یوں پھرنے پھرانے جب ہوئی | اک سکھی سیتا سے یوں کہنے لگی

آؤ اب مندر میں سیتا جی چلو — اور پوجا کر کے گھر کی راہ لو
فکر ہو دل میں نہ رانی کے کہیں — دیر اتنی ہو گئی آئیں نہیں
بات تھی معقول سیتا ڈر گئی — اور جوں توں جانب مندر چلی
جا کے گوری کے قدم دونوں لئے — اور دعا مانگی یہ بند آنکھیں کئے
تیرے تن من دھن پہ جو ماتا ہیں داس — چار پھل[1] رہتے ہیں دائم انکے پاس
ہے پتی[2] کا نام تیرے آشوتوش[3] — اور اُسی رحمت کا تیرے ہیں جوش
میں کہوں کیا تجھ سے دل کا مدعا — سروورشی[4] تو ہے تجھ پہ ہے کھلا
کون اس در سے گیا ہے نامراد — میں بھی گھر جاؤں یہاں سے شاد شاد
کہہ کے یہ بادست لرزاں جانکی — مورتی کو ہار پہنانے لگی
دیکھتے ہی دیکھتے آیا خیال — مسکرائی مورتی زیبا جمال
اور گلے سے ہار وہ یکدم گرا — ہو گیا دل خوش شگون اچھا ہوا
یعنی گوری نے دعا مقبول کی — مجھ کو منہ مانگی مراد اپنی ملی

جانکی تو گھر گئی سکھیوں کے ساتھ — رام نے پکڑا ادھر لچھمن کا ہاتھ
کرتے باتیں جانکی کے حسن کی — آ گئے دونوں نزد وشوامتر جی
چھل کپٹ[5] از بسکہ خاطر میں نہ تھا — حال دل آ کر رشی سے سب کہا
مسکرائے حال سن سن کر رشی — اور تہِ دل سے دعا رگھبر کو دی
مدعا جو دل میں ہے پورا وہ ہو — چاہتے ہو جو ملے وہ آپ کو
کہہ کے یہ پھولوں کا دونا لے لیا — لکشمن اور رام کو رخصت کیا
دن ملاقاتوں میں وہ گزرا تمام — سندھیا کرنے چلے وقت شام
رام بولے چندرماں[6] کو دیکھ کر — ہے سیا کا نور رخ اس میں مگر

[1] دھرم ارتھ کام موکش [2] خاوند [3] جلد ریجھنے والا [4] عالم کل [5] دغا و فریب [6] چاند

بحر سے پیدا ہوا بھائی ہے زہر — داغ رخ پر اور پھر احسان مہر
دن میں گر دیکھو تو چہرہ ہے ملین — مدتوں کا جیسے بیمار حزین
پڑھتے رہنا گھٹتے رہنا ساتھ ہے — سب پہ طرّہ یہ کہ گہنا ساتھ ہے
باعثِ بیتابیٔ مہجور ہے — کوک کو شوک اس سے گل رنجور ہے
عیب تجھ میں ہیں بہت اے خیرہ مآل — اور تھوڑی دیکھنے میں خوبیاں
جانکی کے کیا رخ صاف کو لوں — اور تجھ بیچارے سے تشبیہہ دوں
سندھیا کر کے اُٹھے رگھناتھ جی — آئے اسجا تھے جہاں بیٹھے رشی
کھانا کھایا اور سنی ان سے کتھا — بعد میں آرام دونوں نے کیا

سیا سویمبر

نور کے تڑکے اُٹھے رگھبیر جی — تھی افق میں سمت مغرب روشنی
بولے لچھمن سے سویرا ہو گیا — چرخ پر ہے مہر تاباں کی ضیا
بولے لچھمن عرض میری ایک ہی — یہ بشیری رگھبر شگون نیک ہے
مہر کے نکلے نہیں تاروں میں نور — اور کمدنی بھی گئی کملا حضور
ہیں کمدنی اور تارے رائگاں — ان میں آگے آپ کے طاقت کہاں
ہے سویمبر کی کمان تاریک شب — اور یہ راجا ہیں تارے سب کے سب
لاکھ چمکیں وہ دکھائیں اپنا نور — ہو سکا ان سے اندھیرا کب ہے دور
آپ ہیں مہر درخشاں رام جی — کون لایا تاب ان میں آپ کی
مہر کے نکلے کھلے گلشن میں گل — ہیں پرندے اور بھونرے شاد کل

۵۱ میلا ۵۲ جدائی والا ۵۳ عاشق یا معشوق ۵۴ چکوے چکوی کو غم ۵۵ ایک قسم کا کنول شو

اسطرح جب آپ توڑینگے کماں — بھگت ہونگے آپ کے خوش بیگیاں
پھر نکلے پھیلتا ہے جیسے نور — ہو گا نم کو پا کے سیتا کو سرور
سُنکے بھائی سے یہ پُر مضموں سخن — مسکرائے رام واداے زمن
بستر راحت سے اُٹھے باہر آئے — حوض کے آب مصفا میں نہاے
پھر رشی کے پاس بیٹھے آن کر — گیان کی باتیں سُنیں یاں تازہ تر
باتوں باتوں میں لگے کہنے رشی — ہے سوئمبر آج میرے رام جی
دیکھئے ہیں کون جو جس[1] آج ہیں — دیکھئے ایشر بڑائی کس کو دیں
بولے لچھمن جس پہ ہے اسکا اے منی — جسپہ ہو کرپا درشٹی[2] آپ کی
مسکرائے اسپہ وہ مرد خدا — اور دونوں بھائیوں کو دی دعا
دوپہر کو آئے راجہ کے سفیر — اور سوئمبر میں گئے برنا[3] و پیر

تھا سوئمبر یا کہ اندر کی سبھا — گوشہ گوشہ کر رہا جگ مگ پڑا
تختہاے زر پہ راجہ جلوہ گر — تاجہاے پُر جواہر فرق[4] پر
بے بہا زیور ہر ایک پہنے ہوے — مثل اختر جو چمکتے تھے پڑے
اور لباس فاخرہ زیب بدن — اک میں یہ ٹھکر دو سرے پائیں نگین
پر تکلف پہنے زیبندہ لباس — اہل کاران کے کھڑے سب انکے پاس
بیٹھے اپنے مرتبوں پر سب امیر — وضع ہر اک کی نہایت دلپذیر
شہر کے تجار اور نامی رئیس — بیٹھے تھے پیچھے اور ساتھ انکے انیس
انکے پیچھے تھیں صفیں زینہ نما — ان پہ تھا انبوہ خلق اللہ کا
ایک جانب عورتیں بیٹھی ہوئیں — ایک سے ایک ان میں زیبا اور حسین
زیورونکی کیا بیاں کیجے چمک — اور زر و گوہر کی کیا کہئے دمک

[1] جنک نامی [2] نظر مہربانی [3] جوان اور بوڑھے [4] سر [5] سوداگر۔

ساریوں کے مختلف پھر انکے رنگ
خیرہ آنکھیں دیکھکر اور عقل دنگ

تھا اکھاڑا باغ اور اسمیں بہار
کھل رہے گلہائے تازہ بے شمار

افسران فوج بہر انتظام
جابجا استادہ کرتے اپنا کام

آتا جو جو شخص چھوٹا یا بڑا
اس کا ہوتا خیر مقدم جابجا

گرچہ مجمع تھا بڑا لیکن یہاں
انتظام ایسا تھا کیا کیجے بیاں

آتے تھے اور بیٹھتے جاتے تھے سب
تھا بڑے چھوٹے کا یکساں ہی ادب

آئے اتنے ہی میں لچھمن اور رام
تن دھرے جیسے جسطرح حسن تمام

سانولا رنگ ایک گورا دوسرا
دیکھکر حیران تھی خلق خدا

معدن اوصاف و اخلاق انکو
شکل تھی شکل دلیری ہو بہو

یوں تھے راجاؤں میں زینت کا سبب
چاند یہ ہیں اور تارے سب کے سب

جس نے دیکھا جیسے دل کے بھاو سے
رام ویسے ہی نظر آئے اُسے

بیر[51] راجاؤں نے دیکھے رام جی
تن دھرے گویا شجاعت ہی کھڑی

ٹیڑھے راجہ دیکھکر یوں ڈر گئے
جوں قوی دشمن بھیانک ہیں کھڑے

راکشس تھے بھیس میں راجاؤں کے
کال[52] روپ انکو نظر پربھو پڑے

دیکھا اہل شہر نے یوں بیگماں
زیور مرداں ہیں اور آرام جاں

عورتوں کے دل میں جو بھاو تھا
دیکھا ویسا روپ سب نے برملا

شان مردی یعنی اور حسن و جمال
تن دھرے آگئے کھڑا ہی بیمثال

گیانیوں کو وشو روپ آئے نظر
جس میں بے تعداد چشم و پا و سر

دیکھا بھگتوں نے کہ ہیں یہ اشٹ[53] دیو
اور درشن دے رہے گیہاں خدیو

یوگیوں نے دیکھا یہ ہیں تتو روپ[54]
شانت اور شدھ اور خود جوتی سروپ[55]

[51] بہادر [52] موت کی صورت [53] وہ دیوتا جسکو پیارا سمجھکر پوجا کی جاے [54] حقیقت [55] مسکن پاک

یوں عزیز ان جنک کو تھے عزیز
جیسے پیاری ہوں عزیز باتمیز

رانیوں کے اور جنک کے بار بار
آیا دل میں مثل فرزندوں کے پیار

دیکھتی تھی جس محبت سے سیا
مُنہ سے ہو سکتی نہیں ہرگز ادا

کہہ نہ سکتی تھی جو لیتی خود مزے
اب کوئی شاعر کہے تو کیا کہے

الغرض جس جس کا جیسا بھاؤ تھا
لطف درشن اُسنے ویسا ہی لیا

تھے سبھا میں جلوہ گر دونوں کشور[1]
سانولے گورے جہانکے چِت چور

خود جنک تعظیم کو اُنکی اُٹھا
خود اکھاڑے میں لئے ہر جا پھرا

لکشمن اور رام جس جس جا گئے
دیکھتے سب اُنکی صورت کو رہے

صدر میں بیٹھے اِدھر یہ آن کر
اور لگے چرچے بہم ہونے اُدھر

دیکھکر رگھبر کو راجہ من مرے
اس طرح بایکدگر کہنے لگے

آس چھوڑو جانکی کے بیاہ کی
کوچ کی ٹھیراؤ اس جا سے ابھی

رام توڑینگے دھنش[2] کچھ شک نہیں
اور نہ توڑیں بھی تو ہمکو ہے یقیں

توڑ دیگا عہد اپنا خود جنک
اور بیاہیگا سیا کرنا نہ شک

سُنکے ٹیڑھے راجہ یہ کہنے لگے
بھائیو باتیں ہو تم کیا کر رہے

بن دھنش توڑے بھلا کیسا بیاہ
توڑنے پر بھی تو ہے مشکل نباہ

ہم بھی سیتا جی پہ ہیں دل سے فدا
مارنے مرنے کو بیٹھے جا بجا

موت بھی گر آئے لڑنے ایکبار
ہو ہماری ہاتھ سے یکدم شکار

بھگت راجہ جو کہ تھے دھرماتما
مسکرائے سُنکے باتیں اور کہا

بھائیو کیجے گا گستاخی معاف
تم کو یوں زیبا نہیں لاف و گزاف

دیکھتے ہو کیا کھلا میدان ہے
آؤ یہ ہے گیند یہ چوگان ہے

ہے بندھی شرط سویمبر صاف صاف
اُٹھ کے تم توڑو وہ دھنش مار ونہ لاف

تا نہ ہمکو آج ہے تقدیر پر
رام کے درشن کیئے ہیں آنکھ بھر

آئیں انتنے میں اکھاڑے میں سیا
جس نے دیکھا جنم پھل سے نے لیا

صنعت صانع کا تھا مظہر جمال
اور ہر اک پہلو سے دکھلاتا کمال

حسن تھا یا قدرتِ ربّ قدیر
بے مثال و بے عدیل و بے نظیر

کس سے شاعر حسن کی تشبیہ دے
مول ہر نامی کوئی کس طرح لے

ہے حسیں دنیا میں عورت کونسی
جس سے دیں تمثیل حسن جانکی

جسم ہے گوری کا آدھا اک حسیں
ہے رتی بے جسم شوہر سے حزیں

کہتے ہیں بسیار گو ہے سرستی
بھائیوں کے غم سے غمگیں لکشمی

دیویوں کا آہ جب ایسا ہے حال
نوعِ انسانی سے کیا دیجے مثال

گر سمندر بحر رعنائی کا ہو
اور کچھوا اس میں زیبائی کا ہو

زیب مندراچل ہو زینت ہو رسن
اور کرے خود کام دیو آکر متھن

نکلے گر اس بحر سے یوں لکشمی
تو ہو وہ کچھ کچھ شبیہ جانکی

قدرتی خوبی پہ یوں زیبا سنگار
رو ہے گل پر جیسے گلشن میں نکھار

ہاتھ میں پھولوں کی اک جے مال تھی
جسکی ہر اک آنکھ تھی پھولوں بھری

اس کی گردن کے لیئے یہ ہار تھا
لا سکے جو شرط سویمبر کو بجا

ساتھ سکھیاں اور سب ہمجولیاں
حسن جنکا نازشِ ہندوستاں

زیورات بیش بہا میں پا نگین
بیش قیمت ساریاں زیبِ بدن

آئیں گاتی سب اکھاڑے میں ہوئیں
ایسے بیٹھے شہر بھر جن کا بیاہ

[illegible]

دیکھکر نظارۂ حیرت فزا | جوش ہر راجہ کے دل میں یہ اٹھا
وہ دکھائی چاہیے مردانگی | آنکھ اس مجمع کی ہو مجھ پر لگی
نام و شہرت کا ہے موقع ہیتال | آج ظاہر کیجیے اپنا کمال
ملتی ہے تقدیر سے ایسی دُلہن | کچھ اٹھا رکھیو نہ اپنا بیرپن
یہ تو تھے راجاؤں کے دل میں خیال | عورتوں میں تھی عجائب قیل و قال
رام پر تھی آنکھ ہر اک کی لگی | ایک یہ کہتی دوسری سے کہ یہی
بر یہی زیبا ہیں سیتا کے لئے | اے سکھی کون انسے بڑھکر ہو سکے
جوڑی برہما نے رچی ہے خوب تر | ہیں سیا رگھبر برائے یکدگر
رشتہ ہو جائے تو کیا ہی خوب ہو | ہو مبارک ہم کو تم کو شہر کو
آئینگے خسرال اکثر رام جی | ہم کرینگے ان کے درشن با خوشی
دیکھ تو پیاری سکھی سندر سروپ | رام جی کا کیا ہی جگموہن ہے روپ
چاہتا ہے دل کہ دیکھے جائیے | جانکی کو بس یہی بر چاہیے

جب جنک نے دیکھا یہ ہی انجمن | سب فراہم ہو گئے ہیں مرد و زن
حکم درباری نقیبوں کو دیا | سب کو تم شرط سوئمبر دو سنا
اک قوی ہیکل اٹھا انہیں نقیب | اور جاکر شیو دھنش کے وہ قریب
بولا سب سے یوں بآواز بلند | اے گروہ راجگان ارجمند
دیکھتے ہو تم یہ شوجی کی کماں | سامنے رکھی برائے امتحاں
آؤ اور اسپر دکھاؤ زور و کس | اس کو جو توڑے کمائیگا وہ جس
سوئمبروں میں اسی راجہ کا نام | ہوگا روشن جسطرح ماہ تمام
جانکی جے مال اسے پہنائیگی | اور اسی کے ساتھ بیاہی جائیگی

۱ بہادری ۲ خاوند ۳ شوجی کی کمان ۴ نیک نامی۔

اس سویمبر کی ہے یہ شرطا ہم — آؤ گر بھرتے ہو تم مردی کا دم

وہ تو بیٹھا دیکے سب کو یہ صلا — اور ادھر جا سے ہر اک راجہ اٹھا
ایک سے ایک انہیں بانکا تھا جواں — ایک سے ایک انہیں با تاب و تواں
اسنٹ ڈیووں کا دلوں میں دھیان کر — خوب سب نے باندھی کس کس کر کمر
اک تو دل میں نام اور شہرت کا شوق — اسپہ سیتا سی دلہن پانیکا ذوق
بڑھ چلے اک تو عمر اور بانکا جواں — آیا اور جا ہی اٹھانی وہ کماں
زور جھک جھک کر لگایا تن کل سب — لیک شوجی کی کماں اٹھنی تھی کب
شرم سے لاچار گردن کو جھکا — آیا کھسیانا وہ ہو کر اپنی جا
اور اٹھے اور ان میں سے ہر اک نے زور — گو لگایا خوب سا کر کے شور
لیک پہلے کیطرح ذلت اٹھائی — وہ کماں قابو میں اک کے بھی نہ آئی
جب ہوا اک اک نا کامیاب — کھا کے غصہ اور دلمیں پیچ و تاب
زور ہیتوں نے لگایا مل کے اب — اور مچایا خوب ہی شور و شغب
یوں کماں لیکن نہ جا سے وہ ہلی — جسطرح کامی[۵۱] کی باتوں سے ستی[۵۲]
یوں ہوئے راجہ تمامی منفعل — جیسے بے بیراگ سنیاسی[۵۳] خجل

بیٹھے یہ کھسیانے ہو کر اپنی جا — تخت سے بوڑھا جنک آخر اٹھا
بولا راجہ جمع ہیں ہر دیس کے — دیوتا ہیں اور اسر[۵۴] ہر بھیس کے
ہے بڑا نام اور بڑی فتح و ظفر — کینیا[۵۵] سندر ہے اور عالی گہر
تینوں چیزیں ہیں مہیا لیجئے — لینے والا یاں نہیں کیا کیجئے
نفع کو تم کس لئے سمجھے زیاں — کیوں چڑھائی یہ نہ شوجی کی کماں

---

۵۱ زناکار ۵۲ نیک عورت ۵۳ تارک الدنیا فقیر ۵۴ دیت ۵۵ خوبصورت لڑکی

ہے چڑھانا توڑنا تو درکنار
بیر ناکئی اب کوئی ماری نہ لاف
جاؤ کیا بیٹھے ہو یاں۔ لو گھر کی راہ
عہد اپنا توڑ سکتا میں نہیں
کیوں کراتا عہد کر کے میں ہنسی

جا سے سرکائی نہ تم نے زینہار
بیر دنیا میں نہیں۔ کہتا ہوں صاف
ہے نہیں سیتا کی قسمت میں بیاہ
رہویگی سیتا کنواری بالیقیں
جانتا گر یہ نہیں بیر اب کوئی

سُن کے یہ راجا ونکی گردن جھکی
لیک لچھمن ہو گئے چیں بر جبیں
رام سے بولے کہ رگھوبنسی جہاں
یہ جنک ہی دیکھتے ہیں مرد بیر
آپ کا مجھ داس کو گر حکم ہو
پھوڑ ڈالوں جیسا کچا ہو گھڑا
چیز ہی کیا ہے پرانی یہ کماں
پھول کی مانند میں اس کو اٹھا
توڑ دوں پھر جیسے ککڑی توڑ دی

شرم کے مارے نہ منہ سے بات کی
ہونٹ پھڑکے دونوں آنکھیں لال تھیں
بیٹھے ہوں۔ سنتے ہیں طعنے کہاں
اسنے دیکھے ہی نہیں افسوس بیر
میں اٹھاؤں گیند سا برہمانڈ کو
توڑ دوں مولی کی طرح میرو بڑا
جسپہ طعنے دے جنک ہمکو یہاں
اور اب سو کوس دوڑا دم میں جا ہوں
آپ سب دیکھیں تماشہ باخوشی

رام نے لچھمن کو روکا آنکھ سے
یوں چلے سوئے کماں مرد دلیر
انکو جاتا دیکھ خوش تھے مرد و زن
بر ہیں سیتا جی کے لایق ایک رام
لیک ڈبدھا تھی ہر ایک دل میں بڑی

اور اشارے سے رشی کے خود اٹھے
جیسے بے کھٹکے چلے جنگل میں شیر
کیونکہ تھی ہر اک کے دل میں یہ لگن
یہ کماں توڑیں تو بن جائیگا کام
اژدہا سی ہے دھنش آگے پڑی

لہ بہادری ۲ کل کائنات ۳ وسوامتر

ہوسکا ہے جو نہ جودھائی نے کام — اسکو اک لڑکا کرے کیا انصرام
پندرہ سولہ کا جسکا سن و سال — نرم و نازک ہاتھ پھولوں کی مثال
راج رانی جانکی کی ماں ۔ یہی — بیٹھی سکھیوں سے تھی باتیں کر رہی
دیکھنا اسے پیار لو کیا ہے غضب — نزد راجہ بیٹھے ہیں سردھا[51] سب
کوئی ان کو ہائے سمجھاتا نہیں — شو دھنش لڑکوں سے اٹھتی ہے کہیں
عقل میں آیا ہے پیری سے فتور — اور مشیر ان کا بھی ہے اسمیں قصور
اک سکھی بولی کہ چھٹپن پر نہ جاو — ہے بڑے کاموں کا چھوٹوں سے بناؤ
دیکھنے میں ہے نہ سورج کچھ بڑا — دور کرتا ہے اندھیرا دہر کا
بس میں آتا چھوٹے انکس سے ہے فیل — منتر ہوتا دیوتاؤں کو کفیل
کام[52] ہے چھوٹا سا رانی دیوتا — اس نے دنیا بس میں کی ہے پرلا

بیٹھی سنتی تھی یہ باتیں جانکی — آنکھ اس کی رام کی جانب لگی
دل میں پریم اور آنکھ میں تھا پریم جل[53] — شرم سے لیکن نہ سکتا تھا نکل
جیسے ہو کنجوس کے سونیکا حال — ہاتھ میں ہو اور نکلے کیا مجال
اپنے دل میں تھی یہ بیٹھی کہہ رہی — میں ہوں تن من دھن سے داسی رام کی
جسکا جسکے دل میں ہوتا ہے یقیں — وہ اسے ملتا ہے اسمیں شک نہیں
رام میرے اور میں ہوں رام کی — ہو گی کرپا مجھپہ کرپا دھام[54] کی
رام کو پیارا لگا یہ بھگتی بھاو — سوچے دیر اب تم زیادہ مت لگاو
دل میں سیتا کے بہت ہے بیکلی — کلپ کی مانند ہے اک اک گھڑی
پانی پیاسے کو پلانا ہے روا — مر گئے تو فائدہ امرت سے کیا
خشک جس دم ساری کھیتی ہو گئی — سود کیا اس دم اگر بارش ہوئی

[51] وزیر [52] کام دیو [53] محبت کے آنسو [54] رحمت کے مقام

ہاتھ سے اپنے اگر موقع گیا
پھر بھلا ملتا ہے پچھتانے سے کیا

سوچکر یہ دیکھا سوئے جانکی
اور دھنش کے پاس پہنچے رام جی

تھی کماں وہ یا کہ اک کشتی بڑی
اور وہ کشتی جو کچھا کچھ ہو بھری

اس میں کل مجمع کے سب بہا تھے
ٹیڑھے راجاؤنکی ٹیڑھے اور دو سو

رانیونکا دکھ تھا۔ فکر جانکی
اور جنک کی تھی پشیمانی بڑی

رام کی طاقت تھی بحر بے کنار
اور لیا یہ چاہتی تھی اس کا پار

دیکھا لچھمن نے کماں تکتے ہیں رام
اپنی جا سے اُٹھے وہ عالی مقام

اور زمیں کو خوب قدموں سے دبا
لب دبا کر دانت سے دلیں کہا

ہوشیار اے کچھوے اور ای دگ گجو
اے براہ اے شیش سب ہشیار ہو

رام توڑا چاہتے ہیں یہ کماں
ہو زمیں لرزاں نہ لرزاں آسماں

تھے اِدھر یہ حکم لچھمن دے رہے
اور اُدھر پکڑا کماں کو رام نے

تھا اُٹھانا اسکا کیا رگھبر کو بات
ہے سہارے جنکے ساری کائنات

بے تکلف گیند کی مانند اُٹھائی
اور ہر جانب بہ آسانی گھمائی

چمکی بجلی کی طرح سے وہ کماں
پھر جو کھینچا تھی مثال آسماں

کھینچا آخر یوں نہ صدمہ سہہ سکی
بیچ میں سے ٹوٹ کر دو ہو گئی

ٹوٹی شوجی کی کماں یوں شور سے
بجلی کڑکی رعد گرجا زور سے

دل ہل سب سننے والوں کا گیا
شور تھا یا شورِ محشر یا خدا

دونوں وہ ٹکڑے زمیں پر پھینک کر
رام نے دیکھا اِدھر گاہے اُدھر

شورِ تحسیں خلق سے یکدم اُٹھا
واہ وا واہ وا واہ وا۔ مرحبا

سلہ کچھوا۔ اطراف کے ہاتھی، سؤر اور شیش ناگ جو زمین کو قایم رکھتے ہیں۔

ہر طرف سے شور جے جے کار تھا — کیف شادی سے ہر اک سرشار تھا
شادیانے جابجا بجنے لگے — بھاٹ تعریف وثنا کرتے اُٹھے
دیکھکر ٹکڑے دھنش کے سامنے — مرد و زن کے غنچۂ خاطر کھلے
دل میں رکھکر رام جی کا دھیان جب — عورتیں کرتی تھیں منگل گان سب
جانکی کو ساتھ لیکر آئیں واں — رام تھے جس جا کھڑے باعز و شاں
اور یہ بولیں پھل جنم لینے کا پاؤ — آؤ اور جے مال رگھبر کو پہناؤ
دیکھکر چھب رام جی کی جانکی — صورت تصویر حیراں تھی کھڑی
کانپتے ہاتھوں میں جے مالا لئے — ڈال دی آخر گلے میں رام کے
آرتی کا تھال سکھیوں نے لیا — چار سو شور مبارکباد اُٹھا

ٹیڑھے راجہ دیکھکر یہ حال اُٹھے — تن پہ ہتھیار اپنے سب سجنے لگے
کیا ہوا توڑی کماں گر رام نے — دم ہے تو آئیں ہمارے سامنے
ہم ابھی لینے ہیں سیتا کو چھڑا — اور جنک بولا تو مارا جائیگا
کیا سوئمبر سے چلیں کٹوا کے ناک — اب کئے دیتے ہیں جھگڑا ہم پاک
سن کے بولے راجگان نیک ذات — بھائیو لازم نہیں کہنی یہ بات
ناک کی نسبت ہیں باتیں شرمناک — جا چکی ہے ناک ہمراہ پناک
اب شجاعت پھر کے آتی ہے کہاں — جا چکی کب کی وہ ہمراہ کماں
کیا زبانی تم بنے جاتے ہو شیر — لڑوؤں سے من کے کوئی کب ہو سیر
توڑی جسنے زور سے شو کی کماں — توڑ دیگا سر بھی سب کے بیگماں
باز سے کب زاغ حصہ لے سکا — شیر سے گیدڑ کا کب ہو سامنا
غصے والے کو نہیں جوں شانتی — جس نہیں جوں لالچی کا یاں کبھی

نیکنامی جیسے کامٹی کی نہیں — تم ہمارے قول کا کرنا یقیں
رام کے دشمن کو سُکھ کب مل سکا — پس اگر درکار ہے اپنا بھلا
تو ہماری طرح درشن کیجئے — اور برہمانند کا سکھ لیجئے
شادیانوں کا اُدھر تھا شور و غل — اور ادھر جھگڑوں میں تھے مصروف کل
ہو رہی تھی جیتا بجی زور سے — اور وہ میدان پُر تھا شور سے
عورتیں جھگڑے بکے ڈر سے ڈر گئیں — بعض ان میں گالیاں دینے لگیں
چھوٹے بچے شور سے رونے لگے — کیا کہے اس غل میں کوئی کیا سُنے
اس طرح برپا تھا ہنگامہ بڑا — رنگ بدلا ناگہاں اس بزم کا

رام اور پرسرام

آ گئے اس دنگل میں کوئی برہمن — تن پہ خاکستر ملے گورا بدن
کھور پیشانی پہ اور سر پر جٹا — رُخ پہ غصّے کی سی سرخی پر بلا
دونوں آنکھیں لال لال ابرو چڑھیں — وہ جلالی رُخ کہا جاتا نہیں
چوڑے شانے اور بازوئے دراز — سینہ وہ جس پر فراخی کو تھا ناز
مرگ چھالا ایک شانے پر پڑی — ایک کو زنار سے زینت بڑی
بر میں انکے گو تھا منیوں کا لباس — پر تبر تیر و کماں ترکش تھی پاس
یوں سبھا میں وہ کھڑے آکر ہوئے — بیر رس جیسے کھڑا ہو تن دھرے

دیکھا راجاؤں نے آئے پرسرام — سب نے جھک جھک کر کیا انکو سلام

انکے رخ سے یوں برستا تھا جلال
کیسے دشمن تو دوستو کیا تھا یہ حال

کی جدھر مہر و محبت کی نظر
سمجھا وہ ٹوٹی قیامت جان پر

سب سے بڑھکر ہیں رشی مجھ سے خفا
دیکھئے بچتا ہوں یا آئی قضا

ساتھ لیکر رانیاں اور جانکی
خود جنک نے آنکر پرنام کی

آئے وشوامتر ملنے کے لئے
رام لچھمن دونوں انکے ساتھ تھے

دیکھ سندر جوڑی حیراں تھے رشی
روپ یہ پہلے نہ دیکھا تھا کبھی

انکو وشوامتر نے بتلائے نام
دی دعا دونوں رہیں یہ شادکام

من ہی من میں گرچہ حیراں سے تھے
پر جنک سے اسطرح کہنے لگے

کس لئے ہے جمع یاں مجمع بڑا
کس لئے ہے شور و غوغا ہو رہا

بولا راجہ تھا سوئمبر اے رشی
اس لئے ہیں جمع راجہ سبھی

سنکے یہ دیکھا یہاں دیکھا وہاں
آئی شکستہ نظر شیو کی کماں

بولے غصے سے کیا کس نے یہ کام
کس کی صبح عمر ہونے آئی شام

کہدو اس سے جلد حاضر ہو ابھی
ورنہ مارے جائینگے راجہ سبھی

دیکھی غصے کی جو آتش مشتعل
ڈر گئے راجہ جنک تھا منفعل

ڈر گئی رانی سیا وا یہ بلا
لائے سر پر رنج کا ساماں نیا

نام سے واقف تھی سیتا وہ ڈری
کلپ کی مانند تھی اک اک گھڑی

سب کے دل پر چھا گیا خوف و ہراس
کوئی پژمردہ کسی کا دل اُداس

چھوٹے چھکے شیر مردوں کے وہاں
تاب تھی کس کی کہ کھولے وہ زباں

دل میں سب کے جوش رنج تھا یہ خیال
موقع شادی میں تازہ ہے ملال

ہائے قسمت کھیل بگڑا بن کے آج[۵۱]
کاج میں ہونے لگا ہے کیا اکاج[۵۲]

۵۱ کام ۵۲ بگاڑ

دیکھ کر انکار دل ہر اک کے رام
توڑتی ہے جسنے یہ شوجی کی کماں
سن کے یہ بس آگ ہی تو لگ گئی
داس وہ ہے جو دم خدمت بجز
ہیں گورو شنو میرا اونکی کماں
ہو الگ صف سے وہ آگے سامنے
مسکرائے سنکے لچھمن یہ سخن
ہم نے طفلی میں کمانیں توڑکر
تم کبھی آئے نہیں ہو کر خفا
پیسکر دانت اپنے یوں بولے رشی
اسکا لچھمن نے دیا ہنسکر جواب
رام نے سمجھا کہ یہ ہوگی نئی
اب ہے سب سو وہ یہ غیظ و غضب
ہو کے سیدھی لے رشی مڑتی نہیں

بولے با شیریں زبانئے تمام
آپ کا وہ داس میں ہوں بیگماں
سخت غصے میں لگے کہنے رشی
داس کیسا دشمنی جو یوں کرے
جسنے توڑی وہ مرا دشمن ہے یاں
ورنہ راجہ سارے مارے جائینگے
بولے غصہ دور کرائے برہمن
ہیں بہت سی ہاتھ سے کھینچی مگر
آج کیا حیرت فزا ہے ماجرا
ہر کماں شو کی کماں ہے کب ہوئی
ہر کماں یکساں ہے ای عالیجناب
ہاتھ لگتے ہی وہ دو ٹکڑے ہوئی
سو وہ بتا کب ہے غصہ بے سبب
یہ کماں ٹوٹی ہے اب جڑتی نہیں

سنکے یہ آیا اتر آنکھوں میں خون
ہے تبر کی دھار سے تو بے خبر
چھتری جاتی کا دشمن جان تو
بار ہا میں نے کیا ان کو ہلاک
چھین ملک و مال سب انکے لئے
دیکھ لیکن ہے یہ ہے میرا تبر

تجھ کو ہے اے بے ادب لڑکے جنوں
میں نے بچہ جان کر کاٹا نہ سر
اور خدا کا قہر مجھکو مان تو
اور زمیں کو انکی ناپاکی سے پاک
برہمن زردار سارے کر دیئے
جسنے کاٹا ہے سہسر باہو کا سر

ﷺ نوکر ۵۴ ایک زبردست دیتوں کے راجہ کا نام

مسکرائے اس پہ لچھمن اور کہا
لے رہا ہے کیا تعلّی کی کھڑا
پھونک سے تو کیا اڑاتا ہے پہاڑ
کیا دکھاتا ہے تبر کو بار بار
ہیں نئے پودے کا انکر تو نہیں
کیا دکھاتا ہے مجھے تیر و تبر
برہمن تجھکو سمجھکر اے فقیر
برہمن اور گائے اور بھگتوں پہ ہم
پس جو تیرے جیسے آئے بک کھڑا

سن لیا اے برہمن سب سن لیا
تو ہے مانی اور ابھمانی بڑا
تجھ چھنے سے پھوٹ کب سکتا ہے بھاڑ
میں نے دیکھے ہیں تبر ایسے ہزار
جو چھوئے انگلی کے مرجھائے یہیں
تیری باتیں ان سے بھی ہیں سخت تر
ہیں نہ باتوں پر تری ہوں حرف گیر
رکھتے ہیں اپنا سدا لطف و کرم
کرتے ہیں چھتری برہمن پر دیا

کانپ کر جوش غضب سے پرسرام
گر نہ تو اسکو منی سمجھائے گا
اسکو میرا حال کہہ کر سب سنا و
بولے لچھمن اور کی حاجت ہے کیا
قول ہے مشہور ہیرو سے زمیں
گر نہیں ہیری تو اب پھر کچھ کہو
خامشی زیبا ہے منیوں کے لئے
خامشی ہے جو ہر مرد فقیر
ہیر شیخی مارتے رہتے نہیں
موت کو تو نے بلایا بار بار
کیا تماشہ انجمن میں آج ہے

بولے وشوامتر جی سے یہ کلام
ہاتھ سے میرے یہ مارا جائے گا
اور خدارا آنکھ سے اوجھل ہٹا و
کر چکا تو اپنے منہ اپنی ثنا
جو گرجتے ہیں برستے وہ نہیں
ورنہ بہتر تو یہی ہے چپ رہو
اتنے منی یہ گن ہے گیانوں کے لئے
خامشی زیور برائے سورما ہیر
کر دکھاتے ہیں مگر کہتے نہیں
تاکہ وہ آکر کرے میرا شکار
برہمن کیا تو تو بس جِسم راج ہے

ل مغرور و متکبر ۲ رحم ۳ وصف ۴ بہادر ۵ موت کا دیوتا۔

سامنے سے کیا ہٹاتا ہے مجھے | موند آنکھ اور کچھ نہ دیکھیگا تجھے

سنکے آیا دل میں غصہ اور بھی | ٹھیر تو اے بے ادب لڑکے ابھی
کہہ کے یہ جا سے اُٹھے لیکر تبر | رام جی خود بیچ میں آئے مگر
اور بولے اے مُنی ہے کیا سبب | میری تقصیر اور بھائی پر غضب
دیکھکر ہتیار سب تن پر سجے | اسنے بیروں کے سے کچھ کلمے کہے
برہمن گرجانتا پہلے حضور | تو نہ ہوتا اس سے یہ سرزد قصور
عفو کیجے بچہ ہے ناداں ہے | اسکی باتوں پر بھلا کیا دھیان ہے
سنکے میٹھی باتیں رام کی | تن بدن میں آگ ہی تو لگ گئی
بولے پھر۔ مجھکو برہمن کیا کہا | وہ برہمن میں ہوں یاں شیر وغا
تاب کیا ہے چھتری کھٹکے جو پاس | بارہا میں نے مٹایا اُن کا ناس
رام بولے ہم کو پاس برہمن | ہے۔ وگرنہ یاد رکھو یہ سخن
نام ہے مشہور عالم اپنا رام | چھتری ہیں جنگ سے رکھتے کام
دیوتا تو آدمی اور راکشس | کس سے لڑنے میں ہمیں ہے پیش و پس
رام نے یہ رمز کی باتیں جو کیں | پرسرام اُٹھے اور آنکھیں کھل گئیں
شک مگر باقی ذرا دل میں جو تھا | رام کو اپنی کماں دیکر کہا
یہ ہے وشنو کی کماں کھینچو جو رام | دور ہوں شک میری خاطر کے تمام
مسکرا کر رام نے ہاتھوں میں لی | دم کے دم میں بے تکلف چڑھ گئی

اب یقیں آیا کہ یہ اوتار ہیں | سب کرشمے انکے جادو کار ہیں
دل میں آمڈا پریم اور آنکھیں آب | لب پہ آئی استتی یہ لاجواب

جے شری رگھبیر سوامی کی ہو جے
پاپ ناشک جنکا نام اور دھیان ہے

جے شری رگھبر تمہارے نام سے
کتنے پاپی ہیں کہ جیسے اہلیا ساگر تر سے

جے شری رام۔ آپ کی جے ہو سدا
سب پہ یکساں جن کی کرپا اور دیا

کیا ہی کرپا کا سمندر ہے اپار
اور دیا کا کیا ہی بحر بے کنار

آپکی رحمت ہے ایسی بالیقین
وار کیا اور پار کیا دونوں نہیں

پار سب مطلب کے بد اور نیک ہیں
پار سے مطلب فقط رحم ایک ہیں

مجھ سے بے جانے جو گستاخی ہوئی
عفو کیجے اسکو اے کرپا ندھی

استتی کر کے گئے گھر پرسرام
اور ہوئے خرد و کلاں سب شاد کام

ہر طرف وہ شادیانے پھر بجے
اور جے جے کار کے نعرے اٹھے

رام کی جانب ہر اک کا دھیان تھا
پریم من میں لب پہ منگل گان تھا

بعض راجہ اٹھ کے اپنے گھر گئے
بعض شادی کے لیے ٹھہرے رہے

اٹھ کے جلسے سے گئے گھر مرد و زن
دل میں ہر اک کے مسرت تھی جوش زن

من میں پیاری رام کی صورت بسی
اور زباں تعریف ہر دم کر رہی

رام بواہ

اب جنک بولے یہ وشوامتر سے
اے رشی کیا مجھکو کرنا چاہیے

اس پہ وشوامتر جی نے یہ کہا
شرط سے مشروط راجہ بیاہ تھا

رام نے پوری تمہاری شرط کی
اس لیے سیتا سے شادی ہو چکی

ویدکی اور لوک[۵۴] کی رسمیں مگر
ہیں ابھی باقی۔ سواے والا گہر

۵۱ بحر دنیا کے پار ہو گئے ۵۲ رحم و کرم ۵۳ رحم کے خزانے ۵۴ دنیا۔

آپ دشرتھ کو لکھیں لائیں برات | اور چاہیں بیاہ وہ عالی صفات
بھیجے نامہ دیکے راجہ نے سفیر | شتروسے کو بٹھا خود اور سب وزیر
ہر طرح کا سوچا پھر اک انتظام | وقت پر ہو تا کہ آسانی سے کام
پھر تیاری ہوا حسب حکم شہی | شہر میں آئینہ بندی ہو گئی
راہ کے کنکر اور پتھر لیں ہو درست | منتظم ہر جا رہیں جاق اور چست
پتھروں سے پاٹ رستے پھر پڑاؤ | اور چھڑکاؤ راستے کا ہو نہ بھیا پاؤ
شہر میں منڈپ بنائیں اک بڑا | پر تکلف خوبصورت با صفا
ہر طرح سے راج کے شایان شان | میہمانی اور شادی ہو جہاں
الغرض جو بات ہو ایسی ہو بات | ہو تکلف جس کا شایان برات

یاں تو یہ تیاریاں ہونے لگیں | اور سفیر آئے اودھ پور کے قریں
پہنچی راجہ کو خبر آئے سفیر | پیشوائی کے لئے بھیجے امیر
لائے ہاتھوں ہاتھ وہ دربار میں | قدر افزائی ہوئی سرکار میں
قاصدوں کو بیش بہا خلعت ملے | پوچھنے راجہ پھر اُن سے یوں لگے
تم جنک پور سے ہو آئے بھائیو | رام لچھمن کو جو دیکھا ہو کہو
ساتھ وشوامتر کے جب سے گئے | میرا دل بھی ساتھ اپنے لے گئے
کیا بتاؤں کس طرح بیتاب ہوں | میں مثال ماہی بے آب ہوں
کچھ خبر اب تک نہ دونوں کی ملی | لکشمن کیسے ہیں کیسے رام جی
سال لگے ہیں ایک گذرے دو پہر | مجھ سے کہئے گر کہیں تم سے ملے
بولے قاصد پوچھتے ہیں آپ کیا | چار سو دونوں کا جس ہے چھا رہا
کس نے دیکھا رام لچھمن کو نہیں | جس نے دیکھا پھر وہ بھولا ہی نہیں

سنہ ۵۷ عارضی مکان ۸۵ اجودھیا۔

سچ تو یوں ہے راجہ صاحب واہ واہ ۔ دونوں لڑکے آپ کے ہیں مہر و ماہ
جمع تھے راجہ سویمبر میں بہت ۔ جیسے تارے چرخ اخضر[1] میں بہت
تھی مگر کچھ ایسی شوجی کی کمان ۔ ایک کا قائم نہ رکھا اس نے مان[2]
رام نے توڑا ہے اسکو اسطرح ۔ توڑے گنا فیل بچہ جس طرح
دیکھتے سب یوں تھے سوئے لکشمن ۔ شیر کو جنگل میں دیکھیں جوں ہرن
ان سے بڑھکر کہلاتا ہے شور بیر ۔ رام اور لچھمن ہیں دونوں بے نظیر
بیر ہو کر صاحب اخلاق ہیں ۔ سب پہ عام الطاف اور اشفاق ہیں
دیکھے جنے آپ کے دونوں کنور ۔ اس کی اوروں پہ نہیں جاتی نظر

اب وسشٹ اٹھے اور اٹھکر خط پڑھا ۔ اس میں تھا حال سویمبر سب لکھا
اور تھی درخواست بلائیں برات ۔ ہو تکلف کی ہر اک شادی کی بات
سن کے دشرتھ کی کلی دل کی کھلی ۔ گویا دل میں جو تمنا تھی ملی
آیا محلوں میں جہاں تھیں رانیاں ۔ اور ان سب کو سنائی داستاں
غل اٹھا ہر سو مبارک باد کا ۔ جوش شادی تھا جو ہر دل شاد کا
شہر میں تیاریاں ہونے لگیں ۔ اور وہ شایان شان راجہ کی تھیں
خلعت و انعام ہر اک کو ملے ۔ شادیانے بیاہ کے گھر گھر بجے
یوں تو تھی ہر روز اودھ پور میں خوشی ۔ ہے پریتی کی مگر ریتی[3] نئی
بیاہ اور پھر بیاہ وہ رگھبیر کا ۔ تھا اودھ میں کون جو شاداں نہ تھا
گیت تھے ہر گھر میں منگل گان[4] کے ۔ ہر طرف تھے چہچہے اور قہقہے
رام کی شادی کا تھا ہر اک کو چاو ۔ کہتے بنتا کب ہے ہر گھر کا بناو
شہر میں ہر روز یوں رونق بڑھی ۔ ہے اودھ یا اندر کی امراوتی[5]

۱ نیلا آسمان ۲ غرور ۳ محبت کی رسم ۴ خوشی کا گانا ۵ راجہ اندر کی راجدھانی

ہوچکیں جب خوب سب تیاریاں — وہ برات آخر ہوئی گھر سے رواں
راہ میں ہوتا تھا جس جا مقام — تھا جنک کی سمت سے سب انتظام
ہر جگہ وہ وہ مدارائیں ہوئیں — ہر براتی بول اٹھا آفریں
اسطرح کرتے ہوئے کوچ و مقام — آ گیا اک دن جنک پور میں قیام
پیشوائی کے لیے آئے امیر — جو جنک کے معتمد تھے اور مشیر
لائے جنواسے میں تھیں باانبوہ — مثل سایہ ساتھ تھے ہر دم ساتھ وہ
یہ مکاں آراستہ تھا اس طرح — ہووے اندر کا اکھاڑا جس طرح
صاف یوں ہر کمرۂ عشرت فزا — صوفی صافی کا دل جوں باصفا
شیشہ آلات اور تصویریں لگیں — وہ تکلف تھا کہیں دیکھا نہیں
پر تکلف ساتھ پائیں باغ تھا — چھوٹتے فوارے اسمیں جابجا
راجہ دشرتھ نے کیا اس جا قیام — اور امیروں کو ملے زیبا مقام
فوج کے میدان میں ڈیرے پڑے — ان میں اندر سے آ کے چھوٹے اور بڑے
جسطرح خیمے تھے دلکش اور رفیع — تھے بہت بازار بھی پاس کے وسیع
پر تکلف ان میں دکانیں لگیں — جن میں ہر اک قسم کی اجناس تھیں
تا کہ جسکو چیز جو درکار ہو — فوراً اس کے واسطے تیار ہو

رام لچھمن کو خبر جس دم ملی — راجہ دشرتھ کی سواری آ گئی
طبع صافی میں اٹھا یکدم خروش — باپ کی الفت[۱] نے مارا دل میں جوش
گو نہ بولے کچھ - پہ وشوامتر جی — رمز سمجھے - بسکہ تھے دانا رشی
دیکھ بیکلی بھاو لچھمن رام کا — دل رشی جی کا نہایت خوش ہوا

۱؎ کیفیت محبت۔

قابل تحسین ہیں وہ ہی پسر
دیوتا جو سمجھیں ماں اور باپ کو
ایسی الفت ہے کی ماں باپ سے
سوچکر یہ اٹھے وشوامتر جی
رام اٹھو آؤ جنواسے چلیں

جن کو پیارے دل سے ہو ماں باپ پر
اور انکا بھگت جانیں آپ کو
جیسی کی ہر طرح لچھمن رام نے
اور بولے رام جی سے باخوشی
راجہ دشرتھ آگئے درشن کریں

پہنچے جنواسے میں جب رگھبیر جی
جوں خزانہ پھر ملے کھویا ہوا
شترگہن اور بھرت پہلے ملے
دیکھی دشرتھ نے جو صورت رام کی
اٹھ کے چھاتی سے لگایا باپ نے
جو منوہر مورتی دل میں بسی
دھنیہ دشرتھ دھنیہ تم کوسلیا
جن کے بیٹے رام جی خود ہوں بھلا
راجہ دشرتھ اور وہ چاروں پسر
آدمی کے جسطرح اچھے ہوں کرم

اُن سے ملکر یوں خوشی سب کو ہوئی
اور خوشی پہلے سے بھی بڑھکر ہوا
چاروں مل کر پاس آئے باپ کے
رام جی نے ڈنڈوت پرنام کیا
جوش الفت دل کا کوئی کیا کہے
تھی وہی اسوقت چھاتی سے لگی
تم سے بڑھکر کون دنیا میں ہوا
حد فاضل اور عظمت کی کہاں
یوں تھے جنواسے میں باہم جلوہ گر
اور وہ پاسے مکتی کام ارتھ اور دھرم

مرتبہ دشرتھ تھا انکا عظیم
تھا جنک پور شہر پہلے ہی بڑا
سخت مشکل میہمانی کا تھا کام
مسکرائیں سن کے کیفیت سیتا

فہم جس کا دور از طبع فہیم
شہر کا شہر اور باہر آ بسا
یہ برات ایسی تھی نوشہ جس رام
وہ مہابابا جگت جسنے رچا

سجدہ کہ زمیں بوس چار پدارتھ یعنی دین دولت دلی مراد اور نجات سیتا جی

ردّھی سدّھی جس کی پیش خدمت گزار[1] ۔ بحر عظمت جسکا بحر بے کنار
دیکھکر ماتا پتا[2] کو فکرمند ۔ اپنی لیلا کچھ دکھائی دلپسند
ہر طرف تھیں جلوہ فرما سدّھیاں ۔ دیکھا جس جا رونما تھیں ردّھیاں
مہمانی اس تکلف کی ہوئی ۔ چشم نے دیکھی نہ کانوں نے سنی
اور پھر وہ ایک یا دو دن نہیں ۔ دعوتیں کامل مہینہ بھر رہیں

جب لگن پھیروں کا آیا تو برات ۔ اٹھی جنواسے سے زیبندہ صفات
گھر چلی سمدھی کے با صد عز و شان ۔ اس کی آرائش کا کیجے کیا بیاں
سب سے آگے ہاتھیوں پر تھے علم ۔ آسماں کا سر پے تسلیم خم
پھر دمامے اور نوبت کے تھے فیل ۔ یوں رواں جیسے رواں ہو رود نیل
بیچ بیچ ان کے رسالے تھے بڑے ۔ سیم و زر سے جگ مگاتے سب بڑے
زرق و برق انکی تمامی وردیاں ۔ بانکے گھوڑے اور سب بانکے جواں
خوشنما تمغے کہیں سجتے ہوئے ۔ خوش نوا باجے کہیں بجتے ہوئے
روشنی کے پر تکلف تخت یاں ۔ اور باجوں کے بہت زیبا دہاں
جا بجا فانوس اور سورج مکھی ۔ جن کی زیبائش نہ جائے کچھ کہی
بیچ میں کچھ پلٹنیں انکے رواں ۔ انکی خوش پوشی اور سب بانکے جواں
رتھ نئے اور ساز و ساماں سب نئے ۔ انکے سونے کے کلس رخشاں بڑے
نوجواں منہ زور گھوڑوں پر سوار ۔ شہسواری پر کمال انکی نثار
سب سے پیچھے دشرتھ اور انکی سبھا ۔ جیسے اندر کا اکھاڑا بھی فدا
رام لچھمن اور بھرت اور شترگھن ۔ اپنے گھوڑوں کا دکھاتے بانکپن
ہو لئے ہولے رہگزر میں جا رہے ۔ مرد اور زن لطف درشن پا رہے

[1] سامان دینا ۔ [2] ماں باپ ۔

خادمونکا سا تھا اک جم غفیر — سب کی پوشاکیں نہایت دلپذیر
جھاڑ اور فانوس اور تخت رواں — سب دکھاتے اپنی زینت اور شاں

دیکھنے والے یہی کرتے تھے بات — اس تکلف کی نہیں دیکھی برات
ایسے سم سمدھی نہ دیکھے آجتک — راجہ دشرتھ جیسے اور راجہ جنک
رام سے دولھا ہیں سیتا سی دلھن — جو تکلف ہو وہ کم ہے یا رمن
دیکھتی تھیں عورتیں بیٹھی برات — اور کہتی کیا اچنبھے کی ہے بات
جیسے شیام اور گور ہیں رام اور لکھمن — ہیں سکھی ویسے بھرت اور شتروہن
جوڑیاں کیسی ہیں برہما نے رچی — ایک سا ہی روپ صورت ایک سی
دھنیہ راجا جس کے گھر کی لڑکیاں — ان کمارونکی بنینگی رانیاں
دھنیہ ہم بھی ہیں کہ یہ رشتہ ہوا — بارہا اب لینگے درشن کا مزا

کر رہی تھیں یہ تو یہ باتیں ادھر — اور برات آئی ادھر سمدھی کے گھر
جب پڑی کانوں میں باجوں کی بھنک — بہر استقبال آئے خود جنک
انتظام دعوت سمدھی ہوا — وہ تکلف تھا نہ جاتے جو کہا
پہنچے منڈپ میں ادھر چاروں کمار — اور بیٹھے جاکے با عزّ و وقار
وقت بہ وہ تھا سعید و خوبتر — گائیں پھر کر آئیں جب جنگل سے گھر
چاہتا بچوں کی خاطر ہیں بڑی — اور قدم سے انکے خاک اڑتی ہوئی
بیٹھے چاروں آسنوں پر یہ ادھر — وید گانے کی دھنی اٹھی ادھر
خیر مقدم ان کا راجہ نے کیا — اور مدھوپرک اپنے ہاتھوں سے دیا
منتر پڑھکر وید کے سب برہمن — بیٹھ کر کرنے لگے یگ اور ہون

چاروں لڑکے اور چاروں لڑکیاں — جلوہ گر منڈپ میں باصد عز و شاں
راجہ اور رانی اور ان کے رشتہ دار — باقرینہ بیٹھے باعز و وقار
بیچ میں وہ یگیہ اگنی کی لپک — اور لباس و گوہر و زر کی چمک
منتروں کی وہ رسیلی سی دھنی — دیو اگنی میں وہ ہردم آہتی
اور وہ برتاؤ ہر اک رسم کا — جس طرح سے وید میں ہے سب لکھا
خانداں کی پھر برتنی سب سوم — واہ کیا شوبھا تھی واں اور کیا تھی دھوم
بیاہ اور پھر بیاہ سیتا رام کا — کونسا شاعر رقم ہے کر سکا
دیوتا خود آکے لیتے آہتی — اور سناتے خود صدا جے کار کی
صورت انساں بنا کر دیویاں — دیکھتی تھیں بیاہ آ آ کر یہاں
تھے ستوں منڈپ کے سونے کے کھڑے — ان میں ہیرے اور جواہر تھے جڑے
جب اٹھے پھیروں کو سیتا اور رام — عکس دولہوں کا پڑا ان میں تمام
اور جب پھیرے یہ ہم کرنے لگے — عکس وہ گاہے پڑے گاہے چھپے
گویا آئے دیکھنے کام اور رتی — یونہی چھب ہیرے سیتا رام کی
لیک ظاہر ہوتے آتی ہے حیا — لیتے چھپ چھپ کر ہیں درشن کا مزا

ہو چکے شادی کے پھیرے شبھ لگن — بیٹھے اک آسن پہ دولہا اور دولھن
جوش دل میں شادمانی کا ہوا — شور اٹھا ہر سو مبارکباد کا
بھاٹ تعریف و ثنا کرنے لگے — شبد جے جے کار کے اونچے اٹھے
اس گھڑی جس نے بدھائی آکے دی — اس کو منہ مانگی مراد دل ملی
خلعت و انعام ہر اک کو ملے — جو توقع سے ہر اک کی بڑھ کے تھے
دونوں راجاؤں نے کیں وہ بخششیں — مانگنے والے نہ پھر سائل بنیں

۵۷ زیبا و زینت ۵۸ کام دیو اور رتی استری جنکا حسن بے نظیر ہے مگر سیتا رام کے مقابلے میں پرچھائیں کی

آئے جنواسے میں دشرتھ باخوشی
دونوں سمدھی ملتے رہتے بار بار
گو وششٹ تھے جنک رخصت مگر
چاروں بھائی اُٹھ کے ملنے کو گئے
اُن کے دل میں جوشِ الفت کا تھا
پیارے داماد اور وہ ہم سے ہوں جدا
رام کا اور جانکی جی کا فراق
روتی تھی لپٹا کے رانی بار بار
راجہ صاحب گرچہ گیانی تھے بڑی
پالتو مینائیں طوطے بار بار
سن کے دل پھٹتا تھا زن اور مرد کا
رونے دھونے الغرض جو حد کیا
کر سکا کوئی محاسب کب حساب
راہ میں تھیں پھر وہی مہمانیاں
جب برات آئی اودھ پور کے قریں
پہنچی محلوں میں تو آئیں رانیاں
شور تھا ہر سمت جے جے کار کا
سب نے پھل دنیا میں آنے کے لئے
جن کو بھی درشنوں کا چاؤ ہے
ہونگے درشن ایک دن یہ ہے یقیں
موہنی مورت بسے دل میں مدام

مہمانی پھر مہینہ بھر رہی
روز مرہ بڑھتا اخلاص و پیار
راجہ دشرتھ نے کیا عزمِ سفر
رانیوں سے حال پیار رخصت کا جو
آنکھ کے رستے نکل کر بہہ چلا
ساتھ اُن کے دختران پارسا
کون تھا جس کے نہ گزرا دل پہ شاق
جان سے اور دل سے دونوں پر نثار
پر تھا وقت ایسا کہ رونے تھی گھڑی
پنجروں سے کرتے سیتا کی پکار
وقتِ رخصت حشر کا تھا سامنا
اور دہیز اسطرح راجہ نے دیا
اور پھر جو چیز دی وہ لاجواب
پر تکلف ایسی کیا کیجے بیاں
شہر میں آئیں گھر گھر ہوئیں
آرتی لے لیکے با صد عزّ و شان
ایک دریائے خوشی اُمڈا ہوا
جانکی اور رام کے درشن کئے
موج زن خاطر میں بھگتی بھاؤ ہے
جاتی خالی رام کی بھگتی نہیں
اور زباں پہ ہو مری ہر وقت نام

پاس راجہ کے چلیں اور یہ کہیں — رام جی کو آپ یُو راجہ کریں

سوچ کر یہ پاس راجہ کے گئے — اُن سے عرض مُدّعا کرنے لگے
رام میں دیکھا جو ان کا بھگتی بھاؤ — اٹھا خود دشرتھ کی بھی خاطر میں چاؤ
رام جی اب سب طرح لایق ہوئے — راج کا کام اُن کو کرنا چاہیے
راج نیتی کا مگر کا رکھ کر خیال — یہ کیا ان شہر والوں سے سوال
وصف کیا دیکھے ہیں تم نے رام کے — یوں ولیعہدی ہو جو سب چاہتے
ایک بوڑھا پنچ جس کا سب ادب — دل سے کرتے تھے بڑھا آگے وہ تب
اور یہ بولا آپ ہیں سب جانتے — ہم بتائیں وصف کیا رگھبیر کے
آپ اس پر جانتے ہیں ماتا پتا — آپ کی ہم پر ہے کرپا اور دیا
چاہتے ہیں یہ کہ کرتارتھ بنیں — رام کا گن گان ہم مُنہ سے کریں

راجہ جب سُنئے ہم سب کا کلام — جیتنے ہیں پرش نہیں پرشوتم ہیں رام
آپ نے ان کی شجاعت دیکھ لی — راکشس مارے نہایت ہی قوی
اور توڑی جاکے وہ شو کی کمان — جسنے توڑا سارے راجاؤں کا مان
بیرتا کے ساتھ ہی اخلاق ہیں — رام جی مجموعۂ اشفاق ہیں
پاس خردوں کا بزرگوں کا ادب — ان کے ہیں ممنونِ احسان کے سب
بولنا تو لفظ پہلے تولنا — بولنا تو سب سے میٹھا بولنا
قول کے پکے ہیں اور ہیں ست گو — انکے ہیں اعمال اعمال نکو
کبر کا باعث ہے دولت اور علم — رام میں ہے ان کی جا بذل اور حلم
زینت دیتا علم پر ہے یوں عمل — پھول پاکر جس طرح بنتا ہے پھل

۵۷ ماں باپ ۵۸ رحم و کرم ۵۹ تلی تہ از کار ہائے کردنی ۶۰ انسانوں میں افضل شہ غرور

جاننے والے ہیں یہ گھر دھرم کے
راج نیتی اور گیان اور کرم کے

کام کرتے ہیں تو لے کر رائے نیک
رام ہیں با ہنر بھی ہیں لاکھوں میں ایک

یار کو کر خویش اور بیگانہ نیز
الغرض ہر جا کی پرجا ہے عزیز

ایسی شفقت کون کرتا ہے کہیں
وہ کسی کا دل دکھاتے ہی نہیں

ان کو پیارے یار اور اغیار ہیں
رام کیا ہیں دھرم کا اوتار ہیں

راستی و باوقری و خوشی
انکی ہیں ۔ ہیں سچدانند آپ ہی

ہم ہیں خوش اور خوش ہماری آتما
رام کو تو راج کا گر پد ملا

سنئے ۔ بالوں کی سفیدی آپ کی
کان میں سرگوشیاں ہے کر رہی

یعنی بوڑھے آپ اب راجہ ہوئے
بھجیے رام آرام اب خوب کیجئے

شاستر کاروں کا ہے یہی پرچار
آدمی کی عمر کے حصے ہیں چار

پہلے جا کر برہم چاری وہ بنے
پھر با اپنے گورو کے گھر پڑھے

پڑھ چکے تو اٹھکے وہ شادی کرے
زر کمائے اور گرہستھی بنے

ہو چکے اولاد تو چھوڑے گرہستھ
کام چھوڑے اور بنے بانپرستھ

بعد اسکے گیان ہے اور دھیان ہے
جسمیں اپنی ذات کا عرفان ہے

سچدانند آپ جوتی سروپ
نام جس کا ہے نہ کچھ جسکا ہے روپ

راجہ صاحب آپ نے دو مرحلے
قابل تعریف ہیں طے کر لئے

دو جو باقی ہیں انہیں طے کیجئے
راج اب رگھبیر جی کو دیجئے

دھیان وہ ہیں چھوڑیں جو بیٹوں پہ کام
اور بھجیں خود کنج تنہائی میں رام

ختم جب عرض بوڑھا کر چکا
شور تحسیں اہل محفل نے کیا

۱ درجہ ۲ علم ۳ خدا ۴ بانپرستھ جنگل میں دھیان کرنے والا ۔

بسکہ یہ مطبوعِ خاطر بات تھی — راجہ صاحب نے بھی دل سے داد دی
اہل شہر اپنے گھروں کو جب گئے — اہل تدبیر اس طرح کہنے لگے
راجہ صاحب بات یہ ہی سوچی ایک — شہر والے دے گئے ہیں رائے نیک
ہے مثل جو سچ کہیں کیجیے کاج — ہارے جیتے تا کہ کچھ آوے نہ لاج
خود کیا اس رائے پہ راجہ نے صاد — اور گورو جی کو کیا محفل میں یاد
جب وسشٹ آئے تو اُنسے یہ کہا — رائے سب کی یہ ہے با صد [illegible]
اور میری رائے ہے بس اب یہی — رام کو سونپیں یہ کاروبار بھی
بولے وہ راجہ ارادہ جو کیا — ایسا ہے گویا کہ گل بن سینچے کھلا
کیجیے ابھی ابھشیک[1] کی تیاریاں — تیرتھوں کا لیجیے آبِ رواں
ہر طرح کے ہوں جواہر بے بہا — اور موتی ہر طرح کے پر صفا
اور نئی سوتی ریشمی کپڑے منگا دو — اوشدھی[2] ہر قسم کی کچھ ہو تو لا دو
ہو گئی جب جمع سب سامگری[3] — رام کا ابھشیک ہوگا با خوشی
کیجیو تیاریاں کرایا جائیگا — اس میں رشیوں کو بلایا جائیگا

سن کے باتیں بولا راجہ با خوشی — حکم تیاری کا دیتا ہوں ابھی
آپ اتنی مجھ پہ کرپا کیجیے — رام کو جاکر خبر خود دیجیے
آپ کا کہنا وہ ٹالینگے نہیں — مان لیں گے میرے کہنے کو یقیں
سنکے یہ بولے وسشٹ نیک زاد — رائے یہ اچھی ہے بس اچھا یہی صاد
کہہ کے یہ واں سے ہوئے رخصت رشی — اور تیاری یہاں ہونے لگی
جس کو جو جو حکم راجہ نے دیا — اس نے ویسے ہی بجا فوراً کیا
وجہ یہ تھی تھا خوشی رگھبر کا کام — اور سب کو جان سے پیارے تھے رام

[1] اشنان جو راج گدی پر بیٹھنے سے پہلے کیا جاتا ہے [2] نباتاتی دوائیں [3] سامان

جس طرح تھی دل میں راجہ کے خوشی
ویسے ہی پرجا بھی سب مسرور تھی
جمع سب سامان دم میں ہو گیا
جسکا امکاں گرچہ ہفتوں میں نہ تھا

شہر میں تو تھا ادھر یہ انتظام
اور وششٹ آئے ادھر نزدیک رام
رام جی نے ونڈوت[1] پرنام کی
بیٹھے آسن پر بصد عزت رشی
جانکی جی نے قدم آکر لیئے
دیں گورو جی نے دعائیں پیار سے
رام جی بولے بصد عجز و نیاز
آج اپنے بخت پر مجھ کو ہے ناز
آپ نے پاک آکے میرا گھر کیا
میں نے پرہمانند درشن سے لیا
پر خجل ہوں اے رشی اس بات سے
مجھ کو بلوا کیوں نہ بھیجا آپ نے
آپ کا کہنا سر آنکھوں پر دھروں
حکم جو مجھ کو ملے فوراً کروں

دیکھکر ایسی تواضع رام کی
خوش ہوئے اور ان سے بولے یوں رشی
رام جی تم خلق کے اوتار ہو
کیوں نہ قدر افزائیاں میری کرو
صاحب قدرت اگر گردن جھکائے
زیب دیتی [illegible] کیوں نہ وہ [illegible] پیار سے
شاخ پر میوہ ہی جھکتی ہے مدام
جھکتے ہیں پانی بھرے بادل تمام
جھکتے ہیں سب عالمان با عمل
علم کا جھکنے ہی سے ملتا ہے پھل
اسطرح تعریف کرکے رام کی
غرض مطلب پہ دھیاں لائے رشی
یعنی راجہ اور پرجا کا ہے چاؤ
راج کو یوراج ہنکر تم بناؤ
سنکے یہ حیراں ہوئے رگھبیر جی
اے رشی جی بات کیا مجھ سے کہی
جنم سے سب بھائیوں کا ایک سنگ
ایک سا اب تک رہا ہے رنگ ڈھنگ
ساتھ کھیلے اور پڑھے [illegible] ہم
ساتھ [illegible] بیاہے گئے [illegible]

[1] سجدہ، زمیں بوس۔

رام جی کے پاس آئے لکشمن ۔ دل میں دریائے مسرت جوش زن
رام کے ہم عمر ساتھی اور یار ۔ آ مبارکباد دیتے بار بار
ان دنوں دونوں بھرت اور شتروہن ۔ تھے زبس ننھسال میں دور از وطن
تذکرہ دونوں کا کرتے رام جی ۔ وہ بھی گھر ہوتے تو ہوتی کیسی خوشی
چہچہے تھے اور باہم قہقہے ۔ غنچہ ہائے طبع یاروں کے کھلے
جب سمائی تھی نہ خاطر میں خوشی ۔ لب پہ آجاتی تھی بن بن کر ہنسی

شہر میں پھیلی خبر مشہور ہوا ۔ یعنی کل ابھشیک ہوگا رام کا
سن کے یہ سب کی کلی دل کی کھلی ۔ گویا من میں جو تمنا تھی ملی
جابجا آرائشیں ہونے لگیں ۔ جابجا زیبائشیں ہونے لگیں
جنم کے دن جیسی آرائش ہوئی ۔ اور شادی میں جو زیبائش ہوئی
اُن سے بڑھ کر آج تھیں تیاریاں ۔ تھی اودھ پر نازش ہندوستاں
شہر کیا تھا اک طلسم آباد تھا ۔ ہر جگہ شور مبارکباد تھا
بھر رہی تھی سب کے دل میں امنگ ۔ جوش شادی کا نکالا اس نے رنگ
مرد و زن سب [illegible] شاداں ہو گئے ۔ ہر جگہ الفت کے ساماں ہو گئے
[illegible] منگل [illegible] گھر گھر [illegible] ۔ ہر جگہ منگل کلس رکھے گئے
جا بجا شور مبارکباد تھا ۔ شہر کا ہر بسنے والا شاد تھا
رام کی [illegible] ۔ کیوں نہ سب آنند میں ہوتے مگن
[illegible] ۔ ابتدا جس کی نہ جس کی انتہا
[illegible] ۔ جلد تر آئے بسر ہونے میں رات
[illegible] ۔ جتنے دن [illegible]

ہے اودھ پھولا پھلا اک گلستاں — چاہتے ہیں مجھ سے بن جاوے خزاں
جائے شادی غم کے ہوں گھر بند بند — شادماں ہو کر بنیں سب دردمند
آہ خودکامی تیرا ہو جائے ناس — تو جہاں ہے عقل واں پھٹکی نہ پاس
خود غرض کرتے ہیں عالم کو تباہ — خود غرض سے مانگتے ہیں ہم پناہ

شارد کے دل میں تھے یہ وسوسے — دیوتا چپ دیکھ کر اسکو ڈرے
کام ہے بس یہ بنانے والی ایک — اور نہیں افسوس اسکی راے نیک
اُٹھے اور اُٹھ کر قدم اس کے لیئے — بولا ہر اک کام کر میرے لیئے
اٹکا اے ماتا ہمارا کام ہے — اور تیرا فیض سب پر عام ہے
مجھ برائی تیرے سر پڑنی نہیں — رام میں کیا ہو چناں اور کیا چنیں
بے تعلق محض ذات پاک میں — شادماں ہیں اور نہ وہ غمناک ہیں
ان کو جیسا شہر ہے ویسا ہے بن — جانتی ہے تو کہ سچ ہے یہ سخن
دشمنوں نے کر دیا عالم تباہ — دھرم کی پھر رام اب کھولینگے راہ
جاں بھی جائے دھرم کے کام گئیں — کرتے ہیں دھرم پالنا کیا اُن کو ڈر ہے
یاں نہیں تشویش نام اور جان کی — عقل کا ہے پھیرنا کچھ بات بھی
تاب کیا تجھ پر ذرا جو آنچ آئے — اور تجھے کہنے برا کوئی بھی پائے
پھر لیئے کہہ کہہ کے یہ سب نے قدم — شاردا آخر چلی با چشم نم

شام کا تھا وقت پر رنجیدہ تر — جب اودھ پور میں ہوا اُسکا گزر
دیکھا دریائے خوشی امڈا ہوا — اور نہیں غوطہ زن چھوٹا بڑا
کون اودھ میں تھا کہ جسکے اُس دن — وہ ترنگیں وہ اُمنگیں اور وہ چاؤ

شاردا کا دیکھ کر گو دل دکھا — پر سمجھ کر کام اپنا دھرم کا
آئی بازاروں میں سب کچھ دیکھنی — یاں نظر کی اور نظر واں اسکی کی
کبڑی عورت ایک دیکھی پُر گناہ — مثل باطن جسکا چہرہ تھا سیاہ
کیکئی کی تھی یہ باندی منتھرا — اور رستے بازار میں کچھ کام تھا
دیکھ کر حیران تھی تیاریاں — پر ذرخ سے شادمانی تھی عیاں
شادمانی کے نہ جو تھے کیں قریب — ایسے دنیا میں بہت ہیں بدنصیب
رام کے ابھشیک کا جو دیکھے سباو — اور نہ پیدا اس کی خاطر میں ہو چاو
اس سے بڑھکر کسکا سیہ بخت ہے — اس سے بڑھکر کون کمبخت ہے
شاردا سوچی کہ یہ اچھی ملی — پھیر کر عقل اسکی اپنے گھر گئی

منتھرا نے حال لوگوں سے سنا — یعنی کل ابھشیک ہوگا رام کا
سنتے ہی پیدا ہوا دل میں خیال — کیکئی سے چل کے کہیئے اسکا حال
اور سمجھا اسکو سارا نیک و بد — دل میں پیدا کیجیئے رشک و حسد
رانی سمجھیگی ہے باندی باوفا — پھر بھلا ہی ہے بھلا اپنا سدا
سوچ کر یہ غم کی سب صورت بنی — کیکئی کے پاس وہ دوڑی گئی
آتے دیکھی غمزدہ جب اپنے پاس — پوچھا رانی نے کہ کیوں ہے اداس
کچھ جواب اسکا نہ باندی نے دیا — ہائے اٹھا سانس لمبا یوں لیا
گویا ناگن مارتی پھنکار ہے — اور ڈسنے کے لئے تیار ہے
کچھ سنی اسکی نہ اپنی کچھ کہی — بلکہ کر کر یا حرکت رونے لگی
سنکے رانی نے کہی آخر یہ بات — بدزباں ہے تو [illegible]
کوئی ٹیڑھی بات مجھ سے کہی — اور آنسوؤں سے [illegible]

[illegible]

رام گر راجہ ہوئے اے بدنہاد — چشم ما روشن دل ما شاد باد
کیوں خوشی میں رنج تو کرنے لگی — مجھ سے اے بدبخت کچھ کہہ تو سہی
مسکرا دی کیکئی کہہ کر یہ بات — منتھرا گویا ہے عورت نیکذات

بولی باندی بات کہکر ایک بار — پھل ملا مجھ کو نہایت خوشگوار
اب جو بولوں پھر تو کٹواؤں زباں — آپ سی رانی کہاں ہے قدرداں
مجھ کو کس کس نام سے کرتی ہو یاد — بدزباں بدبخت بدبیں بدنہاد
بات منہ دیکھی کرونگی اب سدا — سچ کہا ہے یہ ہے سچ کہنا برا
کیا کروں بدبخت اور بدشکل ہوں — بو چکی جو اُس کا پھل کیونکر نہ لوں
بخت نے مجھکو بنایا ہے غلام — کس کے بل پر بڑھ سے رکھیں کام
میرا کیا نقصان ہے راجہ ہو کوئی — میں ہی باندی ہوں رانی کی رہونگی
کیا کروں مجبور عادت نے کیا — نوکرانی آپ کی ہوں باوفا
ہیں نمک سے آپ کے اس جا پلی — کس طرح دیکھوں برائی آپ کی
جیتی مکھی کون سکتا ہے نگل — اس لیے منہ سے گئیں باتیں نکل
ہے قصور اس میں مرا ہی صاف صاف — رانی جی الطاف سے کیجیے معاف

سن کے یہ موہی گئی یوں کیکئی — بین سے جیوں ہو سپیرے پر فریفتی
کی نگاہ لطف اس پر بار بار — اور پوچھا یہ کہ کیوں ہے بے قرار
منتھرا نے دیکھ یہ چھدم لیا — چل گیا ہے وار رانی پر مرا
اور مری باتوں پہ کرتی ہے یقیں — بولی با آواز شیرین و حزیں
تم نے رانی جی جو مجھ سے یہ کہا — پیار کرتے ہیں تجھے رام او سیتا

ہے دعا میری کہ بات ایسی ہی ہو
رام جی کے ساتھ تم پھولو پھلو

ہاں یہ باتیں آج تک سچی ہی تھیں
پر خبر کل کی کسی کو ہے نہیں

رام کا ہے اب تلک اچھا سبھاؤ
کل ہو جانے کیا بگاڑ اور کیا بناؤ

وقت پڑ احباب بنتے ہیں عدو
منزلت پاکر بدل جاتی ہے خو

تم ننھی ہو گردش دہر بس میں ہے
سوکنیں دونوں نہیں ہیں کچھ بھی شے

آہ رانی تم سدا بھولی رہیں
تم کو دنیا کی خبر کچھ بھی نہیں

جیسی اچھی آپ ہو اور با صفا
اور سب کو جانتی ہو با وفا

لیک دنیا سے نہ جائیے دم زدن
یاں جدھر دیکھو ادھر ہے مکر و فن

اس سے کیا مطلب کہ یہ پانیک ہے
کھائے جاتا ایک کو یاں ایک ہے

جاؤ راجہ کی نہ باتوں پر کبھی
منہ پہ میٹھا من میں ہے اس کے چھری

پا لیا کوسلیا نے موقع بے مثال
چل گئی سوکن تمہاری تم سے چال

جڑ اکھاڑی ہے تمہاری کس طرح
اب ہوا دشمن ہے کوئی اس طرح

بھیجے راجہ نے بھرت ننسال کیوں
گر نہ سوکن کھیل جاتی چال یوں

پالیا میدان شالی واہ وا
کیوں نہ کل ابھیشک ہووے رام کا

ہو گئی کوسلیا کی باندی تم مدام
اور بھرت جی رام لچھمن کے غلام

ورنہ دونوں قید خانے جاؤ گے
عمر بھر واں سے نہ باہر آؤ گے

منتھرا نے بات یہ ایسی کہی
گویا بیٹھی ہے زباں پہ سرسوتی

کیکئی کو بیکلی تھی شامت کی مار
اور سوگ بیٹھ گئی سر پہ سوار

اس کو ان باتوں کا یوں آیا یقیں
گویا سب سچی ہیں یہ چھل بل کچھ نہیں

منتھرا کی صدق دل سے داد دی — خیر خواہی کی بہت تعریف کی
اور کہا مرنا مجھے منظور ہے — باندی بن کر رہنے کا [illegible]
قید خانے میں جاؤں یا باندی بنوں — اس سے تو بہتر ہے جیتے جی مر [illegible]
دشمنوں کی روٹیوں پر جو جئیں — ہے یہ بہتر زہر کا پیالہ پئیں
اس عذاب سخت سے مجھ کو چھڑا — عمر بھر احساں نہ بھولوں گی ترا
منتھرا بولی بتاؤں تو میں راہ — ہو سکیگا کیا [illegible] تباہ
بات تو کوئی کسی سے جب کہے — اس کے کہنے کے مطابق وہ کرے
رانی ان باتوں کے بس میں آ گئی — اور یا [illegible] کہنے لگی
گر کہے تو میں کوئیں میں جا پڑوں — بیٹے اور خاوند تک کو چھوڑ دوں
منتھرا نے سوچا بات اپنی بنی — رانی قربانی کی بکری ہو گئی
چرتی ہے کیا بے خبر او بے ہراس — پہلے قربانی سے یہ باتوں کی گھاس
تیز اب اپنی چھری کو کیجئے — اور بس اس کے گلے پر دیجئے

بولی آخر قاعدہ ہے کلیہ — کیجئے بد سے سلوک بد سدا
بسکہ راجا نے لیا ہی چھل سے کام — تم بھی اس سے چھل ہی برتو لا کلام
کوپ[1] گھر میں جاؤ جا کر پڑ رہو — گہنے اور کپڑے وہیں سب پھینک دو
راجہ تم پر ہے دل و جاں سے فدا — وہ تمہیں بیشک منانے جائیگا
دو بر[2] دینے کا تم سے ہے عہد قدیم — آج مانگو اس سے بارائے سلیم
لیک مانگو جب کہ وہ کھائے قسم — اور قسم بھی رام کی با چشم نم
اس طرح جب عہد و پیماں ہو چکیں — بولو اس سے مجھ کو یہ بر چاہئیں
ایک تو یہ ہے بھرت کو راج دو — دوسرا یہ رام کو بن[3] باس ہو

[1] غصہ خانہ [2] منہ مانگی مراد [3] جنگل کا رہنا۔

اور ہو وہ چودہ برس کا بن ہیں باس / شہر و قصبے کے نہ پھٹکیں جا کے پاس
کیکئی نے بات یہ منظور کی / اور اُٹھ کر کوپ گھر میں وہ گئی

کیکئی اور دشرتھ

کام سے فرصت جو راجہ کو ملی / شب کو وہ آیا محل میں باخوشی
کیکئی کو تاکہ خوشخبری سنائے / اور چہیتوں کی خوشی سے لطف اٹھائے
کوپ گھر کا نام سنکر ڈر گیا / گویا اُسے آئے قضا کے ڈر گیا
رنج کی کیا بات شادی میں ہوئی / کوپ گھر میں کس لئے رانی گئی
خوف سے پڑتا نہ آگے تھا قدم / رخ پہ آتا تھا پسینہ دمبدم
ہے وہی یہ راجہ دشرتھ جری / کانپتے جس سے بہادر تھے قوی
کھینچتے تھے جسکا منہ راجہ سدا / تاب کیا جو لے کوئی آنکھیں ملا
لوک پالوں کو بھی دی جسنے مدد / دیتوں کی جنگ میں بے رد و کد
جو نہ میداں سے کبھی پیچھے ہٹا / اب بڑھاتے پاؤں اسکو خوف تھا
لاکھ کی یہ ایک ہے اے کام دیو / نام تیرا ہی ہے بس گیہاں جیو
عورتیں تیرے سپہ سالار ہیں / ناز اور غمزے نہیں ہتھیار ہیں
کون ہیں مرد مقابل ہو سکے / مان کر ہار ان سے جودھا ہیں ہٹے

متھرا سے پوچھا راجہ نے سبب / وہ ولیکن اسکو بتلاتی تھی کب
کس کے ہمت کی کمر آخر بڑھا / کوپ گھر میں آن کر داخل ہوا

ملہ اطراف کے دیوتا اندر وغیرہ ۲ سورمیہ

دیکھتا کیا ہے کہ نازک کیکئی ہے زمیں پہ غمزدہ لیٹی ہوئی
گرد پیش اسکے پڑے ہیں زیورات کچھ نہ پوچھو جا بجا ہے تن کی بات
ہیں زمیں پر سب کے سب بکھرے ہوئے موٹے کپڑے ہے فقط پہنے ہوئے
ترت ونیا تھا جسے زیبا سنگار ہائے اسکا اسطرح ہو حال زار
گویا بدبختی نمایاں ہے بڑی تن دھرے ہے ہے پڑی آگے پڑی
دل دکھا راجہ کا جب دیکھا یہ حال اور کیا رانی سے اس نے یوں سوال
پیاری رانی کیوں ہے تیرا حال زار جس کے نظارے سے میں ہوں دل فگار
دل میں میرے عشق کا ہے زور شور چاند تیرا رخ ہے میں اسپر چکور
کون ہے جس نے خفا تجھ کو کیا کھیلتی ہے آج کس کے سر قضا
تو کہے تو کر دوں راجہ کو فقیر اور فقیروں کو کروں دم میں امیر
مرد و زن کیا چیز ہیں اس دہر کے دیوتاؤں[۱] کو ماروں میں تیرے لئے

کہہ کے یہ چاہا اٹھانا ہاتھ سے پر جھٹک دو ہاتھ رانی نے سے
سانس لمبے اس طرح لینے لگی جیسے جھپٹا چاہتی ہے ناگنی
دو زبانوں کی جگہ دونوں ہیں رام پایا ہو پاس زہر تیز تر
اور ہے ... کا مرقع تک ہی اس طرح پانی نہ مانگے آدمی
جب فرو غصہ نہ رانی کا ہوا دل پہ راجہ کے ہوا صدمہ بڑا
بولا آخر کیوں ہے یہ غیظ و غضب کچھ تو کہئے کیا تجھے بتلا سبب
ہے خوشی کے دن کیوں تجھکو الم کس لئے شادی میں پھیلایا ہے غم
چاہتی ہے جو ذرا منہ سے بتا مانگ جو کچھ چاہئے اور اب ہوا
کیکئی مجھ کو قسم ہے رام کی جو تو مانگے گی تجھے دونگا وہی

[۱] دیوتا اور راکشس۔

کھا چکا سوگند تو رانی اُٹھی — پہنے زیور اور کپڑے باخوشی
بسکہ عاشق دل سے راجہ اُسکا تھا — دیکھکر خوش دل کا رنج و غم مٹا
اور کہا میری طرح سے شاد ہو — دونگا کل یوراج[۱] کا پد رام کو
خوش ہو تو اور خوش ہوں سب آنندی ہے — شہر میں دیکھو جسے خورسند ہے
میرا تیرا سب کا من بھاتا ہے کام — کون ہے جسکو نہیں پیارے ہیں رام
سُن کے رانی بلبلائی اسطرح — زخم پر دے کوئی نشتر جسطرح
مسکرائی لیک ہو کر نیم جاں — چور کی عورت نہ جوں روئے عیاں
گرچہ راجہ صاحب تدبیر تھا — پر نہ کچھ تریا چرتر[۲] اُسپر کھلا
مسکراتا تھا خوشی سے باربار — عشق سینے میں بھرا اور دل میں پیار

دام میں اسکو پھنسا یوں دیکھکر — موڑ کر مُنہ کر کے کچھ نیچی نظر
اور بنا کر دلربائی کی ادا — سنکے رانی نے یہ راجہ سے کہا
مانگو مانگو کہتے تو ہو باربار — لیک کچھ دیتے نہیں ہو زینہار
اور تو کیا راجہ جی دو گے مجھے — بر ہیں دو پہلے نہ اب تک وہ ملے
یاد ہے کچھ جب تھا تمپر وقت تنگ — دیتوں سے کر رہے تھے سخت جنگ
دیوتاؤں کے معاون تھے بنے — اور تم ان کی طرف سے لڑ رہے
رتھ کے پہیے میں مگر آیا خلل — شک نہ تھا اسمیں کہ وہ جاتا نکل
اور گر کر تم نہ اُٹھتے پھر کبھی — گر نہ میں امداد کرتی آپ کی
گرتے پہیے کو سہارے میں رہی — اور ظفر آخر تمہاری ہو گئی
ہو کے خوش بر دان مجھ کو دو دئے — آج تک لیکن نہیں نے وہ لئے

۱؎ منصب ولیعہدی　۲؎ فریب زناں

راجہ صاحب وقت اب ہے آگیا دیجیے وہ بردان باصدق و صفا

اک تو الفت سے تھا خوش راجہ کا جی دوسرے معشوق نازک کیکئی
یاد آنا پھر پرانے عہد کا مسکرایا اور اُس سے یہ کہا
دونوں بر رانی امانت ہیں ترے یاد دلوائی تو وہ یاد آگئے
کیا بتاؤں حافظے میں سہو ہے ورنہ دے دیتا نہیں ہے کچھ بھی شئے
دوش لے رانی مجھے ہرگز نہ دے دو کی جا تو چار بر اب مانگ لے
رسم ہے رگھوبنسیوں کی یہ سدا عہد و پیماں جب کیا واثق کیا
جان گر جائے تو جائے کر یقیں جانے دیتے بات ہم ہرگز نہیں
سچ سے بہتر نیکی[۱] دنیا میں کہاں پاپ بدتر جھوٹ سے دیکھا یا
پھر قسم کھائی ہے میں نے رام کی جو تو مانگیگی تجھے دونگا وہی

اس طرح جب عہد تازہ ہو گیا بن کے سنجیدہ یہ رانی نے کہا
راجہ صاحب چار دینے دیجیے مجھ کو دو بر وہ ہی پہلے دوسرے
ایک تو یہ ہے ۔ بھرت کو راج دو دوسرا یہ رام کو بن باس ہو
ہو فقیری بھیس اور سر پہ جٹا اور جنگل میں بنے کٹیاں بنا
پھر ہو وہ چودہ برس کا بن میں باس شہر و قصبے کے نہ پھٹکیں جا کے پاس
سن کے یہ سہم اسطرح راجہ گیا آگیا گویا کہ پیغام قضا
تھا پھلا پھولا مرادوں کا شجر جڑ گئی اس کو یہ تھنی آن کر
گھر بسا اس نے اجاڑا اسطرح شہر میں طاعون پھیلے جسطرح
کیا تھا اور دم بھر میں اب کیا ہو گیا طالع بیدار ہے سوتے سو گیا

۱ تصور ۲ ثواب

جیسے آئے یوگ سدھی[1] کا سماں — اور کرے اگیان اسکا ناش ہاں
کچھ نہ پوچھو ہو رہا تھا راجہ کو الم — تن دھرے گویا کھڑا تھا رنج و غم

دیکھ کر راجہ کا رانی حال زار — اور بھی کرنے لگی سینہ فگار
زخم پر جیسے کوئی چھڑکے نمک — جان زخمی کی نہ نکلے جب تلک
بولی راجہ آپ چپکے کیوں ہوئے — کیا بھرت بیٹے نہیں ہیں آپ کے
ہو گئے کیوں بات سنکر دلفگار — کیا فقط ہے رام ہی سے تمکو پیار
بات سنکر دل میں کیا ہے وسوسہ — میں نہیں پیاری ہے بس کوسلیا
ہو گئے کس واسطے پنبہ دہاں — آیا جب بر دان دینے کا سماں
راج گھر میں آ کے میں پیدا ہوئی — اور راجہ ہی کے گھر بیاہی گئی
مانگے وہ بر جو کہ شایاں تھے مجھے — کیا چھینا مانگنی میں آپ سے
آپ کو ہے سنتیہ کے پالن پہ ناز — سنتیہ پالن کی کہانی ہے دراز
ہو گئے دنیا میں کیا کیا سنتیہ پال — ہے عدیل بے نظیر ویسے مثال
وہ شِوی اور وہ ددھیچی وہ بلی — وہ ہرشچندر آہ کیا تھے آدمی
بات ان کی ساتھ انکے ہی گئی — سنتیہ کی ہے اب کہانی جھوٹ سی

رانی یہ باتیں بناتی تھی بڑی — مرگ دشرتھ پا کے آ گئی تھی کھڑی
بولنا راجہ کو گو دشوار تھا — بولا آخر کیا کرے ناچار تھا
ہیں بھرت اور رام مجھ کو ایک سے — دونوں ہی آنکھوں کے تارے ہیں مرے
کل ہی قاصد بھیج دوں کشمیر کو — جلد آ جائیں بھرت خورسند ہو
ہے مہیا ساز سب بھی تلک کا — ان کا ہو جائے تلک رگھبر کی جا

[1] طاقت کرامات کا ہونا

راج کی کب رام جی کو ہے ہوس
میں نے رسمِ خانداں برتی ہے بس

ہے رگھو کل کی پُرانی رسم ہاں
راج ملتا ہے بڑے بھائی کو یاں

رام اور کوسلّیا کا کیا قصور
شک کو اے رانی کرو دل سے دُور

رام کے یُوراج بننے کی کبھی
بات کوسلّیا سے میں نے کچھ نہ کی

یہ قصور البتّہ مجھ سے ہو گیا
مشورہ تم سے نہ پہلے کر لیا

کیا کہوں تھا شہر والوں کا دباو
اور خود میرے بھی من میں یہی چاو

کام سارا یہ یکایک سے ہوا
اس لئے تم کو نہیں غصّہ روا

چھوڑ کر غیظ و غضب خوشیاں مناو
راہ تم دیکھو بھرت کی چاو و چاو

ہے جس دن انکو کر دونگا تلک
دل میں اپنے بھول کر لاؤ نہ شک

رام خوش ہیں میں ہوں خوش اے نیک خو
تم رہو خوش اور بھرت کو راج ہو

دوسرا بر ہے مری خاطر کو شاق
مانگا سچّا یا کیا مجھ سے مذاق

رام سے سرزد ہوا ہے کیا قصور
بھیجنا جو چاہتی ہو اُن کو دُور

پھر فقیری بھیس اور سر پر جٹا
ہائے رانی تم نے مجھ سے کیا کہا

رام تو اعدا پہ بھی ہیں مہرباں
دوستوں کی کیا سناؤں داستاں

چھوڑ دو یہ بر اور بر مانگو کوئی
تاکہ دیکھو راج گدّی بھرت کی

رام جی سے میری وابستہ ہے جاں
وہ گئے تو بس نکل جائیگی یہ جاں

ماہی بے آب جیتی ہے کہیں
آب بن جیتی مری ہستی نہیں

بن میں کے سانپ ہے کب جی سکا
قالب بے جان کب قائم رہا

چھوڑ کر مجھ کو گئے گر رام جی
خیر پھر میری نہیں ہے جان کی

اسکا پھل خُرسند ہوگی کچھ بھی نہیں
بس کوئی بر اور مانگ اے نازنیں

بولی رانی چھل کی باتیں مت بناو | دیکھا چھل میں نے بہت ات دکھاو
تم ہو راجہ نیک کوسلیا ہے نیک | رام اچھے ہیں تمہری بس میں ایک
سب تمہارا میں ہوں چھل بل جانتی | اس لیے کہنا نہیں کچھ مانتی
بر وہی ہیرے ہیں جو مانگے ہیں دو | دیکھے دونوں لوگ میں جس مول لو
گر نہیں دیتے تو دونگی اپنی جاں | پھر تمہارا نام اور عزت کہاں
راجہ سمجھاتا رہا گو بار بار | وہ نہ مانی تھی اُسے مت کی مار
بولے آخر دشرتھ والا گہر | تو نہ سورج بنس کا یوں ناس کر
رام کے ہجراں سے جیتے جی نہ مار | مانگ سر میرا میں دیتا ہوں اُتار
دیکھ جاں پر تیری بھی بن جائیگی | جب تلک جیتی رہی پچھتائیگی
یہ کلنک[1] اپنے جنم کو مت لگا | کب ہے اچھا مارنا خاوند کا
اور پسر کا بھیجنا جنگل میں ہائے | تا نرباہ[2] وہ کرے اپنی گنٹھ سے
گائے کو تو مارتی ہے بیجا | تا کہ آ جائے ہاتھ ٹکڑا تانت کا

تھیں مگر بے سود یہ باتیں تمام | عورتوں کی ہٹ ہے مشہور عوام
کیکئی ہٹ سے نہ اپنی جب ہٹی | سوچا راجا نے کہ جاں پر آ بنی
موہ[3] یہ اسکا نہیں ہے زینہار | بلکہ ہے میری اجل سر پر سوار
میرا جینا رام بن کب ہو سکا | کیکئی کی شکل میں آئی قضا
منہ گیا سوکھ اور سوکھے دونوں لب | تھا ستالو ہی بے آب اب
کانپے اعضا اور زمیں پر وہ گرا | زلزلے سے کوہ جیسے گر پڑا
منہ پہ ہر دم لفظ یہ تھے ہائے رام | کیا ہی بن بن کر ہے بگڑا میرا کام

[1] داغ [2] گذارے [3] چھل۔

رات تھی وہ یا کہ کوہِ سخت تھی — کاٹے کٹتی تھی بس ایک ایک گھڑی
پھر غضب یہ اور اسپر بے حساب — تھی دعا لب پر نہ نکلے آفتاب
تاکہ تازہ آفتیں سر پہ نہ آئیں — رام مجھ کو چھوڑ کر بن کو نہ جائیں
یاس کی تھی شکل راجہ کی بنی — روتے دھوتے رات وہ ساری کٹی

بن باس کا پیغام

نور کے تڑکے جو پھیلی روشنی — در پہ راجا کے اُدھر نوبت بجی
اور اِدھر اپنے طنبوروں کو ملا — گانے والوں نے لئے سُر دلربا
راگنی اور راگ دلکش صبح کے — جن میں بھجنوں کے مضامیں تھے بندھے
سُر ملا کر مطربان خوش نوا — بیٹھ کر گانے لگے واں جا بجا
جانتے ہیں جن کو ہے عقل و تمیز — ہے بھجن جیسی کوئی پیاری نہ چیز
اس پہ پیارا وقت پھر وہ صبح کا — صبح کے راگوں کے وہ سُر دلفزا
کون ہے جس کا مسکّن دل نہ ہو — اور ایشور کی طرف مائل نہ ہو
جگے سب محلوں میں چھوٹے لوگ بڑے — جاگ کر لطف بھجن لینے لگے
دل میں دھیان اور لب پہ سب کے رام رام — سب ہی اُس کی خوشی سے شاد کام
دن مبارک آج تھا ابھی شیک کا — مدّعا ہر ایک دل کا مل گیا
یہ تھا وہ دن سب تو تمین جو تھا فرد — خوش تھے بچے ۔ عورتیں خوش اور مرد

صبح کا یہ وہ سہانا تھا سماں — جاگتے تھے جبکہ دارائے زماں

اور نہا کر بیٹھتے پوجا میں تھے　　بعد میں ہوتے تھے چرچے گیان کے
پیش کرتے اپنے کاغذ پھر امیر　　آتے تھے حجرے کو عابد اور وزیر
آج راجہ جی نہ بس باہر نہ آئے　　فکر نے خدشے ہر اک دل میں اٹھائے
پہلے محلوں میں بہم چرچا ہوا　　اور پھر باہر امیروں میں گیا
صحن میں تھے اور جو ڈیوڑھی پر کھڑے　　منتظر راجہ کے درشن کے لئے
کہتا تھا ہر ایک کیا باعث ہوا　　دن ہے یہ اُتسب کا اور آنند کا
روز راجا اُٹھتے تھے پچھلے پہر　　آج اب تک کیوں نہیں ہیں جلوہ گر
روشنی پھیلی جہاں میں مہر کی　　شہر میں ہر سو ہے اُتسب کی خوشی
راجہ صاحب باہر آئے کیوں نہیں　　سوچ کر ہر ایک کا تھا دل حزیں
دیکھتے جب راہ عرصہ ہو گیا　　مل کے سب نے منتری[1] سے یہ کہا
اے سمنت اُٹھو اور اندر جاؤ تم　　راجہ صاحب کی خبر کچھ لاؤ تم

کیکئی کے آیا محلوں میں وزیر　　ہر قدم پر دل میں افکار کثیر
جس سے پوچھا کچھ وہی چپ ہو گیا　　حال ایسا تھا کہ کچھ کھلتا نہ تھا
روز جو تھا غیرتِ بستاں محل　　آج وہ تھا کلبۂ احزاں محل
تھے در و دیوار تصویرِ الم　　چپ کھڑا خیلِ خدم[2] باچشم نم
دیکھا راجہ کو زمیں پر ہے پڑا　　رام رام اپنے دہن سے کہہ رہا
منتری جے جیو کہہ کر گو جھکا　　پر جواب اس کا نہ راجا نے دیا
گویا پہچانا نہیں یہ ہے وزیر　　سلطنت کے انتظاموں کا مشیر
بس کراہے ہی گیا وہ اسطرح　　درد دل میں اٹھ رہا ہو جسطرح
کیکئی نے منتری سے یہ کہا　　رات بھر سوئے نہیں راجہ ذرا

۱؎ وزیر ۲؎ نوکروں کا گروہ

ہے یہی حالت جو دیکھی آپ نے
منتری جی پاس جاؤ رام کے
اور انہیں لے آؤ تم فوراً یہاں
راز اس کا ہوگا جب تم پر عیاں
رام کے پاس آیا وہ بوڑھا وزیر
عقل و دانش میں نہیں جس کے نظیر
مانتے تھے رام والد کی طرح
سرو قد تعظیم دی اچھی طرح
منتری نے سب سنایا حال زار
رام اُٹھے ہو گئے دل میں بے قرار
پاس راجہ کے اُدھر دونوں چلے
اور ادھر یہ تذکرے ہونے لگے
رام جی جاتے ہیں راج ابھیشیک کو
دیکھنے والوں کہاں ہو تم چلو

کیکئی کے آئے محلوں میں جو رام
دیکھا حال زار راجہ کا تمام
خشک منہ ہے ہونٹھ ہیں سوکھے ہوئے
جس طرح سے کھیت بے پانی مرے
زرد ہے یوں رنگ رخ کا ہو گیا
جوں پرانے نخل پر پالا پڑا
گر پڑا ہے یا کہ ڈر کر فیل پیر
ہو گئے اپنی ہی نظروں میں خود حقیر
سامنے ہے کیکئی بیٹھی ہوئی
شیرنی ہو پُر غضب جیسی کوئی
صورت ہے یا شکل رانی ہیں عجب
آگے بیٹھی گن رہی گھڑیاں وہاں
دیکھتے ہی رام جی کا دل دُکھا
بسکہ گرنائے ہیں سر تا پا دیا
پوچھا رانی سے کہ کیوں ہے حال زار
راجہ صاحب کس لئے ہیں دل فگار
مجھ کو اے ماتا بتاؤ کچھ سبب
تا علاج اسکا کروں میں دل سے اب
ہے بڑا خوش بخت بس وہی پسر
جس سے بن آئے یہاں کا ر پدر

بولی رانی مسکرا کر رام جی
تم پہ الفت ہے نہایت باپ کی
فرض بیٹے کا یہی ہے دائما
اپنے مُنہ سے تم نے جو اسدم کہا

سلہ رحم ہی رحم ۵۲ رحم وکرم

وہ ہے بیٹا جو دمِ خدمت بھرے
باپ کا کام اپنے تن من سے کرے

ہر طرح تم لایق و فایق ہو رام
اور تمہارے باپ کا ایسا ہے کام

جو تمہیں سے ہو سکیگا رام جی
کیجے یا مت کیجیے جیسی ہو خوشی

بات اتنی ہے بہت سے دن ہوئے
مجھ کو دو بر دان راجہ نے دئے

میں نے مانگے اب جو وہ حسبِ قرار
سُن کے راجہ کا ہوا ہے حال زار

ایک تو یہ ہے بھرت کو راج ہو
دوسرا یہ بن کا ہو باس آپ کو

ہو فقیری بھیس اور سر پر جٹا
شہر میں چودہ برس رکھو نہ پا

آگ کے شعلے تھے رانی کے سخن
تھا[51] آتش فشاں اُس کا دہن

سُن کے راجہ کی ہوئی حالت تباہ
سنتری کے مُنہ سے نکلی آہ آہ

مسکرائے رام جی کیا شان ہے
واہ ہونی[52] کس طرح بلوان[53] ہے

مجھ کو کرنا دیوتاؤں کا تھا کام
ہو گیا ہے کیا ہی آسان انصرام

ایک دل کی بات دل ہی میں رکھی
اور بشیرینی یہ بولے رام جی

پیاری ماتا مجھ سے تم نے سچ کہا
ہے یہی فرض اہم فرزند کا

تن سے من سے دھن سے جتنی ہو سکے
بیٹے وہ ماں باپ کی خدمت کرے

دھنیہ بیٹے وہ نہ شک کرنا ذرا
کرتے جو کہنا ہیں ماں اور باپ کا

بھرت سا پیارا مجھے کوئی نہیں
راست کہتا ہوں میں تم کرنا یقیں

راج پائیں ہے یہی دل کی مراد
چشم ما روشن دل ما شاد باد

بن کی بھاتی ہے مجھے آب ہوا
واں ہے آزادی نہیں جھگڑا ذرا

بن جگہ ہے گیان کی اور دھیان کی
بن جگہ رشیوں کے ہے استھان[54] کی

بن میں ہونے پائیگا مجھ کو نہ دکھ
بن میں ہے میرے لئے بس سکھ ہی سکھ

٥١ بھٹی ٥٢ ہونے والی بات ٥٣ طاقتور ٥٤ مکان

پھر اجازت آپ کی حکم آپ کا — ہر طرح سے بن ہی ہے میرا بھلا
گر نہ جاؤں تو خرابی ہے بڑی — ایسا موقع ملتا ہے کس کو کبھی
بات یہ چھوٹی سی فکر اتنا بڑا — میں ہوں حیراں کیوں پتاجی[1] نے کیا
ہو گیا شاید بڑا بھاری قصور — مجھ سے جو بولے نہیں اب تک حضور

تابع فرماں جو دیکھے رام جی — سُن کر اُن سے بولی کیکئی
مجھ کو ہے اس بات کا کامل یقیں — اور کوئی بات اے پیارے نہیں
تم سے کب سرزد ہوا کوئی قصور — تم سدا رہتے ہو ان باتوں سے دور
دیوتا ہیں تم کو مادر اور پدر — تم سے ہوتے ہیں بھلا کس کے پسر
حکم سر پر دھرتے ہو ماں باپ کا — ٹالتے کہنا نہیں اُن کا ذرا
کہہ رہی تھی جب سخن یہ کیکئی — بیہوشی سے آنکھ راجا کی کھلی
سنتے ہی بولا بصد رنج و محن — رام جی حاضر ہیں دارائے زمن
پھر سہارا ہاتھ سے اپنے دیا — بیٹھے راجہ ہوش اُن کو آ گیا
رام کو چھاتی لگا کر بار بار — اس طرح کرنے لگے دشرتھ پیار
سانپ نے جس طرح کھوئی ہو منی — اور گویا اس کو وہ پھر مل گئی
مُنہ سے لیکن کچھ نکلتی تھی نہ بات — دل میں کہتے تھے شہ والا صفات
میری بدنامی ہو یا ہو نام نیک — چاہتا ہوں بات بس میں یہ ہی ایک
بن میں جانے سے کریں انکار رام — میری آنکھوں کے رہیں آگے مدام
دل میں تھا دریائے غم اُمڈا ہوا — آنکھ کے رستے وہ آخر بہہ چلا

کیکئی تھی بات چھیڑا چاہتی — کر کے سبقت رام بولے آپ ہی

[1] باپ

اے پتا جی میں خجل ہوں آپ سے
آپ نے دکھ درد جو اتنے سہے

یاد فرماتے جو پہلے ہی کبھی
ہوتی یہ حالت نہ ہرگز آپکی

کیا ذراسی بات اور اسکا اتنا فکر
شام ہی کو مجھ سے کردیتے جو ذکر

کس لئے تکلیف ہوتی آپ کو
میں ہوں شرمندہ خطا بہ عفو ہو

مجھ کو ماتا نے سنایا سارا حال
شادمانی مجھ کو سُن کر ہے کمال

ہے خوشی کا وقت غم مت کیجئے
بن میں جانے کی اجازت دیجئے

دھنیہ اس بیٹے کا دنیا میں جنم
جس میں ایسا ہو دھرم ایسا کرم

خوش رہیں ماتا پتا اعمال سے
خوش رہیں اسکے چلن سے چال سے

جان و دل سے تابع فرمان ہے
جو کہیں وہ اس پہ بے خدشے چلے

دیوتاؤں کی نظر سے جو سدا
انکو دیکھے دل میں ہو صدق و صفا

جس پہ ماتا اور پتا ہوں مہرباں
پاتا ہے چاروں پدارتھ وہ یہاں

پس پتا مجھ کو اجازت دیجئے
ہوتے ہیں چودہ برس کتنے بڑے

گزرے اب اور بن سے میں الٹا پھرا
اور چرن میں آپ کے آکر جھکا

اپنی ماں سے بھی اجازت کر طلب
جنگلوں کی راہ میں لیتا ہوں اب

سُن کے راجہ جی نے بے بس آہ کی
پر نہ مُنہ سے بات کچھ ہرگز کہی

رام اُٹھے اور اُٹھ کے محلوں کو چلے
دیکھ کر یہ حال سب رونے لگے

دم کے دم میں شہر میں پھیلی خبر
رام کو بن باس دیتے ہیں پدر

مرد و زن یہ ماجرا سُننے لگے
جوشِ غم سے اپنا سر دُھننے لگے

آہ بگڑی آج کیسی بن کے بات
سچ ہے۔ ہے خوابِ شبینہ کائنات

بال نہیں ہے ایک حالت کو قرار
ایک دم میں حال خوش ہے حال زار

سلہ ارتھ دھرم کام موکش

تھی ابھی شادی ابھی غم ہو گیا
جا بسے جنگل گاؤں ماتم ہو گیا

کیکئی کے دل میں کیسی لاگ ہے
جو بسے گھر میں لگائی آگ ہے

عقل کیا بدبخت کی ماری گئی
بیٹھ کر شاخوں پہ ہے جڑ کاٹتی

سچ کہا ہے عورتوں کے دل کی بات
ان کا چھل اور ان کا بل اور انکی گھات

وہ ہی سمجھے گر سمجھ کوئی سکے
عکس آئینہ جو پکڑے ہاتھ سے

بحر میں کیا شے سما سکتی نہیں
اور آتش کس کو کھا سکتی نہیں

موت سے جیسے نہ کوئی بچ سکے
کیا نہیں ہوتا زن مکرور سے

بعض رانی کی جگہ راجہ کے سر
دھرتے تھے الزام اور با چشم تر

کہہ رہے تھے کیا ہے رانی کا قصور
عقل سے یہ کام تھا دشرتھ کا دور

پھر دئے کیوں اسنے اس نا اہل کو
ہے قصور اسکا ہی یہ بھی کیوں نہ ہو

کوئی بے سوچے کیا گر کام ہے
اسکا کب اچھا بھلا انجام ہے

زن پرستی کا نتیجہ ہے بُرا
عورتوں کے بس میں جو آیا مرا

بعض کہتے تھے بھرت کا ہے قصور
آپ تو ننھسال میں بیٹھے ہیں دور

اور یہاں پاتا ہے سازش کر رہی
پہنچا اس سر خفی کو کب کوئی

بعض کہتے تھے کہ سجن ہیں بھرت
رام جی کے جان اور دل سے بھگت

راج گدّی پر دھرینگے وہ نہ پا
چھل عبث راجہ سے رانی نے کیا

مفت بدنامی عبث ہے مول لی
ان کو پروا کچھ نہیں ہے راج کی

ہو رہی تھیں ایسی باتیں جا بجا
فکر من میں اور دل میں غم بھرا

دیکھ کر گھر گھر میں سامان طرب
دل پھٹا جاتا تھا مرد و زن کا اب

آہ لب پر اشک آنکھوں سے رواں
دل میں رقّت چار سو شورِ فغاں

اور چرچا تھا نہ کچھ تھا اور کام
جو تھا کہتا تھا یہی وہ ہائے رام

آہ کیا ہونا تھا اور کیا ہو گیا
جاگ کر اپنا نصیبہ سو گیا

عورتیں بوڑھی امیروں کی گئیں
کیکئی کو جا کے سمجھانے لگیں

تم تو کہتی تھیں بھرت سے بھی سوا
رام جی مجھکو ہیں پیارے دایا

اور ہے کوسلیّا مری پیاری بہت
جانکی جی جان سے پیاری دلھن

کیا ہوا وہ پیار الفت کیا ہوئی
ایک بہ یک کیوں دل میں ٹھانی دشمنی

تم بھرت کو پیاری رانی راج دو
باس بن کا کیوں مگر رگھبر کو ہو

ہے اودھ جنت جبھی تک یاں ہیں رام
وہ گئے تو پھر خوشی سے کس کو کام

شہر ہے امراوتی[1] اب تک بنا
کیوں بناتی اس کو ہو ماتم کدہ

رام جائیں گے تو بھٹریں کب بسا
ساتھ لچھمن نے نہ کب اُن کا دیا

رام کے آدھین ہے دشرتھ کی جان
وہ گئے تو چھوڑ دینگے یہ پران

ہم بتائیں راہ جو کوئی چلے
ٹوٹے لاٹھی اور نہ سانپ ہی مرے

راج اے رانی بھرت آکر کریں
رام جی جاکر گورو کے گھر بسیں

اس طرح ہو ویگا دونوں کا نباہ
لیک رانی نے نہ مانی بات آہ

ہار کر بیچاریاں وہ سب پھریں
کیکئی کو گالیاں دیتی ہوئیں

بن باس کی تیاری

شہر میں تو تھا اُدھر کہرام عام
پاس اِدھر کوسلیا کے آئے رام

[1] راجہ اندر کی راجدھانی۔

منتظر سیتا تھیں اور کوسلیا — منتظر سکھیاں تھیں بیٹھی جابجا
اور ہم اُن میں یہ چرچے ہو رہے — رام جی ہیں پاس راجہ کے گئے
آئیں گے تو دیکھیو تو اے سکھی — دیکھنے لایق چھبی ہے آج کی
تاج شاہی فرق نازک پر دھرا — اور کرتا چھتر سایہ جوں ہُما
ساتھ میں ہوگا جلوس راجگی — شان و شوکت دیکھنا اسکی سکھی
اب تلک دیکھا ہے رگھبر کا جمال — اب کرو نظارۂ شان جلال
ہیں اُمنگیں دل میں اور خاطر میں چاؤ — آج کا ہے دیکھنے لایق بناؤ
رام جی سب خوبیوں کے ہیں محل — لو اودھ میں اب جنم لینے کا پھل
رام کو دیکھینگے اہل تخت و تاج — کون ہم سے آج ہیں خوش بخت آج

دیکھ کر آتا شری رگھبیر کو — دوڑی ماتا سو سے در خورسند ہو
پر اکیلا دیکھکر حیران تھی — آئے کیوں تنہا شری رگھبیر جی
پوچھا آئے کس طرح تنہا ہو آج — ہے کہاں چھتر اور کہاں سیس تاج
ساتھ میں آئے نہیں ہیں کیوں وزیر — اور چنور جھلتے نہیں ہیں کیوں امیر
چھوڑ کر آئے کہاں ساز شہی — میں تمہارا راستہ تھی تک رہی
ماں نے جو اظہار الفت یوں کیا — دیکھکر رگھبیر جی کا دل دُکھا
مسکراکر بات ماتا سے کہی — شاہ کی جا میں ہوا ہوں شاہ جی
باس جنگل کا ملا ہے جائے راج — چھوڑ کر گھر بن کو میں جاتا ہوں آج
موہ ممتا کچھ نہ اے ماتا کرو — بلکہ خوش ہوکر اجازت مجھ کو دو

بیٹھے بیٹھے یہ بچن رگھبیر کے — تیر سے ماتا کے سینے میں لگے

۱ حسن ۲ دادا ۱ ۲ سہر ۳ محبت مادری کا موہ یا بھول

سُن کے یوں رونے لگو گُھلا گیا
مینھہ کا چھینٹا جوں جنوا سے پڑا

سہم وہ بیچاری دم میں یوں گئی
جوں گرج سے شیر کی ہتھنی ڈری

بولی آخر تم پہ راجہ مہرباں
تھا بہت۔ الفت گئی پہلی کہاں

راج کی جا باس بن کا کیوں دیا
کون سورج بنس کا دشمن ہوا

کر دیا یہ خانداں کس نے تباہ
گھر بسا میرا اُجاڑا کس نے آہ

رام جی نے داستاں ساری کہی
سُن کے کوسلیا بہت حیراں رہی

روک سکتی تھی نہ کہہ سکتی کہ جاؤ
صورتیں دونوں تھیں ایسی کیا بتاؤ

دھرم کہتا تھا نہ روکو رام کو
ماٹا کہتی جو ہونی ہو سو ہو

کیا غرض اس سے بنیں یا بگڑیں کام
آنکھ سے اوجھل نہ ہونے پائیں رام

دردِ ہجراں ہے نہایت دل کو شاق
ماں سہے کس طرح بیٹے کا فراق

پھر یہ سوچا ایک ہیں رام اور بھرت
دونوں ہیں آنکھوں کے تارے بھول مت

حکم ہے ماتا پتا کا رام کو
جا کے چودہ سال جنگل میں رہو

اپنی ضد سے روک کر ان کو رکھا
دھرم کب اسطرح قائم رہ سکا

جان بھی جائے تو رکھتے ہیں دھرم
ہے دھرم سے نظمِ عالم منتظم

رام جی ہیں بے تعلق اور نیک
شہر اور بن انکی آنکھو میں ہے ایک

پس نہ دینا چاہیئے دخلِ خودی
سب کی ہے ایثار ہی میں بہتری

سوچ کر یہ بولی پھر کوسلیا
مسئلہ ہے رام جی یہ دھرم کا

گر فقط والد ہی بن کا حکم دے
تو نہ جاؤ ماں کو برتر جان کے

حکم دونوں کا ہے گر بن میں رہو
تو ادھر سے بڑھ کے بن کو مان لو

بن کی دیوی دیو ہیں مادر پدر
جا نور خدمت کو سب با ندھے کمر

۱؎ محبت مادری ۲؎ خود تکلیف اُٹھا کر اوروں کو تکلیف پہنچانا

تم گئے تو یہ کہینگے رام آئے
اور کرینگے مل کے سب ہر دم سہائے[۱]

تم کو آنکھوں پہ بٹھائیگا ہر ایک
جانتا سچ دے رہی ہوں رائے نیک

جاؤ بیٹا شوق سے تم بن کو جاؤ
دھرم کا ہے بن کے جانے میں بناؤ

چھوڑتا جس وقت راجہ ہے گرہستھ
بنتا آخر میں ہے وہ بان پرستھ

تم سمجھ لو بن جوانی میں ملا
ابتدا سے دھرم کا سیون کیا

ہوگا بن آبادیاں سے گر گئے
لیک تم سونا اودھ کو کر گئے

شہر والے ہجر سے ہونگے تپاں
جیسے بن پانی کے تڑپیں مچھلیاں

دکھ بھرت کو ہوگا راجہ کو مجھے
لیک حال ایسا ہے کوئی کیا کہے

میں کہوں کیونکر مجھے بھی ساتھ لو
اور میرے ساتھ جنگل میں رہو

جو بنیگی جان پر سہہ لونگی میں
پر نہ جانے سے تمہیں روکونگی میں

ہو چکے میعاد تو پھر نا بھی رام
دینا درشن اور کرنا شاد کام

کہہ کے یہ کوسلیا رونے لگیں
رام کو چھاتی سے لپٹاکر وہیں

جانکی آئیں اسی اثنا میں واں
اور یہ دیکھا انہوں نے بھی سماں

بیٹھیں چپکی اپنی گردن کو جھکا
سن چکی تھیں حال دل میں ڈر یہ تھا

رام جی جس وقت جنگل کو چلیں
دیکھئے ہمراہ مجھ کو لیں نہ لیں

ساتھ جاتے دونوں ہیں تن اور جان
یا فقط ہمراہ جاتے ہیں پران

دل میں کب انبوہ غم رہنے لگا
بن کے آنسو آنکھ سے بہنے لگا

دیکھ کر بولیں انہیں کوسلیا
رام جی کمسن بہت ہی ہیں سیا

ہیں جنک جیسے مہاراج انکے باپ
اور خسر ان کے شری دشرتھ ہیں آپ

میں نے آنکھوں پر رکھا تاروں کی طرح
دیکھتی انکو رہی پیاروں کی طرح

۱ مدد

سینچتی الفت کے پانی سے رہی
جب یہ نازک بیل ہے اتنی بڑھی

ہے زمیں سخت اور نازک ہیں قدم
دھرم نے دینی ہوں انہیں اے رام کم

جز خوشی رنج و الم دیکھا نہیں
آپ کچھ اندیشہ انہیں دیجے نہیں

تاکہ یہ بن کو نہ جائیں گھر رہیں
اور نہ گھر میں رہ سکے رنج و غم سہیں

رام جی بولے سنو اے جانکی
بات کہتا ہوں بھلائی کی بھلی

اور دل میں تم نہ لانا کچھ خیال
دھرم ہی پر ہے مرا مبنی یہ مقال

خیر خواہوں کی نہیں سنتے جو بات
وہ پشیماں رہتے ہیں اے [illegible] ذات

ہیں سسر اور ساس دونوں دیوتا
جاننا تم ان کو ماتا اور پتا

انکی خدمت کو سعادت جاننا
انکی پوجا کو عبادت ماننا

جب جدائی سے مری ہوں بیقرار
ان کو تسکیں دینا بن کر ہوشیار

ماں کی خاطر تم کو رکھتا ہوں یہاں
اور کچھ پیاری نہ تم کرنا گماں

گر نصیحت مان لی تم نے مری
وقت گزریگا تمہارا باخوشی

دیر لگتی وقت جاتے کچھ نہیں
گزرے چودہ سال اب یہ ہے یقیں

ہاں اگر ضد سے نہ اپنی تم ہٹیں
اور مرے ہمراہ جنگل کو چلیں

تو رہے اے جانکی جی خوب یاد
خیر کو کہنی پڑیگی خیر باد[1]

جنگلوں میں نام کو بھی سکھ نہیں
کونسا ہے جو کہ بن میں دکھ نہیں

پڑتا ہے واں دھوپ میں جلنا کبھی
اور برف سرد میں گلنا کبھی

ہو جو بارش تو نہیں سایے کا نام
مینہہ سر پر لینا پڑتا ہے تمام

ہے زمیں سخت اور کانٹے راہ میں
پائے نازک کب ہے اس جا میں

ہیں کہیں پھیلے ہوئے جھنکار جھاڑ
اور کہیں سر توڑ اونچے ہیں پہاڑ

[1] الوداع یا رخصت

جل پیو ندی کا کھاؤ بن کے پھل
خاک پر سوؤ وہاں کیسے محل

جاسے چوکیدار ہاتھی اور شیر
شور سنکر جنکا لرزاں ہو دلیر

رکشس پھرتے ہیں منہ پھاڑے ہوے
نرلوا لے آدمی جن کے لیئے

دکھ ہی دکھ ہے سکھ نہ بن میں ایک ہے
کھائے جاتا ایک کوواں ایک ہے

میری باتوں کا کرو دل میں یقیں
جانکی جی بن کے تم لایق نہیں

جونسی مچھلی ہے امرت میں پلی
بحر نمکیں میں بھلا وہ کب رہی

نخل نازک باغ میں جو ہے لگا
آندھیاں صحرا کی وہ کب سہ سکا

بلبل شیریں نوا گلزار کی
بیٹھنے زاغ و زغن میں کب لگی

پس مری مانو یہیں گھر میں رہو
اور مرے ماں باپ کی خدمت کرو

آئے جب جی میں تو میکے اپنے جاؤ
رشتہ داروں سے ملو اور پھر گھر آؤ

ختم چودہ سال جس دن ہو چکے
میں ملونگا آن کر یاں آپ سے

میٹھی باتیں یہ سنی رگھبیر کی
جانکی سمجھی کہ بجلی ہے گری

رام جی مجھ کو ہیں چھوڑا چاہتے
اور مجھ سے منہ ہیں موڑا چاہتے

اے نصیبے آہ تجھکو کیا ہوا
ہائے خفتہ کی طرح تو سو گیا

یہ سماں شرم و حیا کا ہے نہیں
رام تنہا ہی نہ بن جائیں کہیں

سوچ کر یہ ساس کے پکڑے قدم
اور ان سے عرض کی با چشم نم

میری اے دیوی خطا کرنا معاف
عرض کرتا ہے مجھے احوال صاف

جو نصیحت رام جی نے مجھکو کی
اس میں بے شک ہے بھلائی ہی مری

کی ہے اس مطلب سے بس مجھکو ہو سکھ
ہے جدائی سا مگر کوئی نہ دکھ

مجھکو جنت بھی ہے دوزخ کی مثال
گر نہیں رگھبیر جی سے اتصال

اور ہو دوزخ تو بھی جنت ہے مجھے — پران پیارے گر ہیں میرے سامنے
باپ ماں بھائی بہن ساس اور سسر — خاندان و اقربا - دختر پسر
الغرض دنیا میں جتنے ہیں عزیز — سب بلا شوہر نہیں ہیں کوئی چیز
بے پتی؎ تن - زر - زمین اور راج تک — سب ہیں سامان الم کرتا نہ شک
بھوگ ہیں روگ اور زیور تن کو بار — قید خانہ گھر ہے بہر جان زار
بے پتی ہے روپ یوں رہتی ہے زن — جیسے بے پانی ندی - بے جان تن
آپ بن کچھ بھی مجھے پیارا نہیں — سب ہیں پیارے آپ اگرچہ ہیں قریں
آپ کے ہمراہ بن ہوگا چمن — جانور معلوم ہونگے مرد و زن
بن کے دیوی دیوتا ساس اور سسر — جنگلی پھل سب طعام تر و بہتر
ہونگی آنکھوں میں محل سی خوشنما — بن کی کٹیاں اور پہاڑوں کی گپھا
راہ چلنے میں مجھے کیسی تکان — آپ کی قربت سے تازہ ہو گی جان
بلکہ میں خدمت کرونگی آپ کی — آپ پر جب دم تھکن غالب ہوئی
تاب کس کی آپ کے آگے بھلا — جو مجھے ترچھی نظر دیکھے ذرا
شیر کے ہمراہ ہو تو کون آہ — شیرنی پر ڈال سکتا ہے نگاہ
بن میں گر رہنے کے لایق میں نہیں — آپ تو ہیں رہنے لایق بالیقیں
بھوگ مجھ کو رانیوں کے چاہئیں — آپ کو سنیاسیوں کے چاہئیں
ناشنا سچ اس کو میرے پران ناتھ — گر نہ مجھ کو لے چلے تم اپنے ساتھ
جب اودھ میں پھر کے واپس آؤ گے — مجھ کو یاں جیتا نہ ہرگز پاؤ گے

کہہ کے یہ سیتا ہوئیں یوں بے قرار — جس طرح اب تن سے نکلی جان زار
رام جی نے دیکھا حال جانکی — چوٹ خود دل پر دیا مئے کی لگی

؎ خاوند

بولے بہتر تو یہ تھا تم گھر رہو
دوڑتے آئے اسی دم لکشمن
خشک لب لرزاں بدن اور چشم نم
کچھ نہ بولے لیک یوں بے تاب تھے
دغدغہ دل میں تھا یہ کیا حکم ہو
گر نہ مجھ کو ساتھ رگھبر نے لیا
دیکھ کر رگھبیر جی ان کو خموش
خوش ہوئے مریاد لیکن دھرم کی
بھائی الفت سے نہ یوں مدہوش ہو
دیں بڑے اپدیش[1] یا ماتا پتا
ہے تمہارا فرض یہ گھر پر رہو
دور ہیں گھر سے بھرت اور شترگھن
راجدھانی اسطرح بے سر رہی
خاندان کو اور رعایا کو کہیں
راج میں جس کے نہ پرجا کو ہو سکھ
یہ ہے نیتی[2] تم عمل اسپر کرو

امر ناچاری ہے - ساتھ اچھا چلو
سنکے یہ - بن کو چلے شاہ زمن
آئے اور رونے لگے پکڑے قدم
تڑپے مچھلی جوں نکل کر آب سے
کہتے ہیں بن کو چلو یا گھر رہو
تو نہیں گھر میں رہ کے جیتے جی مرا
اور دل میں موج زن الفت کا جوش
باندھنے کو بات یہ ان سے کہی
بلکہ اسدم دھرم کا پالن کرو
یا گورو - یہ آنکھوں پہ رکھئے دابجا
بوڑھے ماں اور باپ کی خدمت کرو
اور میرا آج سے گھر ہوگا بن
سر اٹھائے یاں نہ فتنہ اب کوئی
کچھ ہوئی تکلیف تو اچھا نہیں
بھوگتا راجہ نرک میں ہے وہ دکھ
اور میری ہے نصیحت گھر رہو

سن کے لچھمن پریم کے بس چپ رہے
بولے آخر داس میں سوامی جناب
آپ نے اچھی نصیحت مجھ کو کی
ہیں یہاں دھرماتما جو آدمی

پدھتری رگھبیر کے پکڑے ہوئے
یوں جو مجھ کو چھوڑو تو کیا دو جواب
پر نہیں اسپر عمل ممکن کبھی
دھرم نیتی کے ہیں ادھکاری[3] یہی

۱ نصیحت ۲ دھرم اور اخلاق کا قانون ۳ قابل شخص

ہنس ہو نہیں پریم کے جل میں پلا — مجھ سے یہ میرو کا پربت کب اٹھا

کون ماں اور باپ اور میرا گورو — راست کہتا ہوں نہ شک کرنا کبھو

جتنے اس دنیا میں ہو سکتے ہیں ناتے — اور گائی وید نے جتنی سنیہہ[1]

داس میں ہوں آپ کا ان سب کے تئیں — اور سوامی آپ ہیں اسے دنیا ناتھ

دھرم نیتی کا اسے اپدیش دو — جس کو پیارا نام - زر انجام ہو

کرم من بانی سے جو ہے داس رام — چھوڑنا اسکا ہے حیرت کا مقام

سن کے یہ لچھمن کو کرپا دھام نے — اپنی چھاتی سے لگایا رام نے

اور کہا ماں سے اجازت مانگ لو — اور میرے ساتھ تم بھی بن میں آؤ

سن کے یوں لچھمن کا دل خوش ہو گیا — آنکھیں اندھے کے جوں آئی ضیا

غنچۂ دل اس طرح سے کھل گیا — گویا مفلس کو خزانہ مل گیا

دوڑ کر خوش خوش گئے ماتا کے پاس — حال سنکر وہ ہوئی دل میں اداس

آگ جوں بن میں لگے ہرنی ڈرے — اور بیچاری وہ بن آئی مرے

سوچا لچھمن نے کہ بگڑا اب کے کام — ماں کی الفت[2] ہو نہ گھر سے نہ دم

تھی سمترا ایک عورت کام کی — جان[3] و دل سے بھگت سیتا رام کی

بولی - پیارے - ماں تمہاری ہیں سیا — باپ ہیں رگھبیر جی شک اس میں کیا

وہ رہیں جس جا اودھ ہے بس وہی — دن وہاں جس جا ضیا ہو مہر کی

گر سیا رگھبر گئے بن میں وہاں — پھر تمہارا کام اودھ میں کیا یہاں

باپ ماں بھائی بہن خویش اور گورو — سب کی سیوا کیجئے اسے نیک خو

لیک تم کو یاد لچھمن جی رہے — سمجھے سب یہ آسرے ہیں رام کے

ماننے قابل جنہیں یاں جانئے — رام کے ناتے سے سب کو مانئے

۱ محبت ۲ الفت ۳ جاں

رام کو بن باس مت سمجھو ہوا
بلکہ خدمت کا تمہیں موقع ملا

ساتھ سیتا رام کے تم بن کو جاؤ
دین و دنیا کا اسی میں ہے بناؤ

دھنیہ دنیا میں ہیں وہ ماتا پتا
بھگت بیٹا جن کا سیتا رام کا

ہیں اسی ماں کے پدارتھ[۵۱] چار پاس
جس کا بیٹا ہے سیا رگھبر کا داس

ساتھ رہ کر رات دن سیوا کرو
دیکھو خدمت میں کمی ہرگز نہ ہو

رام کی سیوا[۵۲] تمہیں درپیش ہے
پوری کرنا یہ مرا آدیش ہے

کہہ کے یہ چھاتی سے لپٹا بار بار
ماں نے دی یہ داد گی انجام کار

رام لچھمن جانکی یکجا ہوئے
اور رخصت ہونے دشرتھ سے چلے

بھیڑ تھی راجہ کی ڈیوڑھی پہ بڑی
من مری خلقت کی تھی کھڑی

دیکھ کر تینوں کو واں آتے ہوئے
نالہ و آہ و فغاں ہر سو اٹھے

اندر آئے اور گئے راجہ کے پاس
زندگی سے ہو رہا تھا وہ نراس

بیٹھ کر تینوں کو سمجھانے لگا
میری خاطر تم کو دکھ کیوں ہو بھلا

میں نے یہ سمجھے کیا اگر کوئی کام
کیوں سزا اس کی ملے تم کو تمام

پھر اگر بن باس ہے تو رام کا
لکشمن اور جانکی نے کیا کیا

جو یہ دونوں بھی تو نکو یاں سے جائیں
اور رہ کر ساتھ تکلیفیں اٹھائیں

ہو رہی تھیں جب یہ باتیں کیکئی
گیروے کپڑے لئے واں آ گئی

تھا اشارہ رام جی سے یہ کہ آؤ
پہنو ان کپڑوں کو اور جنگل کو جاؤ

چھوڑ کر تینوں نے شاہانہ لباس
گیروے کپڑے وہ پہنے بے ہراس

پھر اجازت صدق دل سے مانگ کر
راہ لی جنگل کی بے خوف و خطر

کچھ نہ دل میں غم ہوا اس بات کا
راج کی جا باس جنگل کا ملا

۵۱ ارتھ دھرم کام موکش ۵۲ خدمت

چھوڑے زیور اور شاہانہ لباس
گیروے[1] لب سبز رہے بس اپنے پاس

تینوں خوش خوش گھر سے یوں باہر چلے
پنجرے کو چھوڑ جوں طوطا اُڑے

وہ گئے تو حال راجہ تھا تباہ
منتری سے بولا بھر کر سرد آہ

جوڑ رتھ اور پیچھے پیچھے تم بھی جاؤ
منتری تینوں کو اس کے بیچ بٹھاؤ

ایک دو دن بن دکھا کر لاؤ یاں
ورنہ یوں سمجھو گئی میری بھی جاں

رام اور لچھمن اگر آئیں نہیں
پھیر لاؤ جانکی کو تو کہیں

رام کا بن کو جانا

رام جب گھر سے نکل بن کو چلے
دیکھ کر چھوٹے بڑے رونے لگے

بن گئی عشرت سرا ماتم کدہ
تھا وہ راجہ کا محل یا غم کدہ

کہہ رہے تھے سب چلے کیا رام جی
جاں نکل کر تن سے اپنی بھی چلی

رام بن میں۔ ہم رہیں محلوں میں آہ
چھوڑ کر گھر کیوں نہ لیں جنگل کی راہ

کرکے باہم مشورہ چھوٹے بڑے
کچھ رہے کچھ ساتھ رگھبر کے ہوئے

شہر کا محلوں سے بدتر حال تھا
ہو رہا ایک ایک گھر ماتم بپا

سانحہ تھا منگل کا اور اس پر یہ غم
اے فلک برپا کیا کیسا ستم

یا تو تھیں بازار میں آرائشیں
یا وہاں اب بیٹھیں ماتم کی صفیں

یا تو بندھن وار دروازوں پہ تھیں
یا کھڑا در در میں تھا ہر اک حزیں

یا تو تھے منگل کلس گھر گھر سجے
دیکھ کر یا ان کو سب تھے رو رہے

جا سے منگل گان تھا شورِ فغاں
چال کیسی چل گیا ہے آسماں

[1] کپڑے

تھی ہر اک گھر میں اُداسی چھا رہی
رنج کی کالی گھٹا منڈلا رہی

اسطرح چُپ چاپ خلقت تھی تپاں
جیسے بن پانی کے تڑپیں مچھلیاں

کچھ کھڑے بازار میں کچھ پھر رہے
آدمی تھے رنج کی صورت بنے

رام جی لچھمن جتی اور جانکی
واں سے گزرے تو نقادل اُٹھی

پہنے کپڑے گیروے مثل فقیر
دیکھنے میں رُوپ اُنکا بے نظیر

دیکھتے تھے لوگ رستے میں کھڑے
درد من اپنے دلونمیں سہتے رہے

وقت یہ وہ تھا نکلنا اب جلوس
شادیانے بجتے بجتے طبل و کوس

ساتھ ہوتیں پلٹنیں اور اسپ و فیل
شان راجائی کی پُرشوکت دلیل

چھتر ہوتا رام پر سایہ فگن
زیورات بے بہا زیب بدن

بر میں ہوتا فاخرہ شاہی لباس
اور کھڑے جھلتے چنور خدام پاس

شور ہم سب کرتے جے جے کار کا
اور مبارک باد کا غل گونجتا

جائے شادی غم ہے دل میں جاگیر
رام جاتے بن کو ہیں بن کر فقیر

جاں سے پیارے رام جنگل کو چلے
ہم کھڑے ہیں شہر میں کیا کر رہے

جان اور دل سے ہمیں پیارے ہیں رام
ہوگا ان کے ہجر میں جینا حرام

یہ چلے تو ساتھ ہی ہم بھی چلیں
گھر سے اب کیا کام بن کی رہ لیں

رام لچھمن اور سیتا بن سکھ کہاں
سکھ وہیں ہے بس یہ تینوں ہیں جہاں

سوچ کر یہ۔ ساتھ ان کے ہو لئے
کوچہ و بازار سے چھوٹے بڑے

جان و دل سے رام ہیں جن کو عزیز
کچھ نہیں انکی نظر میں بھوگ چیز

وہ سدا رگھبیر جی کے ساتھ ہیں
ان کی لو لگ شیم[1] انکے ہاتھ ہیں

مہر تو بھی دل میں پیدا کر یہ بھاو
ہے اسی میں دین و دنیا کا بناو

[1] سا ا ا اد شہ کا اکا دسنا اور اسکی حفاظت کرنا

چھوڑ خدشے چھوڑ سارے وسوسے
چھوڑ دیا ساتھ ہو کر گمبھیر کے

رام جی کے آئی ہردے[1] میں دیا
دیکھ کر دکھ دل دیا سے کا دکھا

لطف سے لوگوں کو سمجھانے لگے
پر نہ سمجھانے سے وہ روکے رکے

انکی آنکھوں میں اودھ شمشان[2] تھا
بھوت آتا تھا نظر چھوٹا بڑا

تھا بھیانک یوں نظارہ طرفہ تر
ایک ڈرتا دوسرے کو دیکھ کر

کون رہتا تھا اودھ میں جاے گیر
رام جب بن کو چلے بن کر فقیر

لیکے رتھ اتنے میں آیا منتری
بیٹھے تینوں اس میں بن کی راہ لی

پیچھے پیچھے خلق آگے آگے رام
تیر تمسا[3] پر ہوا اس دن مقام

رام نے لوگوں کا دیکھا حال زار
دیکھ کر اسکو ہوئے خود بے قرار

کیا دیا ہے آہ میرے رام ہیں
آپ پورن کام اور نشکام ہیں

لیک ہے اور ونکے سکھ سے انکو سکھ
اور ہے اور ونکے دکھ سے انکو دکھ

پھر بشیریں زبا سنے تمام
سب کو سمجھانے لگے بیٹھا کے رام

دکھ نہ میرے ساتھ تم سب لو اٹھاو
ہم ہی بس ہو چکی اب گھر کو جاو

جب انہوں نے کچھ نہ کان اس پر دیا
رام نے کام اپنی مایا سے لیا

بات کرتے رات جب آدھی گئی
ہو گئی ہر اک پہ طاری بیہوشی

رتھ میں چڑھکر رام جی آگے چلے
اور کھوج اُس رتھ کا مٹواتے گئے

صبح جاگے تو نہ رام آئے نظر
کھوج رتھ کا بھی نہ پایا کھوج کر

تھک گئی مخلوق آخر دوڑتی
روتی دھوتی شہر کی جانب پھری

دھیان دل میں اور لب پر رام رام
اپنے سب کرنے لگے آ کے کام

دل کو ڈھارس دی ملینگے رام جی
ختم چودہ سال ہونگے جب کبھی

---

[1] دل [2] مردے پھونکنے کی جگہ [3] تمسا ندی کے کنارے

رام پہنچے آن کر گنگا کے تیر — اُترے تینوں اور ساتھ اُنکے وزیر
سُرسری[1] کو دیکھ کر پرنام کی — پھر کیے اسنان سب نے با خوشی
جل پیا اور خوش تھے وارے ازمن — دور رستے کی ہوئی ساری تھکن
تھا شرنگ ویرا ایک شہر بے نظیر — اور وہ بستا تھا یہیں گنگا کے تیر
شہر تھا بھیلوں کا راجہ گوہ نشاد — رام جی کا بھگت مرد پاک زاد
حال جب رگھبر کے آنے کا سُنا — بھینٹ لے کر آیا وہ دوڑا ہوا
پانوں میں آکر گرا با چشم نم — اسکا بھگتی بھاو کیا کیجے رقم
بسکہ سینے میں سما سکتا نہ تھا — اشک بن کر آنکھ سے تھا بہ رہا
رام کو پیارا یہی ہے دل کا چاو — اور بہتا من سے ہے یہ بھگتی بھاو
لطف سے اسکو اُٹھایا اور گلے — یوں لگایا جسطرح بھائی ملے
اونچ کا اور نیچ کا چھوڑو خیال — لب پہ آنے دو نہ اپنے یہ سوال
کچھ نہیں ہیں ذات پات اے نیک خو — رام اُس کے ہیں سمجھے جو رام کو
خیریت یوں پوچھنے گھر کی لگے — گویا خود کرپا ندھی ہیں واں رہے
اور اُس کے بھائی اپنے بھائی بند — جن کی سب عادات ہیں دل سے پسند
رام چرنوں میں جُھکا وہ بار بار — اس کرم پر جان اور دل سے نثار
بولا آخر مجھ پہ کرپا کیجیے — چل کے محلوں میں ذرا دم لیجیے
رام بولے مجھکو چودہ سال کا — راج کی جا باس بن کا ہے ملا
شہر میں اسے بھائی جا سکتا نہیں — خوش ہوں ملنے آئے مجھ سے تم یہیں
کر کے باتیں گوہ سے یوں برمحل — کھائے سب نے بھینٹ میں آئے جو پھل
گوہ نے چھانی جگہ اک صاف سی — پھول پتے واں بچھائے با خوشی

[1] سُرسری دیوتاؤں کی ندی یعنی گنگا

بیٹھے سیتا رام جی اس سیج پر　　گیان کی باتیں ہوئیں کچھ طرفہ تر
شب کو جب آیا سماں آرام کا　　اُٹھے سب بیٹھے وہاں سے دُور جا
جب یہ جانا سو گئے رگھبیر جی　　بولے لچھمن سوؤ تم بھی منتری
آپ بیٹھے بیرآسن[1] باندھ کر　　گوہ بیٹھے سامنے کس کر کمر

گوہ لچھمن جی سے یوں کہنے لگے　　دیکھو تو نیرنگ کیا ہیں دہر کے
پیدا محلوں میں ہوئے رام اور سیا　　اور محلوں میں رہے ہیں دائما
پُر تکلف نعمتوں کے جو تھے گھر　　کھانے اور کپڑے تھے جن میں خوبتر
سیم اور زر کے پلنگ بے نظیر　　مخملی اُن پر بچھونے دلپذیر
مرد و زن مامور خدمت کے لئے　　آنکھ کے ہر دم اشارے دیکھتے
وہ سیا رام آج بن میں ہیں مقیم　　اور زمیں پر سوتے با حال سقیم
خاکِ پا جن کی رکھیں سر پر مدام　　خاک پر وہ سو رہے ہیں آج رام
باپ جن کے ہیں جنک شرتھ سسر　　جانکی وہ سو رہی ہیں خاک پر
بن کے لائق آہ یہ دونوں نہیں　　تن ہے نازک جسم ان کا نازنیں
آہ رانی کیکئی یہ کیا کیا　　رام کو بن باس تو نے کیوں دیا
ہے بسے گھر کو اُجاڑا ہائے ہائے　　پھلتی کھیتی کو سکھایا ہائے ہائے
سُن کے سینے میں اُٹھا لچھمن کے درد　　کی دل پُر درد سے اک آہ سرد
بولے سچ کہتے ہیں دنیا خواب ہے　　یا سراب اور اس میں جھوٹا آب ہے
یاں بدلتی حالتیں ہیں اس طرح　　شب کو دیکھے خواب کوئی جس طرح
یاں گدا ہوتے ہیں دم بھر میں امیر　　اور امیر اک دم میں نادار و فقیر
چھوڑ کر اس واسطے دنیا کے کام　　اور ان کا موہ تجیے دل سے رام

[1] دو زانو۔

کرتے باتیں ایسی باصدق و صفا ۔ گیان چرچا میں سویرا ہو گیا

نور کے تڑکے اٹھے رگھبیر جی ۔ اور گنگا میں نہائے باخوشی
پھر منگایا دودھ بڑ کے پیڑ کا ۔ اپنی اور بھائی کی بنوائی جٹا
منتری رونے لگا یہ دیکھ کر ۔ اور کہا پیغام راجہ سربسر
یعنی بن کی سیر رگھبر ہو چکی ۔ شہر چلیئے یہ ہے راجہ کی خوشی
سنکے بولے رام جی پیار سے سخن ۔ قول پر قائم ہیں مردان زمن
جان جائے پر نہ جانے پائے بات ۔ ستیہ ہی کے ہے سہارے کائنات
نامداروں کے لیئے سب کچھ ہے نام ۔ یہ گیا تو پھر نہیں جینے سے کام
تم ہو میرے باپ کی جا منتری ۔ جاکے راجا جی کو سمجھا دو یہی
میں پھر آؤں میرا اور راجہ کا نام ۔ ہوگا بدنام اس میں کس کو ہے کلام
اس لیئے پھرنا نہیں مجھ کو روا ۔ ہاں بہت اچھا ہے گر جائیں سیا
نازپروردہ ہیں پیاری جانکی ۔ انکے دکھ سے میں ہونگا خود دکھی
سنکر اکر جانکی جی نے کہا ۔ جسم سے سایہ جدا کب ہو سکا
چاندنی کیونکر جدا ہو چاند سے ۔ مہر سے کیونکر ضیا ہٹ کر رہے
آپ جس جا ہیں رہیں ہوں میں وہیں ۔ آپ سے دور آہ رہ سکتی نہیں
جب جواب صاف یوں اسکو ملا ۔ منتری روتا ہوا واپس پھرا
ہنہنائے رتھ کے گھوڑے بار بار ۔ رام جی کی گویا کرتے ہیں پکار
تھا جدائی سے یہ حیوانوں کا حال ۔ کون کہہ سکتا ہے انسانوں کا حال

رام جی نے اب بلایا شاد ہو ۔ پار اترنے کے لیئے ملاح کو

پہلے ہی کشتی لئے وہ تھا کھڑا | بھگت جان و دل سے سیتا رام کا
دست بستہ پھر یہ بولا راجی | جانتے ہو میں ہوں مفلس آدمی
خود ہوں اور بیوی ہے اور کنبہ بڑا | کام ملاحی کا کرتا ہوں سدا
ہے گزارہ بس اسی کشتی سے وہ | آپ نے اس پر قدم رکھا ہو گا وہ
چھو کے خاک پاک پا یہ بھی کہیں | اڑ نہ جائے استری بن کر حسیں
میں غریب اُس دم کروں گا آہ کیا | اس طرح میرا گزارہ جب گیا
دھونے دو مجھے اس لئے پہلے چرن | پھر چڑھیں کشتی پہ دارائے زمن
رام نے جب دیکھ کر یہ من کا چاؤ | رام نے جب دیکھ کر یہ بھگتی بھاؤ
ہنسکے بولے بھائی وہ کیجئے آپ سے | جس میں یہ کشتی تری اڑنے نہ پائے
دھوکے چرنوں کو وہ کرتا رکھ ہوا | اور اس کے ساتھ وہ کنبہ بڑا

پار جب گنگا کے کشتی آ لگی | اور اترے رام لچھمن جانکی
تھے خجل رگھبر خیال انکو یہ تھا | کچھ نہ اس ملاح کو میں نے دیا
جانکی نے بے بہا ہیرے جڑی | دینی چاہی اسکو اک انگشتری
پر نہ اس ملاح نے اسکو لیا | گو بہت اصرار رگھبر نے کیا
دست بستہ عرض کی یہ بھگت نے | اے دیا مئے دے رہے ہو کیا مجھے
آپ نے کیا کیا نہ مجھکو دیدیا | یوں پوتر آکر جو کشتی کو کیا
نائی نائی کی حجامت گر بنائے | کب ٹکا اجرت کا اسے رگھبیر پائے
میں نے گنگا سے دیا تم کو اتار | تم لگا دو مجھ کو بھوساگر سے پار
ہے تمہارے نام کی وہ ناؤ یاں | جس سے مایا کو تریں سب بے گماں
مجھکو بھی تارو تمہارا داس ہوں | بھاؤ اور بھگتی سے ہر دم پاس ہوں

۱ قدم ۲ تدبیر ۳ جس نے سب کام کر لئے ۴ پاک ۵ بحر دنیا

دیکھ کر یہ کہا وہ اس ملاح کا
گوہ کو رخصت کرنا چاہا رام نے
بھیل ہوں میں یہ مجھے معلوم راہ
لاؤنگا پھل اور بناؤں گا کٹی
مسکرائے رام اور آگے چلے
بڑ کے سایہ میں کیا اُس دن مقام
وقت شام آنے نہ پایا تھا ابھی

اپنا بھگتی دان رگھبر نے دیا
وہ نہ مانا اور بولا رام سے
آپ کی خدمت سے بہتر ہے نباہ
آپ سے اے رام جی وہ کب بنی
اور جگہ اک صاف ستھری دیکھ کے
صبح کے ہوتے چلے اُس جا سے رام
آئے تیرتھ راج میں رگھبیر جی

رشیوں سے ملاقات اور بن باس

رام تریبینی نہائے با خوشی
تام تیرتھ راج ہے اس کا بجا
تھال ہو جسطرح چاندی کے بڑے
یا ہو جیسا صاف نیلا آسماں
یا فلک ہو رات کو جیسے سیاہ
سکے سب اشنان جس دم کر چکے
آتے دیکھے جب رشی نے رام جی
یوگ کا اور گیان کا لیس ہے پھل
رام جی اُن کے قدم لینے جھکے
چشم گریاں مو کھڑے لرزاں بدن

اور بہت تعریف کی پریاگ کی
ہے دو رنگا جل نہایت خوشنما
اور اُن میں بے بہا نیلم جڑے
اور نکلے یاں وہاں اس میں رواں
اور چمکیں اس میں تارو کی سیاہ
پھر دواج آشرم میں رگھبر گئے
سمجھے یوگ اپنا پھلا اور تپ پھلی
رام کے درشن سے جینا ہو سپھل
اور وہ اُٹھ کر گلے سے خود ملے
تھے رشی آنند ساگر میں مگن

رام بیٹھے لیکے رشیوں کے قدم | گیان کے چرچے لگے ہونے بہم
پریم کے آنند کا دریا چڑھا | تھا مگن ست سنگ میں چھوٹا بڑا
کھائے میوا لونے تازہ تر ثمر | بیٹھے پھر آرام کر کے لمحہ بھر
شہر میں پھیلی خبر نزدیک دور | جلوہ فرما آشرم میں ہیں حضور
درشنوں کو آئے چھوٹے اور بڑے | کرکے درشن چشم پھل سب نے لیے

رات واں آرام رگھبر نے کیا | صبح رخصت ہوتے پوچھا راستہ
مسکرا کر رام سے بولے رشی | پوچھتے ہو راہ کیا اے رام جی
تم ہو وہ منزل جہاں جاتے ہیں نیک | راستے تم تک پہنچنے کے انیک
گیان بھگتی ہے کہ ہے یوگ اور کرم | دان یا تپ ہے کہ ہے یگیہ و دھرم
ہو ہر اک منزل کے تم آخر مقام[51] | ہے پرم دھام آپ کا رگھبیر نام
بسکہ تھا رمز و کنایے کا سخن | مسکرائے سن کے دارائے زمن
پھر رشی نے چار ششیہ[52] اپنے دیئے | ہو کے رخصت رام جی واں سے چلے
جا کے تھوڑی دور اک سادھو ملا | پاک طینت اور مرد با صفا
گیان کی یوں اس کے رخ پر تھی تاب | صبح جوں مشرق سے نکلے آفتاب
اشٹ دیو اپنے جو دیکھے سامنے | چٹ گرا قدموں میں انکے آن کے
ڈنڈوت پرنام لچھمن کو بھی کی | سر پہ رکھی خاک پائے جانکی
گوہ نے جھک کر قدم اس کے لئے | دیکھ کر سب بھاؤ اسکا خوش ہوئے
ساتھ وہ رگھبیر جی کے ہو لیا | دیکھتا روپ اور خوش دل میں بڑا

رام لچھمن جانکی آگے چلے | حسن و دلکش سے ہر اک کو موہتے

۵۱ مقام آخر ۵۲ شاگرد

سانولے رام اور گورے لکشمن
گیروے کپڑے کئے زیب بدن

بر میں ترکش اور کندھے پر کماں
ہاتھ میں دونوں کے تیر جانستاں

سادھوؤں کی سر پہ بندھی جٹا
ہائے کیا ہی روپ تھا وہ اٹ پٹا

رنگ لچھمن پہ زر خالص نثار
روشنی لیں اشعۂ خور مستعار

رام جی کی گر ملاحت دیکھ لیں
ہیچیاں کالی گھٹاؤں کی گھٹیں

بیچ میں دونوں کے یوں سیتا ہے
جیسے مایا بیچ جیو اور برہم کے

نور کی وہ رنگ رخشاں مٹی تک
وہ لہک اور وہ چمک اور وہ دمک

گویا برہما نے بنائی جب سیتا
تو ابٹنا اسکے چہرے پر ملا

اس کے دھووَن سے بنائیں بجلیاں
بادلوں میں اب تلک ہیں جوتیاں

راہ چلتی مورتیں یہ موہنی
آج بھی ہیں جسکے ہردے میں بسی

چھوٹ جاتا ہے وہ اس سنسار سے
مہر تو بھی دھیان میں رکھ پیار سے

گاہ چلتے تھے ٹھہرتے تھے کبھی
رام رستے کے درختوں کے تلے

دیکھتا جو بخت پر تھا اسکو ناز
رام سے قسمت سے ہوتا ہے نیاز

کہتے تھے کیسے ہیں وہ باپ اور ماں
ان کو بھیجا ہے جنہوں نے بن میں یاں

پا ہیں نازک اور زمیں پتھر سی سخت
ان کو تو زیبندہ ہے تاج اور تخت

راجگی کی شان ہے چہروں سے عیاں
پا پیادہ جا رہے ہیں یہ کہاں

دیکھتے تھے جو وہ ہو لیتے تھے ساتھ
دور تک رگھبیر کا دیتے تھے ساتھ

حال سنکر رنج گو ہوتا بڑا
لیک کرتے کیکئی کا شکریہ

وجہ یہ - گر وہ نہ بن کو بھیجتی
ہم کو درشن ہو نہ سکتے تھے کبھی

پھیرتے سب کو زبردستی سے رام
دوڑا آتا اور جمہور[٥٣] تمام

[٥١] بانکا [٥٢] سورج کی شعاعیں [٥٣] آدمیوں کا گروہ

مرد و زن درشن کے بھوکے اسطرح / قحط میں نادار و مفلس جس طرح
جب کنواں آتا کوئی تو دوڑ کر / نوجواں آسن بچھاتے جلد تر
کھینچتے پانی کھلاتے تازہ پھل / کرتے باتیں حسب موقع برمحل
چلتے جب رگھبر تو ہوتے سب اداس / آرزو سب کی ۔ رہیں ہم انکے پاس

یوں مقام و کوچ وہ کرتے ہوئے / آشرم میں والمیکی کی سے گئے
دیکھ کر ان کو ہوئے خوش یوں رشی / گیان کی جسطرح سے سدھی ہوئی
نرم آسن دیکے من کے چاؤ سے / خیریت سب پوچھی بھگتی بھاؤ سے
رام جی نے حال سب ان سے کہا / جسطرح بن باس رانی نے دیا
پھر کہا بتلائیے مجھ کو مقام / تاکہ میں جاکر کروں اس جا قیام
رام درشن سے زبس دلشاد تھے / وچار میں آکر رشی گانے لگے

رام نواس آشٹک

جنکو رہتی ہے سدا درشن کی آس / جن کی خواہش ہے رہیں چرنوں کے پاس
جو تمہارے جان اور دل سے ہیں داس / انکے ہردے[1] میں کرو اپنا نواس[2]

کان جنکے ہیں وہ بحر بیکراں / آپ کے چرچا کی جن میں ندیاں
گرتی ہیں لیکن وہ بھرتے ہیں کہاں / انکے ہردے میں کرو اپنا نواس

[1] دل [2] مکان

جن کی آنکھیں ہیں پپیہے بن ہیں
اور رس جن کو کوئی بھاتا نہیں
ابر جلوہ ناکہ وہ دیکھیں کہیں
انکے ہردے میں کرو اپنا نواس

جو کنٹھا امرت کی پیاسی ہے زباں
آپ کے رس کے جو رسیا ہیں یہاں
جو ہری چرچا کا بھوکا ہے کہاں
انکے ہردے میں کرو اپنا نواس

پانوں سے جو چل کے ست سنگو میں جائیں
دھیان ہیں جو آپ کے من کو لگائیں
ہاتھ سے پوجا کریں جو اور کرائیں
انکے ہردے میں کرو اپنا نواس

لوبھ[۱] موہ اور کرودھ اور مد اور کام
چھوڑ کر دل سے بھجیں جو تم کو رام
چھل[۲] کپٹ مایا دکانداری تمام
انکے ہردے میں کرو اپنا نواس

جن کو پیارا ذات کا عرفان ہے
جاگتے سوتے تمہارا دھیان ہے
جنکو پیارا جان و دل سے گیان ہے
انکے ہردے میں کرو اپنا نواس

جن کو تم ہو رام پیارے ہو رہے
جان و دل سے جو تمہارے ہو رہے
منتظر آنکھوں کے تارے ہو رہے
انکے ہردے میں کرو اپنا نواس

مسکرائے دیکھ کر بھگتی کو رام
اور کہا منظور یہ سارے مقام
اب بتاؤ وہ جگہ جس جا رہوں
بن کے گوشے میں قیام اپنا کروں
چترکوٹ اچھی ہے جا بولے رشی
واں بناؤ اپنے رہنے کی کٹی

۱ لالچ جہل غصہ غرور اور خواہش ۲ مکر دغا اور فریب

لکشمن نے دیکھا دل خوش کن مکاں ہے جہاں مندا[۵۱]کنی مثل کماں
یاں بنائی سب نے ملکر اک کٹی رام جی رہنے لگے واں باخوشی
گوہ کو کر شکریہ رخصت کیا گرچہ وہ جانا نہیں تھا چاہتا
دیکھتے خود رہتے تھے کر پاندھی پائیں تکلیفیں نہ لچھمن جانکی
اور اُن دونوں کو رہتا یہ خیال رام جی کو ہو نہ کلفت اور ملال
تھے یہاں کھانے کو کند[۵۲]اور مول پھل اور پینے کے لئے ندی کا جل
ہوتا تھا ست سنگ رشیوں سے کبھی اور کبھی خود گیان کہتے رام جی
کرتے جنگل میں کبھی سیر و شکار دیکھتے جاکر کبھی بن کی بہار
پالے سیتا جی نے طائر اور ہرن اُن سے دل خوش کرتے دارائے زمن
یوں بسر ہونے لگی شام و سحر یوں گزرتا وقت بیخوف خطر

بھرت کا اودھ میں جانا

رام جی تو بن میں یوں رہنے لگے منتری[۵۳] سُنئے اودھ کیونکر گئے
یاس کی دل پر گھٹا چھائی ہوئی اور کلی خاطر کی مُرجھائی ہوئی
غم جوں تاجر کمانے کو چلے مول بیاج اپنا گنوا کر گھر پھرے
سوچ دل میں شہر میں کس طرح جاؤں اور کیا جاکر کسی کو مُنہ دکھاؤں
لوگ پوچھینگے تو کیا دونگا جواب بس یہی واپس پھرانا کا سبب
بن سے بن کو بھیج آیا رام کو خیر باد اب کہئیے سب آرام کو
رام کی ماتا کا ہوگا حالِ زار سنکے ہونگی اور بھی سینہ فگار

۵۲ [illegible] ۵۳ سمنت وزیر

جا کے کیا دونگا میں دشرتھ کو خبر ۔ جسکا جینا منحصر ہے رام پر
اے سُمنت اچھا تھا یہ تیرے لیئے ۔ رام جب بن کی طرف یاں سے گئے
جاں نکل جاتی تری اسوقت ہی ۔ تا اُٹھاتا تو نہ یہ شرمندگی

اس طرح سے دل ہی دل میں سوچتا ۔ منتری جب شہر کے پاس آ گیا
دن میں داخل ہو نہ یہ ہمت ہوئی ۔ ٹھیرا اک سونی جگہ وہ منتری
شہر میں آیا اندھیرا جب ہوا ۔ تیز تر اور جلد رتھ کو ہانکتا
راہ میں ہرگز کسی سے کی نہ بات ۔ کرتا کیا کرنے کے لائق تھی نہ بات
سیدھا محلوں میں گیا دوڑا ہوا ۔ پاس کوسلیا کے راجہ آج تھا
زرد رُخ دونوں کا اور سینہ فگار ۔ دل بیٹھا جاتا تھا وہ تھا حال زار
منتری کو دیکھ کر راجہ اُٹھا ۔ ڈوبتے کو جیوں سہارا مل گیا
اور پوچھا یہ - کہاں ہیں رام جی ۔ اُن کے درشن کی مجھے ہے لو لگی
پاس فوراً میرے لے آؤ یہاں ۔ ورنہ اب نکلی کہ نکلی میری جان
منتری نے حال جو تھا سب کہا ۔ گو بہت کہنے میں سکا دل دُکھا
سُن کے یوں راجہ نے کھینچی آہ سرد ۔ گویا دل میں اُٹھ رہا ہے سخت درد
اور زمیں پر لوٹا یوں کر کر کے آہ ۔ جیسے دریا کی کوئی پائے نہ تھاہ
چشم گریاں اور دل بریاں ہوا ۔ پھر کہی کوسلیا سے یہ کتھا
میں جوانی میں گیا بہرِ شکار ۔ ایک سادھو کی وہاں لی جان زار
اُس کے نابینا تھے مادر اور پدر ۔ اُنکی خدمت پر وہ باندھے تھا کمر
ساتھ اسکی لاش کے وہ بھی جلے ۔ مجھکو لیکن شاپ یہ دیتے گئے
جائیگی ہجرِ پسر میں تیری جاں ۔ وقت آ پہنچا وہی اب بیگماں

کہکے یہ منہ سے پکارا رام رام
اور دی جاں اپنی ہو کر تشنہ کام

آ گئے تھے اب وسشٹ اور لوگ
اور بہت گو دل میں تھا اک سوگ
لیک با تدبیر تھے مردان کار
کام نیتی سے لیا کرکے بچار
سب کو سمجھایا کہ مت روؤ کوئی
مرگ راجہ چاہئے رکھنی خفی
شہر بے سر ہے نہ دشمن جان جائیں
اور چڑھائی کرکے ڈیرے آ لگائیں
ناؤ بھروائی بڑی سی تیل کی
لاش راجہ کی اٹھا اس میں رکھی
اور بھرت کو بھیجے قاصد تیز گام
تاکہ وہ آئیں بزودیٔ تمام
قاصدوں کو حکم تھا کچھ مت کہو
جاکے بس انکو یہی پیغام دو
ہے گورو کا حکم تم جلدی سے آؤ
دیر چلنے میں نہ کچھ بھی سے لگاؤ
وہ صبا رفتار گھوڑوں پر چڑھے
پاس پہنچے جلد تر ہی بھرت کے
جاکے پیغام گورو ان کو دیا
سنتے ہی رستہ پھر اجودھیا کا لیا

شہر میں آکر بھرت نے کی نظر
اک اداسی چھا رہی ہے سربسر
راجدھانی بن رہی ہے غم کدہ
ہو رہا ہے شہر اک ماتم کدہ
تازہ افسانے جو بنتے تھے جہاں
آج خاموشی سی چھائی ہے وہاں
سن مرے بازار میں ہیں مرد و زن
ہولے ہولے کر رہے باہم سخن
رنج اور ماتم کی تصویریں بنی
شہر میں خلق خدا ہے پھر رہی
ہوئی دیکھ کے بھرت کے تھا نہ شاد
دیکھ کر بولا نہ کوئی خیر باد
آئے محلوں میں تو اٹھی کیکئی
باخوشی اس نے سنواری آمدی
دیکھ کر بیٹے کا چہرہ پُر ملال
خیریت میکے کی پوچھی اور حال

مطبوعہ منیر ملکی گلد پریس شہرہ

۱۰۵

خیریت کہکر بھرت جی نے کہا
ہاں تو ماتا خیر ہے مجھ کو بتا

میں کہاں راجہ کہاں رگھبیر جی
اور کہاں ماتائیں لچھمن جانکی

سنکے چھوٹے آنسو آنکھوں میں بھرے
اور کہا راجہ تو بیٹے چل بسے

دونوں بھائی سنکے یہ رونے لگے
ہاے مرتے دم نہ ہم کیوں یاں ہوے

لی پتا جی نے عدم کی راہ واے
رام کو سونپا نہ ہم کو ہاے ہاے

دھر کے دھیرج[لہ] پوچھی پھر وجہ وفات
کیکئی نے کہہ سنائی ساری بات

رام کے بن باس کا دل میں الم
وہ ہوا۔ بھولے بھرت والد کا غم

دیکھکر خاموش اُن کو کیکئی
بولی بیٹا بات کیا ہے فکر کی

مرگ راجا کی نہیں ہے جاے غم
خوش نصیب ایسے ہوئے دنیا میں کم

جو ہوا پیدا وہ مرتا ہے بشر
پک کے گرتا ہے زمیں پر ہر ثمر

کام پہلے ہی تمہارا بن چکا
راج بے کھٹکے کرو ہے فکر کیا

زہر یہ بات ایسی دونوں کو لگی
زخم پر جیسے نمک چھڑکے کوئی

بولے آخر کو بھرت یہ کیا کیا
ہاے ماتا ناس گھر کا کردیا

راجہ دشرتھ سے کہاں ہے یہاں (?)
ہاے تو نے اسطرح لی انکی جاں

کون ہے بدبخت بر روئے زمیں
رام جس کو جان سے پیارے نہیں

اُن کو ہے ہے یوں دیا ہے بن باس
خوف دنیا کا نہ عقبےٰ کا ہراس

سن میں اُٹھتے ہی بڑوں کا وسیر (?)
ہاے ہردا[عہ] کیوں نہ تیرا پھٹ گیا

مانگتے بر کیوں نہیں سوکھی زباں
ورنہ کیوں ہوتا دہن آتش فشاں

بنکے بیوہ منہ دکھاؤں کس طرح
کردیا مردود تو نے اس طرح

لہ استقلال عہ دل

باپ دشرتھ بھائی لچھمن رام جی — ہائے ماتا میری ماں تو کیوں ہوئی
گر تجھے لینی تھی میری جان لیں — پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹا نہ کیوں
رام کی دشمن ہوئی ہے برملا — کون ہے تو سچ مجھے یہ تو بتا
خیر جو ہے وہ ہے کیا روؤں تجھے — مہربانی کر نہ منہ دکھلا مجھے

کہہ کے یہ بھرت اور شترگھن اُٹھے — اور کوسلیا کے محلوں میں گئے
جا کے قدموں میں گرے با صد نیاز — اُمڈے آنسو درد سے ہوئے آنکھیں باز
منہ سے گو بولا نہ جاتا تھا ذرا — پر بھرت جی بولے با صدق و صفا
سُنئے ماتا جی نہیں میرا قصور — کیکئی کا ہاں ہوں بیٹا بالضرور
بانجھ وہ ہوتی تو تھا میرا بھلا — دیکھتا ہرگز نہ یہ دکھ آپ کا
باپ ہیں بیکنٹھ میں اور بن میں رام — دکھ کا باعث ہیں ہوں حاضر لا کلام
لیک میرا ہاتھ سازش میں نہیں — جو کیا ماں نے کیا ہے بالیقیں
جو بھلا سمجھے ہیں لوبھ اور کام کو — جو نہیں سمجھے ہیں دل سے رام کو
پاپ ہی میں جن کی رہتی ہے متی[1] — مجھ کو اے ماتا ملے ان کی گتی[2]
گر مرا اس میں ذرا بھی ہاتھ ہو — گر مرا اسمیں ذرا بھی ساتھ ہو
رام جی میرے ہیں ماتا ساکشی[3] — جھوٹ بولا ہوں جو میں اس گھڑی
سن کے سچے دل کی سچی بات کو — ماتا کیونکر نہ کوسلیا کو ہو
اُٹھ کے دونوں کو لگایا یوں گلے — رام لچھمن گویا آ کر ہیں ملے
اور کہا بیٹا مجھے تم پر ہے ناز — رام کے قدموں میں رکھتے ہو نیاز
مجھ کو تم ہو رام لچھمن کی مثال — شک کے خاطر سے نکالو سب خیال
رام لچھمن جانکی بن کو گئے — اُن کی جا تم آن کر مجھ سے ملے

[1] عقل [2] انجام [3] شاہد یا گواہ

اٹھے دونوں دیکھی پھر راجہ کی لاش
دیکھ کر اس کو ہوا دل پاش پاش

آئے اتنے میں وسشٹ اور سب امیر
فکر تھی کریا کرم[۵۱] کی ناگزیر

طرفہ تر ہوا یا راجہ کا بِمان
اور اٹھایا اسکو باصد عزوشان

جتنے دن کریا بتائی وید نے
کی بھرت نے ہر بدھی کو دیکھ کے

ہو چکے جب شدھ[۵۲] تو چرچا ہوا
چاہئے کرنی بڑی بھاری سبھا

شہر والے آ گئے اور میر و وزیر
جمع مجمع میں ہوا جم غفیر

رانی کوسلیا وسشٹ اور منتری
اور اہل شہر سب نے رائے دی

راج ہے راجہ بھرت کو دے گیا
اس لئے کہتی ہے ساری یہ سبھا

راج گدی کو سنبھالیں بھرت جی
اور کریں پرجا کا پالن باخوشی

سن کے تقریریں اٹھے آخر بھرت
اور کہا اے صاحبان مرتبت

آپ نے جو کچھ نصیحت کی مجھے
وہ بھی شایاں آپ ہی کی شان کے

لیک اتنی ہے مجھے بھی تو تمیز
جانتا ہوں یہ کہ میں خود کیا ہوں چیز

باپ اندرلوک میں اور بن میں رام
راج کا کہتے ہو مجھ سے لوں میں کام

رام کو چھوڑوں میں اور راجہ بنوں
راج سکھ بھوگوں بہ عشرت کروں

کیکئی کا گو پسر ہوں صاحبو
جس نے بھیجا جنگلوں میں رام کو

چاہئے جو کچھ مجھے فرمائیے
چاہئے جیسا مجھے شرمائیے

میں مگر رگھبیر جی کا داس ہوں
تن سے من سے دھن سے انکے پاس ہوں

رام جی کا راج ہے میرا نہیں
میں ہوں نوکر وہ ہیں آقا بالیقیں

جانتے ہیں رام میرے دل کا بھاو
راست کہتا ہوں نہیں ہے اسمیں بناو

۵۱ تجہیز و تکفین ۵۲ پاک یعنی کریا کرم سے فارغ

گرچہ ہے تقصیر میری یہ بڑی — میرے باعث سے ہیں بن میں رام جی
لیک وہ سرچشمۂ لطف و عطا — عفو فرمائینگے میری یہ خطا
عرض میری صاحبو پس یہ سنو — چھوڑ دو شہر اور ساتھ میرے بن چلو
ساز ہے موجود سب ابھی ٹیکا کا — لے چلیں وہ ساتھ با صدق و صفا
چلکے سب معروض رگھبر سے کریں — بن کو چھوڑیں اور اجودھیا وہ چلیں
چاہیے ابھی ٹیکا ان کا جنگل میں کریں — چاہتے یاں رگھبیر جی کو راج دو
راجدھانی انکی ہے راجہ ہیں رام — آئیں وہ واپس تو بن جائیگا کام

سن کے باتیں بھرت جی کی باصفا — شور تحسین خلق سے یکدم اٹھا
واہ کیا بھگتی ہے سیتارام کی — واہ کیا باتیں کہی ہیں کام کی
اہل شہر اٹھ اٹھ کے اپنے گھر گئے — رات بھر تیاریاں کرتے رہے
جمع درباری بھرت نے یاں کئے — شہر کی رکشا[١] کے حکم انکو دئے
حکم پاکر شہر میں جو جو رہا — یا کہ گھر والوں نے جو گھر پر رکھا
وہ یہ سمجھا ہے مری قسمت بڑی — رام کے درشن کا تھا موقع یہی
کرتے کرتے اس طرح تیاریاں — صبح ہوتے آیا چلنے کا سماں

بھرت کا رام کے پاس جانا

نور کے تڑکے ہی سب گھر سے چلے — مرد و زن پیر و جوان چھوٹے بڑے
گاڑیاں رتھ بہلیاں اونٹ اور فیل — یوں چلے سب جا بجا جیسے رود نیل

[١] حفاظت۔

کچھ سوار اور کچھ پیادے جا رہے
بھیڑ ایسی تھی کہ کوئی کیا کہے

سب کے دل میں درشنوں کا اشتیاق
طبع میں الفت بھری دل میں فراق

نیم بعض اشخاص نے باندھے ہوئے
برت دل سے بعض نے رکھے ہوئے

سب کے دل میں آرزو یہ موج زن
بن سے واپس آئیں رام اور لکشمن

یہ خیال آیا ہر اک کو بار بار
دیکھیے تو قدرت پروردگار

ایک دن وہ تھا چڑھے تھے ہم برات
بات جو تھی شادمانی کی تھی بات

کس طرح سب مارتے تھے قہقہے
کیسے باہم تھے خوشی کے چہچہے

آج ہم چلتے ہیں کیسے من مرے
اٹھ رہے ہیں دل میں کیا کیا وسوسے

پا پیادہ جوں گئے رام اور لکھن
پا پیادہ تھے بھرت اور شترگھن

دل میں دونوں کے یہی دبدھا بڑی
واپس آئیں یا نہ آئیں رام جی

گو بہت ماتاؤں نے ان سے کہا
پر سواری میں نہ بیٹھے وہ ذرا

گوہ کو جس وقت یہ پرچہ لگا
بھرت آئے ساتھ ہے مجمع بڑا

رام کا تھا بھگت اٹھے وسوسے
کیوں بھرت ہیں رام کے پیچھے چلے

لاؤ لشکر ساتھ اتنا کیوں لیا
گر نہیں ہے دل میں کچھ مکر و دغا

رام و لچھمن اکیلا دیکھ کر
مارنے جاتے ہیں یہ شوریدہ سر

یا کہ ان کو قید کر کے لائیں گے
ساتھ اپنے شہر میں لیجائینگے

پر نہیں ان کے دلوں میں یہ گماں
رام کا میں داس بیٹھا ہوں یہاں

جان بھی جائے تو ہاں دیدونگا میں
پر نہ گنگا سے اترنے دونگا میں

کہہ کے یہ نرسنگھا پھونکا بار بار
جمع ہو کر بھیل آئے بے شمار

ہو گئے جب جمع تو ان سے کہا
بھائیو اب وقت آیا کام کا

ہم شری رگھبیر جی کے ہیں بھگت — دشمنی اُن سے چلے کرنے بھرت
جان میں ہے جان جب تک تم لڑو — اور نہ گنگا سے اُترنے اِن کو دو
اس سے بڑھکر ہوگا کیا دھرم اور نام — رام جی کے اپنی جان آئے جو کام
سنکے یہ۔ وہ کُودنے سب یوں لگے — جیسے جانیں ہیں ہتیلی پر دھرے
نیزہ و شمشیر اور تیر و تبر — ہاتھ میں لیکر اُٹھے با کرّ و فر
ایک بوڑھے بھیل نے پر یہ کہا — پہلے بہتر ہے لگا لیں یہ پتا
کس غرض سے بھرت ہیں گھر سے چلے — بعد میں سامان کرنا جنگ کے
گُوہ نے منظور کی بوڑھے کی بات — بھیل بھیجے دیکے کچھ پھل پھول پات
بھیجے لشکر میں انکو تا وہ جائیں — اور وہاں سے خفیہ خبریں جا کے لائیں

آیا اک جاسوس واپس جلد ہی — اسنے آکر یہ خبر راجہ کو دی
رام کے دشمن نہیں ہرگز بھرت — بلکہ وہ تو جان و دل سے ہیں بھگت
رام جی کو ہیں منانے جا رہے — تا کہ سونپیں کام سارے راج کے
گوہ نے یہ سنکے لی بھینٹ اپنے ساتھ — اور چلا ملنے بھرت سے سب کے ساتھ
یوں بھرت جی کھول کر اُس سے ملے — رام کو گویا لگاتے ہیں گلے
خیریت پوچھی بشیرینی تمام — پھر کئے دریافت سب حالات رام
گوہ نے حالات اُن سے سب کہے — جس طرح رگھبر وہاں شب بھر رہے
پھر دکھائی وہ کُشا[1] کی سانتھری — جس پہ سوئے رات کو رگھبیر جی
دیکھکر رقّت بھرت کو یہ ہوئی — بہ چلی آنکھوں سے اشکوں کی ندی
دیکھے جس جس جا نشاں پائے رام — سر پہ رکھی خاک کہکر ہائے رام
میں نہ ہوتا تو نہ ہوتا تم کو دُکھ — دُکھ نہیں ہو تو مجھے کیونکر ہو سُکھ

[1] گھاس پھوس کا بچھونا۔

ہائے میں بدبخت پیدا کیوں ہوا — رام نے جو میرے باعث دکھ سہا
جنم لچھمن کا سپھل دنیا میں ہے — جو کہ حاضر رام کی سیوا میں ہے

بسکہ برتی آج تھے چھوٹے بڑے — گوہ نے منگوائے پھل سب کے لئے
رات وہ گنگا کنارے کی بسر — با دل بریان و با چشمان تر
صبح گنگا سے اُتارا واں لگا — گوہ خود ہمرہ بھرت جی کے ہوا
پہنچے سب پریاگ جا کر دن ڈھلے — شہر والے دیکھ کر حیران تھے
کیا بھرت کا پریم ہے کیا بھگتی بھاؤ — رام ہیں کس کا ہے ایسا من کا چاؤ
دھنیہ دھنیہ اے شترگھن اور بھرت — جان و دل سے رام کے تم ہو بھگت
شب رشی[1] کی آشرم میں کی بسر — رام جی جس جا رہے تھے رات بھر
سب کتھا اُن سے بھرت جی نے کہی — کرتے تعریفیں ہے اُنکی رشی
دوسرے دن والمیکی سے ملے — چترکوٹ آگے تھا پھر سب واں گئے
تھا بہت درماندہ جمہورا[2] نام — کوہ کے دامن ہی میں رکھا قیام
نیم برت اور ان پہ پھر لمبے سفر — کس طرح ہوتا غریبوں کا گذر
ایک ڈھارس نے رکھا تھا دل کو تھام — اور وہ یہ تھی ملینگے ہم کو رام

آتے جاتے رہتے تھے بھیل اُدھیں — رام لچھمن کو خبر اُن سے ملی
رام تھے حیران کیوں آئے بھرت — بولے ہو کر تر زباں لچھمن بھگت
آپ ہیں اے رام جیسے پُرصفا — دیا تنے اور ونکو بھی ہیں با وفا
پر طبائع میں بھرا ہے مکر و فن — آتو دنیا سے نہ جانے دم زدن
تھے بھرت جی آپ کے پہلے ہی داب — راج کی اب تشنگی ہے اُنکے پاس

[1] بھردواج [2] گروہ خلق۔

لالچ ہو تو لوبھ ہوتا ہے سوا　　ہے یہی بس راج کا بھی خاصہ
جان کر یہ ہیں اکیلے بن میں رام　　لاؤ لشکر کا نہیں کچھ انتظام
آئے دونوں بھائی ہیں تیغیں لئے　　تاکہ کانٹے سب نکالیں راج کے
پر نہیں سمجھے کہ ہے بیروں سے کام　　لکشمن ہیں بیر اتر ہیں اور بیر رام
سہیئے اے سوامی کہاں تک یہ جفا　　مار کر جی رہیئے چپ کب تک بھلا
خاک پر بھی لات مارے کوئی گر　　چڑھتی ہے وہ مارنے والے کے سر
کام اپنا جنگ ہے ہیں چھتری　　اور رگھوکل میں ہے پیدائش ہوئی
ہے ہمارے ہاتھ بھی تیر و کماں　　آن میں دکھلا دیں محشر کا سماں
مجھ کو دیجے حکم تو جوہر دکھاؤں　　اگلا پچھلا آج سب قصہ چکاؤں
ایک بھی گر فوج میں جیتا رہے　　پھر نہ کوئی لکشمن مجھ کو کہے

رام نے دیکھا ویاپ گئے بیر رس　　دیکھتے لچھمن نہیں کچھ پیش بیں
دست شفقت سر پہ پھیرا آپ نے　　اور کہا جلدی نہ کرنی چاہیئے
آتے جاتے ہیں بھرت یاں آج اب　　پوچھ لینگے ان سے آنے کا سبب
کہہ کے یہ سیتا سے کچھ جو بات کی　　لو بھرت اور شتروہن آئے جبھی
ڈنڈوت پرنام کو وہ تو جھکے　　دیکھتے بھگتی تری لچھمن سے ہے
حال خاطر کا ہوا کچھ اور اب　　بدلا جوش لطف سے جوش غضب
دل یہ چاہا دوڑ کر ملئے گلے　　بولی بھگتی یہ نہ کرنا چاہیئے
اذیت کا گو اٹھا خاطر میں جوش　　سیوکائی نے کیا لیکن خموش
بولے آخر تو وہ بس بولے یہی　　کرتے ہیں مجرا بھرت اے رام جی
رام اٹھے اٹھ کر لگایا پھر گلے　　اشک الفت دونوں جانب سے چلے

سلہ سنانع ۵۲ طمع ۵۳ بہادر ۵۴ طاری ۵۵ تجواشہ رام کا اونڈ ...

اور گلے ملتے رہے یوں بار بار ۔۔۔ جیسے اُمڈا آتا ہے اندر سے پیار

لکشمن سے پھر گلے وہ سب ملے ۔۔۔ غنچہائے طبع پژمردہ کھلے

اسطرح تھے بحرِ الفت میں مگن ۔۔۔ کوئی سنتا تھا نہ کہتا تھا سخن

سر پہ رکھی خاکِ پائے جانکی ۔۔۔ پر نظر اونچی بھرت جی نے نہ کی

شرم تھی اس بات کی میرے لئے ۔۔۔ ہائے کیسے دُکھ ہیں سیتا نے سہے

بھرت کی واپسی

سُن کے یہ آئی ہیں ماتا اور گورو ۔۔۔ اور اہلِ شہر بارائے نکو

بھرت کے ساتھ اُٹھے رام اور لکشمن ۔۔۔ آئے زیرِ کوہ دارائے زمن

منتظر یاں درشنوں کو تھے کھڑے ۔۔۔ جو اودھ سے آئے تھے چھوٹے بڑے

بے قرار و بے دل و بیتاب سب ۔۔۔ ہو رہے تھے ماہیِ بے آب سب

جیسا جس کا رام جی نے دیکھا بھاو ۔۔۔ ویسے ہی سب سے ملے وہ چاو چاو

دم کے دم میں دیکھا سب نے یہ کہ رام ۔۔۔ ہو رہے ہیں خاص ہم سے ہمکلام

آ گئے تھے جس بھاو سے جو جو بشر ۔۔۔ رام سب سے ہی ملے جی کھول کر

مہر تو بھی بھاو پیدا کر کہ رام ۔۔۔ ہر جگہ ہیں حاضر و ناظر مدام

آپ ہی تو رام جی سے دور ہے ۔۔۔ آپ ہی رنجور اور مہجور ہے

پردۂ پندار آنکھوں سے اُٹھا ۔۔۔ اور تجھے جلوہ ہوئے کا اب ہوا

مل چکے جب رام اہلِ شہر سے ۔۔۔ مادروں سے اور گورو جی سے ملے

سب سے پہلے کیکئی کے آئے پاس　　تاکہ وہ دل میں نہ ہووے اداس
وشوامترا اور وہ کوسلیا　　خوش تھیں یوں گویا منور تھا ملگیا
دیکھکر بیٹوں کے رخساروں کا نور　　نور آیا آنکھ میں دل میں سرور
پھر شری رگھبر گورو جی سے ملے　　جھک کے عزت سے قدم انکے لئے
دی انہوں نے رام کو آشیرباد　　رام جی کے ساتھ آیا تھا نشاد
یوں وسشٹ اس سے لپٹ کر آب ملے　　رام خود گویا گلے ہیں مل رہے
ذات ہے کیا شے کسی نے سچ کہا　　وہ ہری کا ہے ہری جسنے بھجا
یوں وسشٹ ان سے بھیلو سے ملے　　رام بھگتی واہ کیا کہنے ترے

ٹھیرے اہل شہر نیچے ہی تمام　　بھائیوں کے ساتھ اوپر آئے رام
ساتھ انکے تھے گورو اور رانیاں　　اور عمائد شہر کے باعزت و شاں
جانکی جی اپنی ساسوں سے ملیں　　بھیس ان کا دیکھ کر تھیں سب حزیں
اہل شہر آ کے منیوں سے ملے　　گیان کے چرچے بہم ہونے لگے
پھر وسشٹ ان سے مخاطب ہوگئے　　کچھ لگے بیراگ کا کرنے بیاں
یعنی یہ دنیا ہے کیا اک خواب سا　　جس میں کوئی شے نہیں قائم ذرا
جانتے ہیں جن کو ہے عقل و تمیز　　آنی جانی ہے یہاں ہر ایک چیز
اسطرح بیراگ کی پرواز اٹھا　　رام سے دشرتھ کا مرنا سب کہا
رام جی سنکر ہوئے دل میں دکھی　　مرگ راجہ میرے ہجراں سے ہوئی
سوچکر یہ دل کو سمجھانے لگے　　بس نہیں چلتا کسی کا موت سے
پھر کیا کریا کرم سب باپ کا　　جسطرح آچاریوں نے ہے لکھا

سلہ مراد دل ۔ ۲ سلہ گر بھیا ۔ ۳ ۔ [illegible]

شہر والے بن میں جب دو دن رہے
تیسرے دن رام جی کہنے لگے

بھائیو تم دکھ زیادہ مت اٹھاؤ
اب سنا سب نے گھروں کو اپنے جاؤ

سن کے یہ سوکھے نکلے چہرے ہو گئے
باغ میں پھولوں پہ جوں پالا پڑے

رات کو بیٹھے بھرت اور سب
مشورہ باہم کیا کیا کیجے اب

بات جی کی سب بھرت جی نے کہی
رائے یہ انجام کو قائم ہوئی

کل یہاں کیجے بڑی بھاری سبھا
جمع ہو جس میں ہر اک چھوٹا بڑا

رام جی سے کیجیے سب عرض حال
تا دیا اپنی کریں ہو کر دیال

دوسرے دن منعقد محفل ہوئی
اور بیٹھے اس میں آکر رام جی

ہو گئے جب جمع سب خرد و کلاں
حرف مطلب بھرت لائے درمیاں

اور یہ کی معروض میں ہو کر کھڑا
چاہتا ہوں کہنا دل کا مدعا

کہہ سکے یہ جا سے بھرت اپنی اٹھے
اور یوں تقریر وہ کرنے لگے

آج اس مجمع میں ہوں تو میں کھڑا
پر پشیماں اپنے دل میں ہوں بڑا

ہیں دلوں کے آپ مالک رام جی
بات وہ کیا آپ سے جو ہو چھپی

آہ کس منہ سے کہوں اچھا ہوں میں
ماں بری ہے نیک دل بیٹا ہوں میں

ہے خطا میری ہی کہتا ہوں میں صاف
آپ اپنے رحم سے کیجے معاف

گر نہ پیدا ہوتا میں دنیا میں رام
تم کو یہ تکلیف کیوں ہوتی تمام

پا پیادہ آپ تینوں بن میں آئے
آن کر یاں ہر طرح کے دکھ اٹھائے

میری ہی باعث یہ تکلیفیں ہوئیں
ہائے کیوں ہوتیں جو ہوتا میں نہیں

شہر والے ہیں دکھی تم ہو دکھی
راج پا کر کس طرح میں ہوں سکھی

راج میرا کب ہوا ہے آپ کا
میں ہوں نوکر آپ ہیں فرمانروا

مجھ پہ بچپن سے ہے الفت آپ کی　　جانتے ہو داس اپنا رام جی
وہ ہی کرپا کی نظر اب بھی رکھو　　اسے دیا ہے وہ ہی رحم اب بھی کرو
ہم ہیں سب پرجا[۵] تمہیں راجہ ہو رام　　راج کر کے سب کو کیجے شادکام
ساز سب ابھشیک کا موجود ہے　　ساتھ اپنے لایا ہوں ہر ایک شے
اب لچھمن جانکی دو بس پھریں　　دونوں بھائی ہم یہاں بن میں رہیں
یا پھریں دو بس لچھمن اور شترگھن　　میں رہوں ہمراہ وارائے زمین
یا کہ تینوں بھائی ہم بن میں رہیں　　جانکی اور آپ دونوں گھر پھریں

جب بھرت تقریر کر کے چپ ہوئے　　صورت تصویر سب حیران رہے
رام کے دل میں اٹھا الفت کا جوش　　پھر نہ کہنے پائے تھے کچھ تھے خموش
اتنے میں کچھ قاصدان تیز گام　　دوڑتے لائے جنک کا یہ پیام
لاتا ہوں میں لاولشکر ساتھ سب　　رام سے کہنا کہ گھبرائیں نہ اب
کیکئی کی سازشیں معلوم ہیں　　اور مطالب انکے سب مفہوم ہیں
رام نے انکو سنایا سارا حال　　اور کہا جاؤ پرندے کی مثال
کچھ نہیں ساماں اس جا جنگ کا　　بھائیوں کا باہمی ہے فیصلہ
مشورے سے جو بہم طے پائیگا　　وہ جنک کے سامنے ہو جائیگا
ملتوی وہ فیصلہ اس دن رہا　　آ گئی زیر کوہ سب اٹھ کر سبھا

آ گئے راجہ جنک کچھ دن گئے　　رانیاں اور اقربا سب ساتھ تھے
پھر ملاقاتیں بہم ایسی ہوئیں　　پہلے ہی مرقوم سب جیسی ہوئیں
رام لچھمن کا فقیرانہ لباس　　دیکھکر سب کا ہوا دل یوں اداس

[۵] رعیت

برت نہ جل پر کہہ و مہ نے رکھا | کھانا کھایا اور نہ پانی تک پیا
چاروں راجہ جنک اس جا رہے | اور رہے باہم بہت سے مشورے
بھرت جی کہتے تھے واپس جائیں رام | اور سنبھالیں سلطنت کا انتظام
رام کہتے تھے بچن جانے نہ پائے | نام پر دشرتھ کے حرف آنے نہ پائے
رائے یہ انجام میں پائی قرار | رام بن میں ہی کریں سیر و شکار
اور بھرت راج انکی جا کریں | اس طرح جب سال چودہ ہو چکیں
تو اودھ میں رام کا ابھیشیک ہو | یہ ہی سب رایوں میں ہے رائے نکو
دیں کھڑاویں اپنی اُن کو رام نے | سر پہ رکھیں اور بھرت گھر کو پھرے
خلق بھی پھرنے کو تو واپس پھری | لیک ساری نیم جاں اور من مری
بس سہارا تھا تو چودہ سال کا | ختم ہوں وہ تو برآئے مدعا

واپس آئے گھر کی جانب جب بھرت | نہ اجدّھیا میں ٹھیرے وہ بھگت
شہر سے باہر کیا اپنا مقام | اس جگہ کہتے ہیں جسکو نند گرام
واں بنائی ایک پتوں کی کٹی | اس میں سوتے تھے زمیں پر بھرت جی
سادھوؤں کا بھیس اور سر پر جٹا | پینا جل ندی کا کھانے پھل سدا
سامنے رکھیں کھڑاویں رام کی | اُن سے لے ہر امر کی پروانگی
راج کے کاموں کا کرتے انصرام | دھیان دل میں اور لب پر رام رام
دھنیہ دنیا میں بھرت تیرا جنم | بھگت ایسے ہوتے ہیں عالم میں کم
واہ کیا بھگتی ہے سیتا رام کی | ایسی بھگتی کس بھگت نے کی کبھی
چھوڑ کر دنیا کے ہر اک کام کو | اپنا تن من دھن جو سونپے رام کو
مہر تو بھی چھوڑ سب دنیا کے کام | صدق طینت سے بھجا کر رام رام

اوم تت ست

آرنیہ کانڈ

رام اور جینت

رام کی بھگتی بھرت نے جیسی کی
اب سنو لگے چرت رگھبیر کے
پر چرت ہرگز نہ ان کو جاننا
جن سے ہو گیانی کی خاطر میں برگ[1]
درشنوں کے واسطے آتے تھی
آپ تپنوں جاتے اُنکے پاس گاہ
سیر دریا کی کبھی کرتے بہم
جاتے جنگل میں کبھی بہر شکار
درشنوں کو آتی خلقت دور سے
عورتیں رشیوں کے آشرم میں تھیں
اسطرح ہوتی بسر تھی دائما

میں نے اے بھگتوں وہ سب تم سے کہی
بن میں رہ کر آپ جو کرتے رہے
بلکہ تم اسرار مخفی جاننا
اور اگیانی کو اُلٹا موہ[2] و راگ
اور کتھائیں کرتے آکر گیان کی
ہوتا واں ست سنگ گاہ بگاہ
اور کبھی گلگشت بن میں مثل وہم
دیکھتے واں سبزہ تر کی بہار
جنکے پھل پاتی ترنج و نیز نور سے
جا نکی رہتیں کبھی تنہا نہیں
خوش تھے رگھبر خوش تھے لچھمن خوش سیا

[1] نفرت از دنیا [2] جہل اور پھنساوٹ

ایک دن جنگل میں پھرنے جو گئے
کھینچ لنکا اپنے ہاتھوں سے بنائے
چاند کا گہن سے گھٹ جاتا ہے نور
حسن سیتا اور بھی افزوں ہوا
حمانت سی اک سنگ مرمر کی چٹان
اور وہ مہر و وفا کہنے لگے
اندر کا بیٹا جینت آیا وہاں
اور کیا کرتے ہیں حیرت اسکو بھی
آ گئی جو شامت تو اس جنگل میں وال
تھا وہ جیسے بحر کی لے چیونٹی
زاغ کی صورت بنا انجام کار

رام نے گوندھا تازہ تر سے جنے
جانکی کو ذوق خاطر سے پہنائے
یاں ہوا کچھ اور گہنوں کا ظہور
رام کا دل دیکھکر مفتوں ہوا
دیکھکر بیٹھے وہاں کر یا تیر بہان
باتیں سیتا جی سے کچھ کرنے لگے
رام کو دیکھا کہ بیٹھے ہیں کہاں
مرد معمولی نہیں یہ یا رام جی
لینا اس ناداں نے چاہا امتحاں
باکہ پدری رفعت آکاش کی
بھاگا وہ سیتا چرن میں مار

خون بہتا دیکھ کر رگھبیر جی
زہ کیا اسکے کماں میں جا کے تیر
یوں چلا پیچھے قضا جیسے چلے
باپ کے دربار میں آیا جینت
اندر راجہ دیوتاؤں کا سبھی
شو کے اور برہما کے لوگوں میں پھرا
باپ ہو جاتا ہے یم اور موت ماں
کھینچتے ہیں اقربا اپنے کو دور
آگ ہے اسکے لئے سارا جہاں

مسکرائے سینک اک ہاتھ میں لی
اور جو چھوڑا تو وہ تیر سخت گیر
بھاگتے والے کو دم لینے نہ دے
پھر اُس جا پھر کے آیا جینت
رام جی کی مدد پکس نے کی
پھر جواب صاف ہر جا سے ملا
زہر بن جاتا ہے امرت سے کماں
مثل اعدا دوست ہوتے ہیں نفور
رام کے دشمن کو آسائش کہاں

حال زار ایسا ہی ہیں اسکا ہوا — دیکھکر نارد رشی کا دل دکھا
بولے ناداں جا شرن لے رام کی — ورنہ تیری جاں نہ بچنے پائیگی
رام چرنوں میں جینت آکر جھکا — اور کیا باصدق دل عذر خطا
وہی خدمت میں جو گستاخی ہوئی — وہ خطا رگھبیر جی نے عفو کی
لیک سیتا کا کیا تھا جو قصور — چھوڑتے تجھے بے سزا کب حضور
تیر جو چھوڑا تھا پہلے سینک کا — آنکھ میں وہ آنکر اسکی لگا
کر دیا کانا کہ عبرت سب کو ہو — بد کو ملتا ہے کہاں اجر نکو
ہے جزا کا اور سزا کا گھر جہاں — پانوں پر گرتے پھونک کر لے مہاں
چھوڑ تو نیکی بدی دونوں سے کام — بیٹھ کر بیچ کنج تنہائی میں رام

رام کی اتری رشی سے ملاقات

چترکوٹ اس طرح جب رہتے ہوئے — گیارہ سال اور ماہ گیارہ ہو گئے
سوچنے دل میں لگے یوں اپنے رام — روز یاں رہنے لگا ہے اژدہام
جانتے ہیں سب میں رہتا ہوں یہاں — درشنوں کو آتے ہیں خرد و کلاں
اس لئے تکلیفیں اٹھاتے ہیں رشی — بہ جگہ ہے گیان کی اور دھیان کی
دیوتاؤں کا مجھے کرنا ہے کام — اسکا کرنا چاہیئے کچھ انصرام
ایک دن رشیوں سے لی پرانگی — اور نکل کر واں سے بن کی راہ لی
آگے آگے رام پیچھے لکشمن — حسن دلکش مہر و مہ پر خندہ زن
بیچ میں دونوں کے سیتا یوں رہے — جیسے مایا بیچ برہم اور جیو کے

راہ طے کرتے ہوئے با احتشام　　اتری کی آشرم میں آئے رام
دیکھکر تینوں کو یوں خوش تھے رشی　　سیدھ ساری عمر کی تپ جوں ہوئی
رو مٹے تن کے کھڑے آنکھیں پرآب　　موج زن سینہ میں بھگتی بے حساب
ناز اپنے بخت پر کرتے ہوئے　　اس طرح سے استتی کرنے لگے

جے شری رگھبیر سوامی کی ہو جے　　ستچد انند آپ کا ہی روپ ہے
آپ کی ہستی سے دنیا ہست ہے　　آپ کے آنند سے سرمست ہے
جڑ ہے دنیا آپ ہی ہیں گیان روپ　　پتلے سے جس میں سارے ہیں سروپ
یہ جگت کارن سے معقول اور سوکشم　　خواب کا نقشہ ہے یا من کا بھرم
دیکھنے والے ہیں آپ اس خواب کے　　ذرے ذرے میں ویاپک ہو رہے
ہو کے نرگن یوں سگن ہو بن رہے　　جوں سشپتی خواب کی صورت بنے
پھر تماشا یہ بنا ہے بالیقیں　　تم میں کچھ بننا بنانا ہے نہیں
کہنے ہی کو بنتا ہے زیور طلا　　سوچ تو سونا وہی ہے کیا بنا
ایسے ہی ہوتے ہوئے بھی وشو روپ　　رام جی تم شدھ ہو جوتی سروپ
آپ ہی کا میرے دل میں گیان ہو　　آپ ہی کا مجھ کو ہر دم دھیان ہو
دیجیے یہ بر مجھ کو ہو بس تم سے کام　　تم ہو میرے اور تمہارا میں ہوں رام

مسکرائے رام سن کر استتی　　واہ کیا گیانی بھگت ہیں اتری
آپ نے آرام کھا پی کر کیا　　پاس انسویا کے جا بیٹھیں سیا
دھرم کی اور گیان کی پتلی بہ یقیں　　جانکی کو پند کچھ دینے لگیں
تو ہے سرتاج زناں اے جانکی　　عورتوں کے دھرم سن پیاری ابھی

ے علت آخری یعنی مایا اور اسکی رچنا لطیف و کثیف ۔ دنیا ہیں ۔ ے خیال ے گہری نیند ے اتری کی بیوی

دھرم دھیرج اور عورت اور یار
وقت آفت پر کھے جاتے ہیں چار

پس وہی عورت ہے دنیا میں بھلی
جو مصیبت میں نہ گھبرائے کبھی

بلکہ شوہر کا دم الفت بھرے
خدمت اسکی جان اور دل سے کرے

پیر ہو مفلس ہو یا بیمار ہو
اندھا ہو بہرا ہو یا لاچار ہو

یا کہ جھگڑالو ہو یا ہو بدچلن
مرد ہے شوہر ہی اور بیوی ہے زن

کیسا ہی شوہر ہو پیاری جانکی
اس کی عزت فرض زن ہے لازمی

جو نہیں کرتیں سزائیں پائینگی
نام بدیاں ۔ واں نرک میں جائینگی

عورتوں کا ایک ہی ہے دیوتا
ہے عبادت جس کی لازم دائما

نام اس کا یاد رکھ خاوند ہے
اسکی طاعت دیتی ہے ہر ایک شئے

جو پتی کو مانتی ہیں دیوتا
ان کا ہے دنیا و عقبےٰ میں بھلا

عورتوں کی یاد رکھ قسمیں ہیں چار
ان میں اعلےٰ ہے وہی عصمت شعار

جس کی آنکھوں میں ہے شوہر ہی فرد
اور دنیا میں نہیں ہے کوئی مرد

ہیں جو اوسط ۔ اور مردوں کو وہ یوں
دیکھتی ہیں جیسے بھائی بند ہوں

وہ ہیں ادنے ۔ دھرم کا کرکے بچار
کرتی جو عصمت کو ہیں اپنا شعار

نیچ وہ ہیں خوف سے جو گھر رہیں
اور نہ اعمال ذلیل ڈر سے کریں

اور کے شوہر پہ ہے جس کی نگاہ
حال اس کا ہوگا عقبےٰ میں تباہ

ایسیوں کے واسطے وہ ہیں عذاب
ذکر بھی جنکا ہے کرنا ناصواب

پالتی ہیں جو پتی بیرتا دھرم
حال پر ان کے ہے ایشور کا کرم

یاں خوشی سے ہوتی ہے انکی بسر
واں بہشتی نعمتیں ہیں تازہ تر

اس لیے یہ دھرم ہے عورت کا — کہنا بچپن میں کریں ماں باپ کا
بھائی بہنوں کا دم الفت بھریں — کام گھر کے اپنے ہاتھوں سے کریں
علم سیکھیں اور عمل میں لائیں دھرم — خانہ داری سیکھیں سیکھیں اچھے کرم
بعد شادی جائیں جب سسرال وہ — چاہیے اچھی چلیں واں چال وہ
یوں عزیز اُن کو رہیں ساس اور سسر — گویا اب اپنے ہیں یہ مادر پدر
اور جو خاوند کے ہوں رشتہ دار — مانکر اپنا رکھیں ہر اک سے پیار
جب بنیں مائیں تو یاد اتنا رکھیں — لڑکے بالے جو اُٹھیں اچھے اُٹھیں
نیک طینت خوش مزاج و باتمیز — جس کے بچے ہیں وہ ہے سب کو عزیز
قاعدہ ہے کلیہ جیسی ہے ماں — ویسے ہی ہوتے ہیں بچے بیگماں
پس ہر اک عورت کا ہے فرض اہم — نیکیاں ہوں ذات میں اس کی بہم
اس میں اسکا ہی بھلا ہرگز نہیں — ہے بھلا اولاد کا بھی بالیقیں

جانکی نے یہ نصیحت گوش کی — عابدہ کے پاؤں چھونے کو جھکی
صدق دل سے اسنے دی آشیرباد — اور دعا یہ ۔ پائے دل کی ہر مراد
زیور اور کپڑے سیا کو پھر دیئے — جو نہ میلے ہوں رہیں دائم نئے
جنکے پہنے سے الم پھٹکے نہ پاس — دور خاطر سے رہے رنج اور یاس
صبح کی رگھبیر نے آگے کی راہ — گو وہ دریا دشت تھے پیش نگاہ
گزرے جس جا سے شری رگھبیر جی — خاک پا سے وہ مقدس ہو گئی
دھنیہ وہ خطہ جہاں رگھبیر چلیں — دھنیہ وہ جا رات کو جس جا بسیں
ایک جا آشرم تھے بن میں کئی — واں ہوئے شب باش آخر رام جی
درشنوں کو جوق جوق آئے رشی — اور مہمانی بصد تعظیم کی

رام کی اور شربھنگ سے ملاقات

صبح آگے پھر چلے رگھبیر جی
سیر کرتے دشت کی اور کوہ کی

واقعہ پیش آیا رستے میں عجیب
راکشس[۱] اک دوڑتا آیا مہیب

یوں تن منحوس اسکا جوں کالا پہاڑ
شور ایسا شیر کی جیسے دہاڑ

آیا بجلی کیطرح وہ دوڑتا
اور سیتا کو اٹھا کر لے چلا

کر گیا اس طرح وہ سرعت سے کام
دیکھتے ہی رہ گئے حیرت سے رام

لکشمن لیکن ادھر ہشیار تھے
سیوکائی کے دھرم میں تیار تھے

مارا تیر اک اسکو ایسا زور سے
تیر دو ٹکڑے [illegible] سیتا آ گرے

راکشس گر کر اٹھا اور دوڑتا
یوں چلا گویا ابھی کھا جائیگا

بولا بچکر مجھ سے جاؤگے کہاں
میں ابھی کھاتا ہوں تم دونوں کو یاں

کہہ سکے یہ وہ ادھر جھپٹا وہیں
پھر پہنچنے پاس آپ پایا نہیں

تیر مارا رام نے اک تاک کر
پھر نہ اٹھا گر کے پنجر خاک پر

آ کے سیتا رام چرنوں میں گری
شکر ہے صد شکر میری جان بچی

پاس ہی تھی آشرم شربھنگ کی
بیٹھے دم لینے کو واں رگھبیر جی

دیکھ کر ان کو ہوئے شربھنگ شاد
استتی کی اور دی آشیرباد

بولے پھر۔ تھا مدتوں سے انتظار
آج ہے نخل تمنا باردار

کر کے درشن آرزو پوری ہوئی
اب ضرورت کچھ نہیں اس جسم کی

۱ راکشس۔

کہہ کے یہ رکھ دھیان دل میں رام کا
خاک یوگ اگنی سے تن اپنا کیا

اور رشیوں نے جو دیکھا انکا حال
دیکھکر حیرت ہوئی سب کو کمال

تن کا بس اتنا ہے گر دیکھو تو کام
آدمی کو اس سے ہوں دیدار رام

ورنہ ہے یہ جسم کیا اک بوجھ سا
اور اُٹھانے والا اس کا ہے گدھا

استتی کرتے ہوئے رگھبیر کی
دور تک ہمراہ آئے سب رشی

جابجا تھے ہڈیوں کے ڈھیر واں
رام نے پوچھا ہیں کس کی ہڈیاں

بولے وہ یہ بھی رشی تھے اور منی
کھا گئے نسچر انہیں رگھبیر جی

ہے یقیں دل میں کہ اک دن آئینگے
اور ہمیں بھی راکشس کھا جائیں گے

سُنکے یہ غمگیں ہوئے رگھبیر جی
اور رشیوں سے یہ پرتگیا[1] کری

ایک بھی گر راکشس جیتا رہے
تو نہ مجھ کو رام پھر کوئی کہے

ستیکشن کی پاس ہی آشرم تھی
تھے اگستیا کے گورو نامی رشی

بھگت دونوں دل سے سیتا رام کے
رات دن آنند میں سرمست تھے

مورتی کا دھیان دل میں لب پہ رام
اسطرح رہتے تھے دونوں شاد کام

ستیکشن کو یہ خبر جس دم ملی
آ گئے ہیں یاں رام لچھمن جانکی

موجزن دل میں ہوا بھگتی کا جوش
لب پہ آیا ان کے بھجنوں کا خروش

ناچتا گاتا وہ ملنے کو چلا
یاں وہاں آگے بڑھا پیچھے ہٹا

اس طرح سے پاس پہنچا رام کے
پیہ نہ اس کو تن بدن کا ہوش تھے

دیکھتے بھی اُس نے کچھ دیکھا نہیں
یوں گرا جیسے گرے کوہ متیں

رام جی نے دیکھا اسکے تن کا چاو
دل سے بھایا آپ کو یہ بھگتی بھاؤ

اپنے ہاتھوں سے ہلایا تا اُٹھے
اور مرے جی کھول کر درشن کرے

[1] عہد

لیک وہ اس طرح سے سرمست تھا — یوں اُٹھائے سے نہ ہرگز اُٹھ سکا
آخر اس کے دل کو یہ تحریک دی — دیکھی اسنے مورتی واں جو بھجی
دیکھ کر من میں ہوئی یوں بیکلی — سانپ نے جسطرح کھوئی ہو منی
ایک دم گھبرا کے آخر وہ اُٹھا — کرکے درشن رام چرنوں میں گرا
خود اُٹھایا اُس کو باعزّ و وقار — اور چھاتی سے لگایا بار بار
دھنیہ دھنیہ اُتھّصبھ جیونتی ہوئی — واہ وا کیا بات بھگتی بھاو کی
رام نے بر مانگنے کو جب کہا — بولا من میں کچھ نہیں ہے چاہنا
رام نے نشکام بھگتی اس کو دی — اور پھر آگے کی واں سے راہ لی

ساتھ رگھبر کے ہوا وہ ہمقدم — تا دکھائے خود گورو کا آشرم
یہ بہانا رام سُنکر مُسکرائے — آشرم میں تیکشن کے ساتھ آئے
دلفزا تھا اور دلکش یہ مقام — دیکھ کر دل جس کو ہوتے شاد کام
قدر کشیدہ اور معمّر تھے شجر — بعض میں گُل بعض اُن میں بار ور
جابجا پھولوں کے تختے خوش نما — عطر بیز ان میں مہکتی تھی ہوا
سبزۂ تر اور پانی کی بہار — دیکھکر پاتی تراوت جان زار
چہچہے کرتے درختوں پر پرند — گھاس چرتے جابجا دلکش چرند
پالتو ہرنوں کے جھُرمٹ یاں وہاں — کھیلتے اور کودتے ہر سو رواں
جابجا کٹیاں تھیں منیوں کی بنی — وید کی اُن میں دُھنی تھی اُٹھ رہی
دھیان میں کوئی، کوئی کرتا بچار — رٹ رہا کوئی سبق کو بار بار
تھا زبس نظارہ وہ خوش کن بڑا — دیکھکر رگھبیر کا دل خوش ہوا

ے وید پڑھنے کی آواز

منتظر رگھبیر جی کے تھے اگست — دھیان میں بیٹھے ہوئے الفت پرست
آ گئے رگھبیر تو بولے نہیں جھک کے — اور اٹھ کر دوڑ کے ملے اُن سے ملے
کی رشی جی نے تواضع رام کی — تازہ تازہ مول پھل سے باخوشی
بیٹھ کر باتیں بہم ہونے لگیں — رام جی بولے بہ آواز حزیں
نشیچروں سے پا رہا ہے کلفت جہاں — مٹ گیا ہے دھرم کا نام و نشاں
آپ مجھ کو راہ کچھ ایسی بتائیں — جس سے مارے سارے نشیچر جائیں
مسکرائے سن کے یہ باتیں رشی — کیا بتاؤں آپ کو اے رام جی
ناچتا ہے جس کی جنبش سے جہاں — آپ اس مایا کے سوامی ہیں یہاں
آپ کی مایا ہے گولر کا شجر — اور یہ برہمانڈ سب اسکے ثمر
جیسے سارے انہیں کیڑوں کی مثال — جن کو کچھ بھی تو نہیں معلوم حال
چرخ دھرم میں رنگ کیا کیا لائیگا — ہو رہا اب کیا ہے کیا ہو جائیگا
بس سمجھو میں کیا بتاؤں رام جی — میں ہوں کیا اور کیا حقیقت ہے مری
عالم کل تم ہو سب کچھ جانتے — راز میں جو خلق کے سب ہیں کھلے
پاس دنڈک بن ہے واں کیجے نواس — راکشس بستے ہیں اس کے آس پاس
ان کو کرپا کر کے سوامی مارئیے — اپنے بھگتوں کو دیا سے تارئیے

کھر اور دوشن سے جنگ

آشرم میں رام کچھ عرصے رہے — پھر وہاں سے پنچ وٹی کو گئے
یاں بنائی ایک پتوں کی کٹی — اس میں ٹھہرے رام لچھمن جانکی

سُنکے یہ وہ پاس لچھمن کے گئی
لیک وہ بولے کہ سُن اے سُندری

میں تو نوکر ہوں سری رگھبیر کا
پاس پر آدھین کے سکھ کب ملا

ہاں یہ راجاؤں کے راجہ رام ہیں
ان کو زیبا ہر طرح کے کام ہیں

سُکھ جو چاہے نوکر اور عزت گدا
بدچلن مال اور بد باطن صفا

لالچی جس اور کرودھی شانتی
کب ملیں ڈھونڈھے سے بھی انکو کبھی

سُن کے یہ پھر پاس آئی رام کے
کام کے بس اپنے دل کو تھام کے

پھر انہوں نے بھیجا یہ لچھمن جی کے پاس
بولنے وہ مجھ سے نہ رکھ کچھ دل میں آس

سخت تو بے شرم ہے اور بے حیا
سامنے سے ہٹ مجھے مُنہ مت دکھا

تجھ سے مُنہ کالا کرے وہ زشت خو
دُور سے جو مارے سوٹا شرم کو

ہو کے کھسیانی ہوئی دل میں خفا
روپ اپنا راکشسنی کا دکھا

دوڑی یہ کہتی ہوئی آتی ہوں میں
آ کے تم تینوں ہی کو کھاتی ہوں میں

دیکھ کر سیتا ڈری اور رام نے
کچھ اشارے لکشمن جی کو کئے

اپنا خنجر لے کے وہ ہنستے اُٹھے
ناک کان اسکے اڑا فوراً دئے

چیختی بھاگی وہ با حال تباہ
جوں ہوا میں دوڑتا ابر سیاہ

سُرخ خوں بہتا ہوا بس اس طرح
جلوہ گر رنگیں کماں ہو جس طرح

ندیاں کوہِ سیہ پر یا بہیں
سُرخ ہو گیرو کے ذروں سے بنیں

پاس کھر دوشن کے آئی بے حیا
اور حال زار سب اُن سے کہا

دیکھکر دل میں اُٹھا انکے خروش
اور غیرت کا ہوا خاطر میں جوش

ساتھ لیکر راکشس چودہ ہزار
جنگ کرنے کو چلے وہ نابکار

یک پہلی بدشگونی یہ ہوئی
آ گئے آگے نکٹی بہن وہ نک کٹی

۱ ت ۔ ہ ۔ ۱۹ نفس ۔ ۱۱ آدمی / ۵۳ فو اسقہر نقصانی ۔

اٹھتا دیکھا رام جی نے جو غبار — سمجھے آتے راکشس ہیں بیشمار
بولے لچھمن سے گپھا میں جلد جاو — اسکے اندر جانکی جی کو چھپاو
ہے بھیانک کام بھائی جنگ کا — نازنیں ہیں ان سے کب دیکھا گیا
تم بہ اطمینان پاس انکے رہو — میں تن تنہا ہوں کافی جنگ کو

آگئی اتنے میں فوج راکشس — رام جی نے کچھ نہ دیکھا پیش وپس
ہاتھ میں لیکر کماں فوراً اٹھے — کھینچکر اس کو ہوئے تن کر کھڑے
نشچروں کو دیکھ کر حیرت ہوئی — موہنی مورت جو دیکھی آپ کی
ایک رام اور راکشس یوں بیشمار — دیکھکر حیران تھے مردان کار
ہاتھ میں گو سب کے تھے تیغ و تبر — پر نہ ہاتھ اٹھا کسی کا رام پر
کرکے باہم مشورہ بھیجا سفیر — پاس آکر رام سے بولا سفیر
نوجوان ناحق نہ اپنی جان دے — بات جو کہتا ہوں اسکو مان لے
راکشس ہیں ہم نہایت ہی قوی — فوج سے کیا پیش جائیگی تری
حکم کھر دوشن یہ دیتے ہیں تجھے — ساتھ جو عورت ہے اس کو ہم کو دے
یہ سزا ہے تیری اس تقصیر کی — انکی خواہر کی جو بینی کاٹ لی
جان بخشی کو غنیمت جان لے — اپنے گھر جا میرا کہنا مان لے
ورنہ ضدی بن کے کیا پھل پائیگا — سو عذابوں سے تو مارا جائیگا

مسکرائے رام سنکر یہ سخن — ہنسکے بولے اس سے وارائے زمن
ناصح مشفق نہیں بنتے ہیں بیر[1] — ہاتھ میں میرے کماں ہے اور تیر
آو جس کی جان میں کچھ جان ہے — ہے یہی گو اور یہی میدان ہے

[1] بہادر

بولا مجھ سے کہہ ذرا اے نیز ہوش — تو ہوئی کس طرح بے بینی و گوش

کھیلی ہے آج کس کے سر قضا — میری خواہر کو جو بے عزت کیا

نشیچری بولی کہ دشرتھ کے پسر — رام لچھمن نے بنایا بن میں گھر

ہے انہیں کا کام یہ اور خاتمہ — اس پہ ہی انکی نہ ہمت کا ہوا

بلکہ کھر دوشن کو بھی لشکر کے ساتھ — مار ڈالا وہ دکھائے رنمیں ہاتھ

تو ہے یاں غفلت میں کیا بیٹھا ہوا — سر پہ دشمن آن پہنچا ہے ترا

راج نیتی آہ بے دھن[1] بے دھرم — بن ہری کے سونپے سب اچھے کرم

بے عمل علم اور بے انوبھو[2] کا گیان — محنت بے فایدہ ہے بے گمان

سنگ سے جوگی بری صحبت[3] سے راج — مان سے گیان اور مے پینے سے لاج

کبر سے گن اور محبت بے ادب — ناش ہو جاتے ہیں جلدی سب کے سب

عیش و عشرت میں اگر یوں ہی رہا — تو سمجھ لے راج تیرا جا چکا

اٹھ اگر کچھ تجھ کو اپنا دھیان ہے — مارنا ان کا ابھی آسان ہے

وجہ یہ ہے ہیں تن تنہا ابھی — کچھ نہ ہوگا فوج جب ہمراہ ہوگی

ساتھ ان کے جانکی بھی ہے حسیں — حسن جسکا رو کش ماہ مبیں

مار ان کو اور اسے محلوں میں لا — تو ہے کامی کام اپنا یوں بنا

سن کے خواہر سے یہ خشم آگیں کلام — سوچنے راون لگا ہیں کون رام

میرے دونوں بھائی مجھ سے تھے قوی — جان لی آخر تو کس نے ان کی لی

بسکہ پاپوں کا زمیں پر بھار ہے — آہ دشٹوں نے لیا اوتار ہے

چل کے انکے ساتھ کیجے دشمنی — یوں کھلیگی راہ مجھ پر موکش کی

نشیچروں سے ہوتی ہے بھگتی کہیں — تامسی تن ہیں بھجن ممکن نہیں

[1] خزانہ و دولت [2] کشف یا مشاہدہ [3] صحبت یا بشیوں میں تعلق خاطر [4] غرور

ٹھانوں میں گھبیرجی سے بیر بھاو — دشمنی کا یوں کروں اُن سے نبھاو
اور دل میں خوف کا ہو یہ سروپ — دیکھوں کل دنیا کو بالکل رام روپ
ہاں اگر وشنو نہیں ہیں آدمی — اُن کو ماروں اور لاؤں استری

سوچکر یہ تخت سے راون اُٹھا — اور بولا اُس سے خواہر غم نہ کھا
تیرا بدلا جا کے خود لیتا ہوں میں — اُن کے سر لاکر تجھے دیتا ہوں میں
کہہ کے یہ واں سے چلا رتھ پر سوار — پاس آ ماریچ کے باحال زار
اس سے اپنا حال دل سارا کہا — اور کیا سیتا ہرن کا مشورہ
بولا وہ - ناداں سنا تو اپنی خیر — رام سے اچھا نہیں کرنا ہے بیر
وہ شبا ہو ہے کہاں اور تاڑکا — اور سکھیر دشمن کہاں ہیں خود بتا
بے سناں کا تیر مارا تھا مجھے — آن کر ہیں یاں پڑا کوسوں پرے
جب سے ہے یہ حال رسن لے جو کان — تن سے کرتا ہے مرے پرواز جان
ہم کو مارا تو تجھے چھوڑینگے کب — باز آن باتوں سے آ- جا گھر تو اب
سُنکے یہ باتیں ہوا راون خفا — بولا کیا ناصح بنا ہے بے حیا
جو میں کہتا ہوں وہ کر ورنہ تجھے — آج ہی میں مارتا ہوں جان سے
سُنکے یہ ماریچ نے سوچا وہیں — تو سے کرنی دشمنی اچھی نہیں
بیدرہ کھیداری - بھانڈ - بدشاعر گنی — اپنا آقا مالدار - اور ستری
جتنے دنیا میں خلاف ان سے کیا — فایدے کی جا اُسے نقصاں ہوا
موت ہے دونوں طرح سے ہی مری — اسنے گر مارا تو جاں ضایع گئی
رام نے مارا تو پاؤنگا نجات — سوچکر یہ - بولا وہ راون سے بات
اچھا بھائی لے ہرن میں اب بنا — چل کے کر سیتا ہرن تو بے حیا

ملشہ دشمنی ید تھیاروالا آدمی

ہو رہا تھا یاں تو باہم مشورہ | رام کے حالات اب سنئے ذرا
جبکہ کھر دوشن وغیرہ مر چکے | آشرم میں رام جی اپنے گئے
دیکھکر اُن کو ہوا دل شاد شاد | پائی سیتا اور لچھمن نے مراد
رہنے سہنے پھر لگے سب باخوشی | زندگی تینوں کی خوش گزران تھی
ایک دن بیٹھے کٹی میں تھے وہاں | دیکھتی ہیں کیا سیتا جی ناگہاں
ایک سنہری رنگ کا بانکا ہرن | مارتا پھرتا ہے جنگل میں زقن
رنگ تھا از بس نہایت خوشنما | جانکی جی نے یہ رگھبر سے کہا
دیکھنا کیا ہی ہرن ہے خوش جمال | کھال کا آسن بنیگا بے مثال
سکراکر رام جی فوراً اُٹھے | اور کماں لے کر تعاقب[1] میں چلے
ساتھ ہی لیکن یہ لچھمن سے کہا | ہوشیار اے بھائی تم رہنا ذرا
رام جی پیچھے تھے آگے وہ ہرن | مارتا جاتا تھا جنگل میں زقن
رام کو کچھ دور بن میں لے گیا | تیر کھا کر ایک جا آخر گرا
ہائے لچھمن کی صدا منہ سے نکال | دل میں باندھا اپنے رگھبر کا خیال
رکشس کا جسم مرتے دم دکھا | رام کہتے پران اس نے تج دیا
دیکھکر بھگتی ہوئے رگھبیر شاد | مکتی اس کو دی جو تھی دل کی مراد

یاں صدائے درد سیتا نے سنی | لکشمن سے بولی تم جاؤ ابھی
آئی کچھ آفت تمہارے بھائی پر | دو مدد اور لاؤ جلدی سے خبر
بولے لچھمن ہیں حفیظ دہر[2] رام | ان کو ماتا آفتوں سے کیا ہے کام
رام جی مجھ کو گئے ہیں سونپ کر | چھوڑ کر تنہا تمہیں جاؤں کدھر

[1] پیچھے [2] کائنات کی رکشا کرنے والے

سخت باتیں اسے سیتا نے کہیں لکشمن آخر چلے ہو کر حزیں
کھینچتے لیکن گئے اک دایرہ اور سیتا سے یہ تنبیہاً کہا
دایرے میں رہنا اے ماتا یہیں پانو باہر بھول کر دھرنا کہیں
وہ چلے پر دیکھتے جاتے تھے یوں گائے کو مڑ مڑ کے بچے دیکھے جوں
ایک تو تھا خوف دل میں رام کا پھر اکیلی رہ گئیں سیتے سیا
کانپتے تھے ڈر سے لچھمن مثل بید ہو گیا رنگ رخ مانی سفید

بھیس منیوں کا ساراون نے کیا آیا جب میدان خالی رہ گیا
حسن سیتا دیکھ کر حیرت ہوئی نازنیں ایسی کوئی دیکھی نہ تھی
ایک کیا سو جان سے عاشق ہوا راکشس اور اسپہ کامی بے حیا
دی صدا در پہ بہت بھوکا ہوں میں مجھ کو کچھ پھل دیجیے مرتا ہوں میں
دینے چاہے جانکی نے اس کو پھل پر وہ بولا یہ نہیں دینا سپھل
باندھی بھکشا میں کبھی لیتا نہیں باہر آکر دے مجھے اے نازنیں
بات لچھمن کی نہ یاد آئی ذرا ہوئی بلواں۔ آئیں باہر خود سیا
ان کو لے کر رتھ میں راون یوں اڑا باز جوں چڑیا پکڑ کر لے چلا
وہ پکاری ہائے لچھمن ہائے رام راکشس کی میں ہوئی پابند دام
ہائے رگھبر تم کہاں ہو اے حضور جو ہر اک دکھیا کے دکھ کرتے ہو دور
میں دکھی ہوں دور دکھ کو کیجیے کرکے کرپا مجھ کو درشن دیجیے
ہائے لچھمن تجھ سے کی کیوں سخت بات اس کا ثمرہ یہ ہے اے نیکو صفات
مہرباں ہو ہائے لچھمن ہائے رام تم کہاں ہو ہائے لچھمن ہائے رام
دل پھٹا جاتا تھا سن سن کر صدا وحشیان دشت و مرغ و مار کا

۵۱ اچھا قابل ثمرہ ۵۲ جنگل کے جانور۔

نالۂ فراق و تلاش

لکشمن جی پہنچے جب رگھبر کے پاس — رام نے دیکھا کہ چہرہ ہے اداس
بولے بھائی کیا غضب تم نے کیا — کیوں اکیلی چھوڑ کر آئے سیا
خیر اس کی اب نظر آتی نہیں — نسیچروں کے خوف سے ہے دل حزیں
آشرم کی سمت آئے جلد تر — آہ نکلی دل سے سونا دیکھ کر
رام جی کرنے لگے واں ہائے ہائے — درد کا اظہار وہ دیکھا نہ جائے
اپنی کرپا سے جو دکھ سب کے ہریں — کیا غضب ہے ہائے جو وہ یوں کریں
لکشمن جی انکو سمجھاتے رہے — پر وہ منہ سے یوں ہی فرماتے رہے
ہائے رے ضعفوں کی معدن جانکی — چھوڑ کر تنہا مجھے کس جا گئی
اے پرندو اے چرندو اے درند — تم بتاؤ دل ہے میرا دردمند
اے ہرن تو دوڑا آتا تھا ابھی — تو نے آہو چشم دیکھی جانکی
اے درختو تم کھڑے رہتے ہو یاں — مجھ سے بولو میری سیتا ہے کہاں
اے گگن تم ہر طرف ہو جھومتے — تم نے دیکھا ہے اسے جاتے ہوئے
ہے بھیانک یہ میری سونی کٹی — آج یا دنیا ہی سونی ہو گئی

رام جی اسطرح سے کرتے بلاپ[1] — ڈھونڈھتے پھرتے تھے جا بن میں آپ
کوہ کی دیکھیں گپھائیں اور غار — دیکھیں ندیاں ساری اور انکے کنار
چپہ چپہ ڈھونڈھتے بن کا رہے — تا سراغ جانکی کچھ تو ملے

[1] آہ و زاری۔

دیکھا دونوں بھائیوں نے ایک جا / ہے کماں ٹوٹی پڑی اور خون سا
یاں ہوئی ہے جنگ بولے رام جی / بھائی لچھمن تم بھی دیکھو تو سہی
یاں سراغ جانکی ہاتھ آئیگا / کچھ نہ کچھ اس جا پتہ مل جائیگا
دیکھنے چاروں طرف دونوں لگے / ناگہاں آواز آئی دور سے
جسطرح جپتا ہے کوئی رام رام / جبکہ پہنچے پاس کا ہو اژدہام
رام جی آواز کے پیچھے چلے / گدھ دیکھا اک پڑا ہے سامنے
تن بدن چورا و رہ زخموں سے فگار / دیکھا جا سکتا نہیں ہے حال زار
نام جٹایو وہ پڑا ہے خاک پر / بال و پر ہیں اسکے خوں میں تر بتر

بھگت کو اسطرح جو دیکھا دکھی / بھول اپنا دکھ گئے کرپا ندھی[1]
بیٹھ اسکو گود میں لیکر گئے / دست شفقت پھیرنے سر پر لگے
ہاتھ لگتے ہی ہوا دکھ درد دور / آنکھ میں نور آیا اور دل میں سرور
گدھ نے جی کھول کر درشن کئے / اور کہا پرنام کر کے رام سے
میں جٹایو آپ کا ہوں داس رام / میرا رہنا ہے اسی بن میں قیام
مدتوں سے آرزو درشن کی تھی / شکر ہے وہ اس گھڑی پوری ہوئی
آپ کا کچھ دیر سے تھا انتظار / تن سے نکلا چاہتی ہے جان زار
آپ کو ہے رام سیتا کی تلاش / سنئے سوامی ایک نشیچر بدمعاش
رتھ میں اپنے ساتھ سیتا کو چڑھا / راستے آکاش کے تھا جا رہا
رو رہی تھیں جانکی جی دل کو تھام / کہہ رہی تھیں ہائے لچھمن ہائے رام
میں نے ڈانٹا راکشس کو پھر تو وہ / جانتا مجھ کو نہیں اے زشت خو
کہہ کے یہ ایک ٹھونگ ماری زور سے / راکشس رتھ سے سب پیچھے گرے

[1] رحم کے خزانے

ہیں بھی اُترا تا کہ سیتا کو چھڑاؤں
اور تمہارے پاس لیکر اسکو جاؤں
کھینچکر تلوار میرے سامنے
وہ ہُوا اور سخت تر حملے کئے
ہیں نہتّا اور تلوار اس کے پاس
کردیا زخموں سے میرے تن کا ناس
کاٹے بازو اور نہ جب میں اُٹھ سکا
لے کے سیتا کو وہ دکھن کو گیا
چونکہ دینی آپ کو تھی آگہی
اس لئے اب تک نہیں میں نے جان دی

رام جی نے دھنیہ باد اس کا کیا
کس نے پر اُپکار ہے ایسا کیا
جان دے جو اپنی اوروں کے لئے
داد دیکر اس سے یہ کہنے لگے
گر تجھے جینا ہے پیارے گدّھ راج
تن بدن تیرا اچل کردوں میں آج
گدّھ بولا مرتے دم جو رام نام
لیتا ہے۔ پاتا ہے وہ اعلےٰ مقام
ہو رہے ہیں مجھ کو درشن[1] آکشات[2]
جسم رکھنے کی نہیں کوئی بھی بات
کہہ کے یہ اُسنے بجی فی الفور دیہہ
اور پائی اسکی جا مکتی[3] بدیہہ
رام نے والد کی جا جانا اُسے
اس کی کریا کی خود اپنے ہاتھ سے
کیا دیا ہے آہ میرے رام ہیں
کام اُن کے کس دیا کے کام ہیں
گدّھ سا ناپاک اور مردار خوار
اور پائے موکش یوں انجام کار
چھوڑکر جو اِن دیا ہے رام کو
بھجتے رہتے ہیں کروبھ اور کام کو
بدنصیب اُن سا نہیں کوئی یہاں
چھوڑکر دنیا کے سب وہم و گماں
ٹھہر آ اور تو بھی سیتا رام بھج
بھج سکا م اے دوست یا نشکام[4] بھج

کرکے کریا اس کی رام اور لکشمن
بن کو طے کرتے چلے سوئے دکن
چلتے چلتے آئی شوری کی کٹی
ذات کی یہ بھگتنی تھی بھیلنی

[1] پیش نظر [2] جسم چھوڑ دیا [3] بے جسم موکش جسکو پاکر بازگشت نہیں ہوتی [4] تجہیز و تکفین

کہہ گئے تھے اس سے اک گیانی رشی — تجھ کو درشن دینگے آکر رام جی
رات دن رہتی تھی اس دھن میں مگن — اسطرح۔ اس کو نہ تھا کچھ ہوش تن
فکر تھا تو دل میں بس یہ فکر تھا — رام آئے تو کھلاؤں گی میں کیا
بیر لاتی روز بن سے تازہ تر — کھائی کھٹے رکھتی میٹھے چاکھ کر
اسطرح ان چھوٹے بیروں سے بھری — رکھی رہتی تھی کٹی میں ٹوکری
رام آئے تو کیا قسمت پہ ناز — ٹوکری وہ پیش کی با صد نیاز
دیکھا رگھبر نے جو اسکا بھگتی بھاؤ — بیر کھائے مٹھی بھر بھر چاؤ چاؤ
نیچ عورت اور اسیر بھیلنی — بیر جھوٹے اسکے کھائیں رام جی
واہ بھگتی واہ وا کیا تیری بات — تجھ سے کس کس پر کھلی راہ نجات
ٹھیر کر کچھ یاں تری رگھبر چلے — جھیل پمپا کے کنارے پر گئے

تھا نہایت ہی فضا کا یہ مقام — ہجر سیتا سے تھے پر بے چین رام
دیکھ کر تیاری فصل بہار — اور بھی تھا آپ کا دل بے قرار
ہرنیوں کے ساتھ پھرتے تھے ہرن — دیکھ کر یہ بولے دارائے زمن
مجھ پہ ان میں سے ہر اک ہے ہنس رہا — ڈھونڈھنے آئے یہ آہوئے طلا
ساتھ ہتھنی کو لئے ہاتھی ہے کیوں — کہہ رہا ہے مجھ سے زن کھوتے ہیں یوں
ہے بسنت اب اور آفت آ گئی — گل کھلے ہیں آگ پانی میں لگی
یہ کنار آب سبزے کی فضا — یہ مہکتی بن کی عطر آگیں ہوا
پنچھیوں کے یہ کلول اور بازیاں — یہ پرند اشجار پہ نغمہ کناں
اٹھتی یہ کٹیوں سے وید کی دھنی — پھرتے خوش خوش یہ رشی اور یہ منی
کیا کہوں کیسا ستاتے ہیں مجھے — یاد سیتا کی دلاتے ہیں مجھے
یاں کنار آب کچھ عرصے مقام — رکھا پر ہجراں سے تھے بیتاب رام

اوم تت ست

کشکندھا کانڈ

رام اور ہنومان کی ملاقات

رام اور لچھمن جتی آگے چلے
تھا رشی آموک پربت سامنے

راجہ سُگریو نے بے عزّ و جاہ
خوف سے بھائی کے بال کی لی تھی پناہ

ساتھ تھے کچھ خادمان باوفا
تھیں طبایع جنکی با صدق و صفا

تھا انہیں میں سے ہنومان وزیر
اُس کا اس وقتِ مصیبت میں مشیر

رام لچھمن آتے دیکھے دُور سے
کانپ اُٹھا سُگریو مارے خوف کے

ڈر کے بولا اے ہنومان دلیر
دیکھ تو یہ کون ہیں مردان شیر

ان کو بالی نے نہ بھیجا ہو کہیں
خیر اپنی اب نظر آتی نہیں

ہیں اگر دشمن کے یہ بھیجے ہوئے
تو بس اب اس کوہ پر ہم رہ چکے

جان بچیگی بھاگ کر ہی یاں سے آہ
دیکھئے ملتی ہے اب کس جا پناہ

بھیس اپنا تو برہمن کا بنا
جا اور انکی کچھ خبر لے دوست لا

برہمن کا بھیس ہنومت نے کیا
رام لچھمن کی طرف بڑھکر چلا

دیکھتا کیا ہے کہ دو ہیں نوجواں
موہنی مورت نہ جن کی ہو بیاں

سانوَرا ہے ایک گورا دوسرا
شان مردی رخ پہ دونوں کے فدا

روپ ایسا ہے نہیں دیکھا کہیں
دیکھ کر رخ سے نظر اٹھتی نہیں

وقت نظارہ نہ کچھ سدھ بدھ رہی
دیکھتے ہی ٹکٹکی سی بندھ گئی

خود بخود ہنومان جی کا سر جھکا
عجز سے پرنام کی اور یہ کہا

چھتری بیرو کہو تم کون ہو
بن میں کیوں پھرتے ہو کچھ مجھ سے کہو

پاؤں نازک اور نازک ہے بدن
جن کو مخمل پہ بھی ہو رنج و محن

یہ زمین سخت اس لائق ہے کب
تم چلو اس پر بصد رنج و تعب

پا پیادہ اور با حال فگار
آبلے پاؤں میں اور یہ خار زار

رہنے والے دونوں تم محلوں کے ہو
کیا تعلق جنگلوں سے آپ کو

صاف ہے یہ شکل و صورت سے عیاں
تم ہو راجاؤں کے راجہ بیگماں

آہ بھولا میں نہیں راجہ ہو تم
شِو ہو یا وشنو ہو یا برہما ہو تم

کہہ رہا ہے یہ رخ روشن کا نور
ہو انہیں تینوں میں تم کوئی ضرور

یا ہو تم نر اور نارائن کا روپ
سچدانند آپ یا جوتی سروپ

جس کی مایا کا تماشا یہ جگت
دیکھتے ہیں سارے گیانی اور بھگت

جو کہ ہے اوتار لیتا بار بار
جب زمیں پر ہوتا ہے پاپوں کا بھار

تا کہ جو ہیں نیک ان سب کو بچائے
اور جو ہیں بد ناس اُن سب کا لائے

کہہ کے یہ خاموش جب ہنومت ہوا
مسکرا کر رام نے اُس سے کہا

ہوتے ہیں دنیا میں جو شُدنی امور
ہو کے رہتے ہیں ضرور اور بالضرور

راجہ دشرتھ کے ہیں ہم دونوں کمار
جو اودھ کا تھا شہ عالی وقار

حکم سے اسکے یہاں جنگل میں آئے — تاکہ اس قول جھوٹا ہو نہ جائے
جنگلوں میں ماہ گزرے اور سال — پھر رہے ہیں اب نہایت خستہ حال
ساتھ تھیں اپنے مہارانی سیتا — راکشس اک انکو ہر کر لے گیا
کر رہے ہیں گشت ہم بہر تلاش — آبلے پاؤں میں اور دل میں خراش
پھر رہے ہیں جنگلوں میں جا بجا — کچھ پتا لیکن نہ سیتا کا ملا
ہجر کے صدمے سے ہے سینہ فگار — دیکھئے ہونا ہے کیا انجام کار
حال اپنا یہ ہے۔اب ہم سے کہو — اے برہمن دیوتا تم کون ہو

یہ بچن یوں منہ سے نکلے خوشگوار — بادلوں سے جسطرح برسے پھوار
سُن کے ہنومت کو بہت حیرت ہوئی — حافظے نے قلب میں چٹکی سی لی
موہنی مورت کو دیکھا آنکھ سے — کان سے میٹھے بچن سارے سُنے
سوچنے آخر لگا ہنومان یہ — ہیں بھگت ہوں اور شری بھگوان یہ
یاد آئی۔یہ ہیں آقائے قدیم — ہست مطلق نور مطلق اور علیم
یاد آئی۔یہ ہیں میری اِشٹ دیو — مالک ہر دو جہاں گیہان خدیو
سر جھکایا رام کو پہچان کر — جھٹ گرا قدموں میں انکے آنکر
چشم پُر آب اور کھڑا ہر رومٹا — دل میں دریائے پریم اُمڈ آیا
قلب صافی کا غرض یہ حال تھا — کہنے والے سے نہ جو جائے کہا

بولا آخر عرض سنئے یہ مری — جس میں چھل بل کچھ نہیں ہے رتی
میں نہیں بھولا اگر اے میرے رام — تو نہیں ہے کچھ تعجب کا مقام
جیو ہوں اگیان کے بس میں پڑا — آپ کی مایا کے پھندوں میں پھنسا

جس سے کل مخلوق ہے موہی گئی — دیوتا کیا سدّھ کیا اور کیا منی

لیک یہ ہے سخت حیرت کا مقام — تم نے شدھ بدھ میری بسرائی ہے رام

بھول کیوں تم داس کو اپنے گئے — اگیانی بن کے کیا ہو پوچھتے

عالم کل آپ ہیں ذاتِ علیم — اور خادم آپکا ہیں ہوں قدیم

ہیچ ہوں میں ہر طرح سے بالیقیں — کرم یوگ اور گیان بھکتی کچھ نہیں

فخر اتنا ہے تمہارا داس ہوں — اور دعا یہ دیکھتا چرنوں رہوں

ہو نہ دنیا میں کسی سے مجھکو کام — میں تمہارا ہوؤں تم ہو میرے رام

دیکھا ہنومت پریم رس میں ہے مگن — سُن کے رگھبر رام جی پیارے بچن

ہر طرح سے یوں تو پورن کام ہیں — اے بھگت بھگتی کے بھوکے رام ہیں

بھاو بھکتی کا ہے گر دل میں تو رام — پریمیوں کے بس میں بنتے ہیں غلام

اب ہوا یاں بھی ظہور اس پریم کا — خود جھکے کرپا ندھی کر کے دیا

جھک کے ہنومت کو اُٹھایا لطف سے — اور گلے اپنے لگایا لطف سے

بولے ہنومت مجھکو پیارا ہے یہ بھاو — تم ہو گیانی بھگت تم سے کیا چھپاو

راست تم سے یہ سخن کہتا ہوں میں — بھگت کے بس میں سدا رہتا ہوں میں

جو دل و جاں سے ہمارے ہو چکے — ہر طرح سے ہم بھی ان کے ہو چکے

دیکھ ہنومت رام کو ریجھا ہوا — یوں ہوا خوش غنچۂ دل کھل گیا

دکھ جدائی کا ہوا خاطر سے دور — قربت آقا سے دل میں تھا سرور

بولا اے رگھبیر جی اس کوہ پر — آج کل سُگریو راجہ کا ہے گھر

چل کے اُس سے دوستی کر لیجئے — بھائی کے خطرے سے ایمن کیجئے

مشکلوں کے آپ ہیں مشکل کشا / سخت مشکل میں ہے یہ راجہ پھنسا
اس پیارے سرچشمۂ رحم و کرم / آپ کو ہے رحم لازم دمبدم
بندروں کی فوج اسکے پاس ہے / جیسا میں ہوں آپ کا وہ داس ہے
اپنے قاصد بھیجکر وہ دور دور / کھوج سیتا کا لگائیگا ضرور
آپ کا کام اس طرح ہو جائیگا / راج بھی سگریو اپنا پائیگا
رحم اس کے حال پر فرمائیے / آئیے اور ساتھ میرے آئیے
کہہ کے یہ دونوں کو کندھے پر چڑھا / کوہ کی جانب ہنومن لے چلا

رام اور سگریو کی دوستی

دیکھا جب سگریو نے یہ دور سے / دونوں بیرور کو ہیں ہنومت لا رہے
جوش زن دل میں ہوا بھگتی کا بھاؤ / بے تکلف خود بخود اور بے بناو
رام کی جانب دل صافی کھنچا / رشتۂ عشق و محبت سے بندھا
جانتا ہے راز یہ سارا جگت / چار قسموں کے ہیں ایشور کے بھگت
ایک گیانی جگیا سو دوسرا / دردمند اور اہل حاجت مانگتے
ان میں ہے ہر ایک پیارا رام کو / اپنے جس جس بھاو سے بھجتا ہے جو
یہ سمجھتے ہیں رام جی اس بھاو سے / اور درشن دیتے اس کو چاو سے
سگریو ان میں سے حاجت مند تھا / راج ملنے کی تھی دل میں چاہنا
عیش و عشرت کے مزے جو لے چکے / مفلسی کے دکھ انہوں نے کب سہے
غم سے غمگیں ہو گئے اور ناشاد کام / اگیانی رنج سے رکھتے ہیں کام

جو ہیں گیانی رنج میں وہ چاو سے ۔۔۔ رام کو بھجتے ہیں بھگتی بھاو سے
مہر گیانی کی باتیں مان مت ۔۔۔ تو مصیبت کو مصیبت جان مت
بلکہ الٹا یہ سمجھ برکت ہوئی ۔۔۔ حق کی تیرے حال پر رحمت ہوئی
تجھ کو اک موقع ملا بھجے رام کو ۔۔۔ چھوڑ کر دنیا کے سب آلام کو
حال عرصے سے یہ تھا سگریو کا ۔۔۔ رام کو تھا جان و دل سے بھج رہا
دور سے آتے جو دیکھے دونوں بیر ۔۔۔ اور بھی روشن ہوا روشن ضمیر
دی گواہی دل نے ہو کر شاد کام ۔۔۔ ہو گیا سگریو تیرا آج کام
تجھ کو گھر بیٹھے ہوئے درشن ملے ۔۔۔ سدھ تیرے کام سارے ہو گئے

یہ ادھر تھا پریم میں ڈوبا ہوا ۔۔۔ اور اُدھر ہنومان پربت پر چڑھا
رام آئے پاس جب سگریو کے ۔۔۔ دُور سب دُکھ درد اُس کے ہو گئے
سرو قد تعظیم کو راجہ اُٹھا ۔۔۔ اُٹھ کے پھر تسلیم کو یوں سر جُھکا
جسطرح جیسے قد کشیدہ ہو شجر ۔۔۔ اور جُھکے جب فصل پر آئیں ثمر
جُھک کے قدموں میں گرا با صد نیاز ۔۔۔ طالعِ بیدار پہ کر کر کے ناز
آہ کون اس شخص سا ہے خوش نصیب ۔۔۔ رام کے چرنوں کو جو جا کر قریب
بھاو اور بھگتی سے اپنا سر جھکا لے ۔۔۔ لوک اور پرلوک دونوں کو بنا لے
دستِ شفقت سر پہ پھیرا رام نے ۔۔۔ خود اُٹھایا اور لگایا خود گلے
بات الفت اور محبت کی کہی ۔۔۔ دی تشفی جس سے ڈھارس سی بندھی
سگریو اور رام لچھمن سب کے سب ۔۔۔ صاف سی اک سل پہ بیٹھے جا کے اب
مختصر سا پھر ہنومت نے کہا ۔۔۔ حال اپنے راجہ سگریو کا
رام کے حالات لچھمن نے ادھر ۔۔۔ سب سُنائے انکو کر کے مختصر

سُن کے ہمدردی بہم پیدا ہوئی اور طبیعت تھی کہ بس شیدا ہوئی
ساکشی اگنی کو کر انجام کار دوستی کے ہو گئے قول و قرار

دوستی سے جب بھروسہ بڑھ گیا پہلے اظہار اس کا راجہ نے کیا
رام سے بولا کہ گھبراؤ نہیں کھوج سیتا کا ملیگا بالیقیں
ایک دن کا حال سُنئے دونوں ویر میں یہاں بیٹھا تھا اور میرے مشیر
تذکرہ باہم تھا نام و ننگ کا مشورہ کرتے تھے صلح و جنگ کا
ناگہاں آکاش میں سے لا کلام شور اُٹھا ہائے لچھمن ہائے رام
آہ کیا ہی نالۂ پُر سوز تھا نالہ تھا یا ناوکِ دلدوز تھا
تیر سی آواز سینے میں لگی خود بخود سب کی نظر اوپر گئی
دیکھتے کیا ہیں کہ رتھ ہے جا رہا اس میں ہے اک راکشس بیٹھا ہوا
اک حسینہ کو ہے وہ پکڑے ہوئے مہر و مہ شرمندہ جس کے حُسن سے
اور وہ ہے آہ و زاری کر رہی ابر میں سے اشکباری کر رہی
رُخ ہے زرد اور اشک ہیں گلگوں تمام اور زباں پر بس سخن یہ ہائے رام
دیکھ کر ہمکو یہاں بیٹھا ہُوا رتھ سے پھینکا کچھ جو پاس آکر گرا
دم کے دم میں دیکھتے ہی دیکھتے رتھ کے گھوڑے آنکھ سے غائب ہوئے
حال گو دیکھا یہ سب با شدّ و مد لیک ہم کرتے تو کیا کرتے مدد
خوف سے بالی کا دل میں جاگزیں چھوڑ کر یہ کوہ جا سکتے نہیں
کچھ نہ بیکس کی مدد ہم کر سکے زہر کا سا گھونٹ پی بیٹھے رہے
ہاں گری تھی بادلوں میں سے جو شے وہ امانت کی طرح سے پاس ہے
اُس سے اور اس بات سے اے رام جی رام کہہ کر تھی حسینہ رو رہی

ہیں یقیں کرتا ہوں سیتا وہ ہی تھیں
راکشس کے ساتھ جو چھن گئیں

رام بولے وہ امانت جلد لاؤ
لاؤ اور لاکر ابھی مجھ کو دکھاؤ

سن کے یہ اندر سے لاکر پوٹلی
رام کے آگے ہنومنتا نے رکھی

ایک ٹکڑا تھا زنانے چیر[1] کا
اس میں کچھ زیور جڑاؤ تھا بندھا

دیکھ کر رگھبر نے کھینچی آہ سرد
اور سینے میں اٹھا یکلخت درد

حافظے نے قلب میں چٹکی سی لی
دھیان میں تصویر سیتا کی بندھی

چیر اوڑھے اور پہنے زیورات
حسن وہ جس پر ہو شیدا کائنات

لیک اسکا روئے تاباں زرد ہے
دل میں درد اور لب پہ آہ سرد ہے

راکشس کی قید میں ہے دل فگار
اور روتی جا رہی ہے زار زار

بے قرار و مضطر و ناشاد کام
اور یہ نالہ لبوں پہ ہائے رام

آنکھ کے آگے جو یہ صورت بندھی
غم بھری اور یاس حسرت بھری

اشک آنکھوں میں رکے سے نہ رکے
رام جی بیتاب ہو رونے لگے

دل میں دریائے الم جو بند تھا
چشم کے چشمے سے اب بہ چلا

لکشمن جی سے کہی آخر یہ بات
بھائی دیکھو تو ذرا یہ زیورات

اور بتاؤ تو کہ سیتا ہی کے ہیں
کر رہا ہوں وہم باطل یا کہ ہیں

سن کے یہ حکم گردن تسلیم کی
دست بستہ بولے پھر لچھمن جتی

اے مہاراج آپ پہ سب ہے عیاں
ہیں دلوں کے آپ مالک بیگماں

جنکا بھونرا ہے ہمیشہ میرا من
میں نے دیکھے ہیں وہ سیتا کے چرن

پاؤں کے زیور ہوں بس پہچانتا
اور زیور میں نہیں کچھ جانتا

[1] اوڑھنی کی چادر

سنکے یہ حیران سب سامع رہے — کوئی لچھمن سے کچھ کہے تو کیا کہے
واہ لچھمن آپ ہیں پورن جتی — ختم بھگتی تم پہ سیتا رام کی
کس نے پالا ہے جتی پن اسطرح — تم نے پالا یہ برت ہے جسطرح
ساتھ چودہ سال تم بن میں رہے — ان کی خدمت کی کمر باندھے ہوئے
اور وہ خدمت خواہ تھا جیسے غلام — جس میں دن کو کام تھا اور شب کو کام
رام کی عورت کو آنکھیں تکتے نہیں تھے — اور سیتا کے چرن ہی میں دھرے
پاؤں سے اوپر نظر جائے کہاں — چھوڑ کر کھڑاؤں آنکھ آئے کہاں

رام نے زیور وہ آنکھوں سے لگا لیے — ہاتھ سینے پر رکھ کے کہنے لگا یہ اٹھ کے
بار بار ان سب کو دیکھا اس طرح — پھیر پایا گم گشتہ سیتا جسطرح
پھیرنے کو اسطرف سے انکا دھیان — ہنس کے سگریو لایا درمیان
رام جی باتیں نہ کیجے فکر کی — آپ کو سیتا ضرور آ کر ملے گی
آپ کی خدمت کو ہر دم پاس ہوں — آپ کے چرنوں کا ہر دم داس ہوں
آپ نے دی ہے مجھے عزت بڑی — فخر ہے میرے لیے یہ دوستی
سونپئے اپنی کوئی خدمت مجھے — میں دل و جان سے بجا لاؤں اسے
دوست وہ ہے دوست کا جو دکھ بٹائے — یار وہ ہے یار کے جو کام آئے
سن کے بولے رام جی ہاں سچ کہا — میں ابھی تک اپنے غم میں محو تھا
آپ کی جانب توجہ کچھ نہ کی — آپ نے تنبیہ کی اچھی مری
آپ کے کہنے سے آیا یاد ہے — فرض میرا آپ کی امداد ہے
مختصر سا تو سنا ہے میں نے حال — اب کہو تفصیل سے اے نیک فال
کس لیے اس کوہ پر تم ہو مقیم — خوف سے کس واسطے ہے دل دو نیم

راز سربستہ ہے کیا جو تم کہیں چھوڑ کر یہ کوہ جا سکتے نہیں
کیجئے مجھ سے بیاں سب اپنا حال دوستداری کا یہی تو ہے مآل
یار کو یار اپنا دردِ دل سنائے دوست وہ ہے دوست کے جو کام آئے
سُن کے یہ سگریو کی ہمت بندھی اور وہ بولا کیوں نہ ہو اے رام جی
دے رہا ہے یہ گواہی دل مرا ظلِّ عالی ہے یہ از ظلِّ ہما
سنئے کرپا کرکے کرتا ہوں بیاں آپ سے اپنی مکمل داستاں

راجہ سگریو کی سرگزشت

تھا ہمارا باپ راجہ رِچھ راج یاں کے شاہانِ قوی کے سر کا تاج
راجدھانی اسکی پمپاپور ہے اس جگہ سے جو ذرا کچھ دور ہے
شہر عالیشاں نہایت خوشنما اور کنارِ آب پمپاپور بسا
صاف بازار اور نہایت ہی فراخ جابجا باغات اور محلات و کاخ
تاجروں کی واں دکانیں ہیں لگی صاف ستھری بافرینہ اور بڑی
مال و اسبابِ تجارت بھر رہا چاہیئے جو چیز لیجے واہ وا
زر چھنا چھن کاروبار و بیوپار ہیں ہے برستا کوچہ و بازار میں
رہنے والے ہیں نہایت باصفا نیک دل مردانِ حق دھرماتما
شہر میں مندر ہیں دیوستھان ہیں اور ان سب میں بڑے سامان ہیں
روز میلے اور جلسے ہیں بڑے کیا کہوں کیا لطف ہیں نئے نئے
ہائے وہ محلوں کی عشرت کا مزا ہائے وہ رانی کی صحبت کا مزا

ہائے وہ اسباب سب آرام کے
لطف اڑانے وہ دل خودکام کے

اے وطن کیونکر تجھے بھولوں میں آہ
تو ہے یاں ہر دم مرے پیش نگاہ

پاس دل سے ہوں اگرچہ دور ہوں
کیا کروں ناچار ہوں مجبور ہوں

ورنہ کیا ممکن کہ رہتا تجھ سے دور
اس اکیلے کود پر میں ناصبور

جائے محلات اک کٹی میں جا گزیں
جس میں اسباب اور ساماں کچھ نہیں

اشک یہ کہکر گرے کچھ آنکھ سے
لیکن انکو ضبط کرکے روک کے

بولا پھر شکر گرو سے رام جی
یاں گزرتی عمر تھی خوش خوش مری

میں تھا اور بھائی بڑا بالی مرا
باپ کے سایے میں رہتے خوش سدا

وقت لیکن ایک سا رہتا نہیں
آج کچھ ہے کل ہے کچھ کرنا یقیں

باپ اپنا مر گیا اک دن چل بسا
اور بالی اسکی جا راجہ ہوا

میں بڑے بھائی کا تھا خدمتگزار
مجھ پہ وہ تھا جان اور دل سے نثار

یکہ گرگی جاہ کے طالب تھے ہم
ایک جاں تھے اور دو قالب تھے ہم

جب کہیں جاتا وہ کرکے عزم جنگ
میں بھی اسکے ساتھ جاتا بے درنگ

ہم نے اعدا کر لئے مفتوح سب
سامنے اپنے ٹھہرتا کوئی کب

میں تھا شہزور اور وہ شہزور تھا
زور کا اپنے جہاں میں شور تھا

بات شہزوری کی تھی بالی میں اور
کان دیکر اسکو سنیئے گا بغور

اسکو بر ہے جو کوئی اس سے لڑے
زور دشمن نصف دشمن میں رہے

نصف بیگر خود بخود بالی میں آئے
پھر نہ کیوں وہ دشمنوں پر فتح پائے

نصف جسنے زور دشمن کا لیا
اور ایزاد اپنا زور اسپر کیا

کون اسکو جیت سکتا ہے یہاں
فاتح کل ہے وہ بے وہم و گماں

اسطرح بالی بنا ہے مردِ شیر
دوست سب خوش اور دشمن ہیں زیر

سُنئے اب اک راکشس تھا نام سے
قوّت و طاقت میں جو مشہور ہے
اس کے دو بیٹے تھے اس سے بھی قوی
نام مایاوی اور اُنکا دُندھبی
جب اُنہوں نے شہرت بالی سُنی
جوشِ زن دل میں ہوئی مردانگی
اوّل آیا دُندھبی لڑنے کو یاں
واہ کیا ہی تھا قوی ہیکل جواں
راکشس کیا تھا کہ تھا کالا پہاڑ
تن کے اسکے رونگٹے جھنکاڑ جھاڑ
شہر کے دروازے پر گرجا وہ یوں
کوہ میں ہو زلزلے کا شور جیوں
سنکے بالی شور مسند سے اُٹھا
باہر آیا ساتھ اسکے میں بھی تھا
دُندھبی سے اسکی وہ کشتی ہوئی
مرتے دم تک میں نہ بھولونگا کبھی
سنکے بالی نے اسے انجام کار
گیند کی مانند اُٹھایا ایک بار
اور پھینکا گیند پھینکیں جیسے دُور
وہ گرا اس کوہ پر سُنئے حضور
دیکھئے یہ ہڈیاں اسکی بڑی
ہیں چٹانوں کی طرح سے یاں پڑی

راکشس جب آن کر اس جا گرا
جسم چکنا چور اس کا ہو گیا
مر گیا گرتے ہی وہ تو رام جی
اتفاقی بات اک سُنئے نئی
اک مُنی کی تھی کُٹی اس کوہ پر
راکشس اس پر گرا تھا آن کر
ساتھ اسکے وہ بھی چکنا چور تھی
دیکھکر یہ آئے غصے میں مُنی
تھا کُٹی کا غم زبس دل میں بھرا
شاپ اُنہوں نے جل کے بالی کو دیا
دیکھ بھی لے تو اگر اس کوہ کو
جل کے خاکستر کا فوراً ڈھیر ہو
خوف یہ ہے وہ جو یاں آتا نہیں
رام جی ورنہ کہا جاتا نہیں

میں کہاں پھرتا خراب و خستہ آہ
اور ملتی کس جگہ مجھ کو پناہ

جو ہمی نے شاپ بالی کو دیا
کیمیا حق میں مرے ثابت ہوا

ورنہ ہوتی جان کی میری نہ خیر
رہ کے دریا میں مگر مچھ سے ہے بیر

سن کے یہ احوال پوچھا رام نے
بات یہ بتلا دے راجہ مجھے

بھائی بھائی تم ہو اور بالی بلی
تم میں ہونی چاہئے تھی دوستی

کہتے ہو دونوں میں الفت تھی بہت
اور باہم تم میں محبت تھی بہت

پھر دلوں میں کیوں شقاوت ہو گئی
کیوں محبت سے عداوت ہو گئی

سن کے بولا راجہ بشکستہ حال
عرض کرتا ہوں سنیئے وہ بھی حال

دُندبھی جب اس طرح سے مر چکا
اور مایاوی نے حال اسکا سنا

آیا میسا پور وہ بہر انتقام
شہر کے باہر کیا اسنے قیام

اسکے آنے کی خبر ہم کو ملی
دُندبھی سے بھی قوی تھا یہ شقی

ہم نے پروا کچھ نہ کی باہر چلے
تھا یقیں کشتی میں پٹکینگے اُسے

اس کی بالی سے ہوئی جنگ عظیم
اور ہوا مغلوب آخر وہ غنیم

جب یہ دیکھا پیش کچھ جاتی نہیں
بھاگ نکلا سامنے سے وہ لعیں

دوڑ کر بالی تعاقب میں گیا
پیچھے پیچھے میں چلا بھاگا ہوا

دور جا کر اک گپھا تھی کوہ کی
گھس گیا اس میں وہ مایاوی شقی

مجھ سے بالی نے کہا ٹھیرو یہاں
راکشس کو دیکھوں بھاگا ہو کہاں

پندرہ دن کرنا میرا انتظار
بعد میں تم کو ہے اپنا اختیار

کہہ کے یہ وہ تو گپھا میں گھس گیا
اور یہاں پہ میں وہاں بیٹھا رہا

پندرہ دن کیا ہوا جب ایک ماہ
نکلے آنسو آنکھ سے اور لب سے آہ

دیکھتا کیا ہوں ندی اک خون کی
اس گپھا میں سے نکل کر بہہ چلی

میں یہ سمجھا راکشس جتنے ہیں یاں
ایک سے ایک ان میں طاقتور جواں

دو نمونے انکے تھے مردان شیر
دُندھبی ایک ایک مایاوی دلیر

کون جانے کتنے ایسے اور ہیں
کیا ہے انکی وضع اور کیا طور ہیں

مارا بالی کو اُنہوں نے گھیر کر
اور اب لیتے ہیں میری بھی خبر

خوف ایسا جان کا مجھ کو ہوا
بھاری بھاری میں سلیں لایا اُٹھا

مُنہ گپھا کا کر کے مضبوطی سے بند
گھر کی جانب بھاگ آیا دردمند

مڑ کے بھی پیچھے نہ کی میں نے نگاہ
بے تحاشا اس طرح لی گھر کی راہ

بھاگتا آیا میں پمپاپور میں
داغ ناکامی دل رنجور میں

آکے کُل احوال یاں سب سے کہا
کس طرح بالی بلی مارا گیا

شہر میں برپا ہوا ماتم کا شور
اور ہوا کہرام کا محلوں میں زور

گرچہ بالی کا پسر انگد دلیر
رزم کے میدان میں تھا مثل شیر

لیک تھا نوعمر وہ اور نوجواں
شہر میں تھا دانوؤں کا خوف واں

تھی ضرورت مرد با تدبیر کی
جس کو پمپاپور کی دیں راجگی

اس طرح گو منع میں کرتا رہا
پر زبردستی مجھے راجہ کیا

اور انگد کو ولی عہدی ملی
شہر میں میری دُہائی پھر گئی

منعقد اب جشن شاہانہ ہوئے
ہر طرف تھے چہچہے اور قہقہے

باعث شادی ہی ہر ایک بات
تختہ گلشن تھی مجھ کو کائنات

کس خوشی سے دن گزرتے تھے مرے
لیک یکدم خواب سے وہ ہو گئے

ایک دن میں عیش میں مصروف تھا
ناگہاں محلوں میں باہر سے غل اٹھا

دیکھتا کیا ہوں کہ بالی شل شیر
آ رہا ہے میری طرف مرد دلیر

میں ڈرا یہ بھوت بھتنا تو نہیں
جلد تر لیکن مجھے آیا یقیں

جبکہ اسنے ایک مکا زور سے
بڑھکے مارا روئے شاہی پہ مرے

اور کہا بھائی نہیں دشمن ہے تو
کیوں گپھا سے بھاگ آیا زشت رو

راج اور ناری کا لالچ تھا تجھے
کر دیا مشہور یاں مردہ مجھے

میں نے بنتی ہاتھ سے بیٹے نہ دی
جو حقیقت تھی وہ سب اس سے کہی

اک مہینہ پندرہ دن کی بجائے
اس گپھا سے یا نہ اے بھائی ٹلا

خون کا دریا گپھا سے جب بہا
خوف کھا کر گھر کی جانب میں چلا

یاں زبردستی مجھے دی راجگی
راجگی میں کچھ مری چاہت نہ تھی

اب تم آئے راج اپنا مجھ سے لو
اور مجھے خدمت مری پہلی ہی دو

لیک وہ سنتا تھا میری بات کب
بھر رہا تھا سینے میں غیظ و غضب

اور مکا جب مرے منہ پر دیا
طیش مجھ کو بھی یکایک آ گیا

میں نے اس بالی کے مکے کا شتاب
اپنے مکے سے دیا ایسا جواب

گرتے گرتے فرش پر بالی بچا
دم کے دم میں شور محشر مچ گیا

گتھ گئے کشتی میں ہم دو سور بیر
اور وہ کشتی نہیں جس کی نظیر

سورما تھا وہ تو میں بھی تھا دلیر
تھا اگر وہ شیر تو میں بھی تھا ببر

مٹ گیا خوردی بزرگی کا ادب
دونوں ہم اور حملے پیہم تھے اب

تھے گریزاں اپنے نوکر چارسو
نیچے دبلے جاتے تھے تھی ہاؤ ہو

عورتیں تھیں سینہ کوباں رو رہی
اور محل میں اک قیامت ہو رہی

زور جتنا تھا لگایا میں نے آہ
ہو سکا لیکن نہ بالی سے نباہ

اسکو یہ بیر ہے عدو کا نصف ور
ہر نیا کرتا ہے وہ بازو و روشور

میں نے جب دیکھا مری طاقت چلی
بھاگنے کی راہ تب ناچار لی

آگیا آگے میں تھا اور پیچھے وہ تھا
بھاگ کر اس کوہ پہ میں آچڑھا

شاپ کے بس یاں وہ آسکتا نہیں
خوف سے میں جا نہیں سکتا کہیں

میری بیوی میرا مال اور میرا گھر
ضبط اُسنے کر لیا سب سربسر

اب فقیروں کی طرح رہتا ہوں میں
کیا بتاؤں کیسے دُکھ سہتا ہوں میں

ناز و نعمت سے ہوں محلوں میں پلا
میں کہاں اور اُس گپھا کی یہ بلا

تم بھی ہو راجہ کے بیٹے رام جی
خود کہو میرے کیا حال پر بنی

حال میرا اور تمہارا ایک ہے
اب بتاؤ کیا صلاح نیک ہے

سگریو اور بالی کی لڑائی

پیارے بھگتو رام ہیں کرپا ندھان
جب سنی سگریو کی یہ داستان

آگئی ہردے میں دیا سے کی دیا
اور بھڑکیں جوش سے دونوں بھجا[۱]

بیر رس[۲] کا سینہ میں اُٹھا خروش
مارا دل میں بیرتا نے سخت جوش

ہے یہ بالی کون جسکا شور ہے
میں بھی دیکھوں کیسا وہ شہ زور ہے

داس میرا اور اسکا دل دکھائے
داس میرا اور یہ حال اسکا بنائے

مار کر چھوڑوں میں اسکو تو ہے بات
ہو بھی پشتی پر جو ساری کائنات

۱ بازو ۲ جوش شجاعت۔

عہد میرا ہے کہ جس نے لی پناہ دل میں میرا اس کے لیئے ہے جایگاہ
اہل مشکل کا ہوں میں مشکل کشا اہل حاجت کا ہوں میں حاجت روا
گیان کے طالب کو میں دیتا ہوں گیان موکش کے طالب کو مکتی بے گمان
جستجو جو بھگت میرا اس سے ہے میرے دل میں اس بھگت کا پاس ہے
مجھ سے جیسی چاہنا کرتا ہے جو میں وہ پوری کرتا ہوں بے انیک غو
آپ کو ہے راج کے ملنے کی چاہ خطرۂ دشمن کی دل ہے جایگاہ
مار کر بالی کو دونگا تم کو راج عہد واثق تم سے یہ کرتا ہوں آج
اے بھگت جن دیکھو کیسی ہے دیا کیسی کرپا کیسی ہے کرپالتا
کون مشفق کون ہے ایسا شفیق کون یوں وقت مصیبت کا رفیق
پھر دنیا چھوڑ کر تو رام بھج کچھ غرض دل میں نہ رکھ نشکام بھج

سن کے یہ سگریو کو آیا خیال یہ نہیں انساں ہیں ذات لایزال
کون دے سکتا ہے یوں ہر ایک کو چیز جو جو جسکو یاں مطلوب ہو
لیک شک اپنا مٹانے کے لیئے اور یقیں دل میں بٹھانے کے لیئے
دست بستہ عرض کی یہ رام جی بھائی بالی میرا دشمن ہے قوی
تجربے سے میرے دل میں ہے یقیں کوئی اسکا مارنے والا نہیں
دیکھیئے یہ سات تاڑوں کے شجر سیدھ میں آتے ہیں اس جا سے نظر
بیندھ دے انکو جو بس اک تیر سے جنگ بالی کا وہ منہ سے نام لے
مسکرا کر رام بولے واہ وا امتحاں سگریو لیتے ہو مرا
کہہ کے یہ لے ہاتھ میں تیر و کماں شست باندھی وہ خطا کا کیا گماں
بیندھتا وہ تیر ساتوں کو گیا اور سو گز دور جا کر پھر گرا

بول اٹھے بیساختہ سب واہ وا
کیا ہے زور اور کیا ہے تیر اندازِ نگاہ

شک جو تھا سگریو کا وہ مٹ گیا
جلوہ حق الیقیں دل میں ہوا

اٹھ کے اسنے رام کے پکڑے قدم
اور ان سے یوں کہا با چشم نم

آپ کی کرپا سے اب آیا یقیں
دل میں میرے شبہ و شک کچھ نہیں

دولت و عظمت خوشی و خانداں
چھوڑ کر سب میں ہوں خادم بیگماں

آپ کی بھگتی کے یہ دشمن ہیں سب
موکش پداں سے بھلا ملتا ہے کب

سکھ دکھ اور احباب و اعدا بالیقیں
کھیل ہیں مایا کے جھوٹے سچ نہیں

میں ہوں بالی کا بہت ممنون اب
آپ کے درشن ہوئے اسکے سبب

ہے لڑائی اس سے میری شکل خواب
جاگ کر منظر آئیگی ہو گا حجاب

لے دبا مجھپہ یہ کرپا کرو
چھوڑ کر سب کچھ بھجوں میں آپ کو

جب یہ باتیں گیان اور بیراگ کی
سن چکے تو ہنس کے بولے رام جی

کہا چناں سگریو سے کیا چنیں
خواب کا نقشہ ہے دنیا کچھ نہیں

اسطرح ہیں بس میں سب مایا کے ہاے
جیسے بندر کوئی بازیگر نچاے

لیک تم سے گیانیوں کا کیا بگاڑ
ذرہ ساں ہے جسکی آنکھوں میں پہاڑ

خواب کا نقشہ اگر ہے جلوہ گر
خواب بیں کو اس سے کیا خوف و خطر

بھوگ بھوگواں میں خطرہ کچھ نہیں
ساکشی ہوں رکھ کے دل میں یہ یقیں

ساتھ میرے آؤ پمپاپور چلو
مار کر بالی کو اسکا راج لو

سن کے اتنی بات واں سے سب اٹھے
اور چلے جنگل کو طے کرتے ہوئے

رام لچھمن بھی لئے تیر و کماں
ساتھ ساتھ آئے بصد عز و شاں

مجھ کو مارے کون سا وہ بیر ہے | میری تو فتح و ظفر تقدیر ہے

کہہ کے یہ محلوں سے نکلا وہ دلیر | اور گرجا باہر آ کر مثل شیر
آیا اے سگریو تو پھر ہے جیا | کھینچ کر لائی تجھے پھر یاں قضا
جان بچائی پہلے اس نے بھاگ کر | اب تجھے دیکھونگا جاتا ہے کدھر
کہہ کے یہ یکدم تبہی وہ بڑھا | اور دبانا چاہا اس کو پٹخنا
سنبھلا سگریو اور دونوں گتھ گئے | دیکھ کر کشتی کو سب حیراں ہوئے
پہلواں تھے یا کہ دو کوہ بلند | در پئے آزار و پرخاش و گزند
یہ کبھی نیچے تھا وہ نیچے کبھی | یہ تھا اوپر اور وہ اوپر ابھی
داؤ پیچ ایسے کبھی دیکھے نہیں | داؤ کیا وہ چشمکیں بجلی کی تھیں
اس طرح زور آزمائی جب ہوئی | دونوں جانب سے بہت کچھ ہو چکی
جھٹکے بالی نے نہایت زور سے | منہ پہ مکا اک دیا سگریو کے
اس سے یہ حالت ہوئی سگریو کی | جسطرح مینار پر بجلی گر پڑی
لڑکھڑا کر بس وہ گرنے ہی کو تھا | لیک سنبھلا اور جاں اپنی بچا
سامنے سے اسکے بھاگا تیز تیز | شیر سے جیسے کرے آہو گریز

بھاگ کر جب کوہ کی جانب چلا | پیچھا بالی نے نہیں اسکا کیا
آیا اس جا تیز تر رفتار سے | رام تھے جس جا درختوں میں چھپے
آ کے سب اُن کو دکھایا حال زار | تن بدن زخموں سے تھا سارا فگار
استخوان جسم چکنا چور تھیں | اور رگیں تھیں کہنہ یا ناسور تھیں
آ کے بولا رام میں کہتا نہ تھا | موت ہے بالی نہیں بھائی مرا

مسکرا کر رام نے تسکین دی   کی تشفی اور یہ بات اس سے کہی

میں تھا حیراں دوست سگریو اس طرح   تیر بالی پر چلاتا کس طرح

کرتا تم دونوں میں میں کس کی مدد   ایک سی صورت ہے اور یکساں ہیں قد

جاؤ اور بالی سے جا کر پھر لڑو   اور یہ ہار اپنے گلے میں ڈال لو

بولا راجہ جسم ہے میرا فگار   کیا میں دشمن سے لڑوں باحال زار

یاس کے کلمے جو یہ اس نے کہے   ہاتھ پھیرا تن پہ اسکے رام نے

دور سب دکھ درد دم میں ہو گیا   زور تن میں پہلے سے دو چند تھا

زور بڑھنے سے جو ہمت بندھ گئی   راہ پمپاپور کی پھر راجہ نے لی

پھر مچایا دونوں یودھاؤں نے شور   اور پھر ہونے لگی کشتی بزور

اوٹ میں سے اک شجر کی رام جی   دیکھتے تھے انکی گھاتیں باخوشی

دیکھا جب سگریو پہ ہے وقت تنگ   اور کر سکتا نہیں بالی سے جنگ

اوٹ میں سے تیر مارا تان کر   دل پہ بالی کے لگا وہ آن کر

تیر لگتے ہی زمیں پر تھا تپاں   پھر اٹھا تو دیکھتا کیا ہے وہاں

سامنے کرپا ندھی ہیں خود کھڑے   سانولا رنگ اور کماں کھینچے ہوئے

پیٹرے تینوں کے ہے اور سر پہ جٹا   ہائے کیا ہی روپ تھا وہ انٹھا[1]

دیکھا بالی نے بغور اور بار بار   تن سے من سے اور جاں سے تھا نثار

سوچا میں نے جنم کا پھل پا لیا   لطف اس دنیا میں آنے کا لیا

پریم تھا اور دل میں بھگتی جوش زن   منہ سے لیکن رمز کے بولا سخن

آفریں اے رام تم کو بار بار   کرتے ہو ٹٹی کی اوجھل سے شکار

آئے تھے تم دھرم کرنے کے لئے   اور شکاری کی طرح مارا مجھے

[1] بانکا۔

میں ہوں دشمن اور ہے سگریو یار   پاس سے [illegible] کیجئے شمار
دشمنی مجھ سے ہے اور اسکی ہے چاہ   اس پہ [illegible] واہ واہ
آپ نے ناحق جو میری جان لی   یہ بتا دے تو نے کیا میں نے کی

رام بولے دھرم کا ہے یہ بچار   ان کا درجہ ایک ہے تو لاچار
بھائی کی ہو یا کہ بیٹے کی بہو   ہو بہن یا اپنی بیٹی خوب رو
نہیں رکھتا ہے کسی پہ جو نگاہ   مارنا اسکا نہیں ہے کچھ گناہ
تو بہت مغرور بھی ہے اے شقی   بات تارا کی نہ کیوں تو نے سنی
اسکے لی سگریو نے میری پناہ   اور تجھے تھی مارنے کی اسکی چاہ
میرے بھگتوں سے کرے جو دشمنی   اسکی جاں مجھ سے نہیں بچتی کبھی
بولا بالی سخت ہیں پاپی ہمی   مرتے دم اب لی شرن ہے آپکی
عاصیوں کے آپ ہی غفار ہیں   مارئیے یا چھوڑیئے مختار ہیں

رام رتجی سن کے بالی کا کلام   بسکہ ہے مطبوع دل عجز تمام
دست شفقت پھیرنے سر پہ لگے   اور یہ بولے گر ہے جاں پیاری تجھے
میں دوامی جسم کرتا ہوں عطا   راج کے سکھ بھوگ اے مرد خدا
سن کے بالی نے کہا اے رگھوجی   جنم بھر کرکے جتن جوگی جتی
مرتے دم کہنے نہیں پاتے ہیں رام   جاتے دنیا سے ہیں بے نیل مرام
آپ خود ہیں سامنے میرے کھڑے   بخت میرے ہیں نہایت ہی بڑے
چھوڑ کر تم کو میں مایا میں پھنسوں   کیا غرض ہے عقل جو ایسا بنوں
جسکا دھیانی دھیان دھرتے ہیں سدا   جسکا گیانی گیان کرتے ہیں سدا

دیو ہو تم معراج گیان اور دھیان کی ‌ ‌ سرشٹی مورت ہے آگئی گھڑی
موت کسکو ایسی ملتی ہے بھلا ‌ ‌ مرتے دم درشن ہوں جسکو یہ ملا
آپ ہیں انگد کے حافظ آج سے ‌ ‌ لیجئے رخصت اجازت اب مجھے
یہ کہا اور چھٹ گئی تن سے جان دی ‌ ‌ دقت و کلفت نہ بالی کو ہوئی
جیسے ہاتھی کو نہ ہو کچھ بھی خبر ‌ ‌ ہار پھولوں کا گرے سر سے اگر

رام نے بالی کو پد اپنا دیا ‌ ‌ پھر طلب سب شہزادوں کو کیا
موت راجہ سے تھا پر اک دل فگار ‌ ‌ اور تارا کا نہایت حال زار
بال کھولے پیٹتی چھاتی تھی وہ ‌ ‌ پر نہ تسکین و سکون پاتی تھی وہ
دیکھکر اس کو دکھی خود تھے سبھی ‌ ‌ آخر اپنی رام نے مایا ہری
گیان اس بیچاری بیوہ کو دیا ‌ ‌ رو رہی ہے کس کو تو اے باوفا
پانچ عنصر سے مرکب جسم ہے ‌ ‌ یہ نہیں رونے کے لائق کچھ بھی شئے
جسم خاکی ہے ترے آگے پڑا ‌ ‌ اسکے رونے سے تجھے حاصل ہے کیا
نور مطلق روح کا جو ہے سروپ ‌ ‌ کب فنا اسکو جو ہے جوتی سروپ
روتی ہے دونوں کے گر سمبندھ کو ‌ ‌ وہم ہے یہ محض جیسے خواب ہو
جڑ کا اور چیتن کا رشتہ کیا بھلا ‌ ‌ یہ نہ ہوگا اور نہ اب ہے اور نہ تھا
ایک چیتن ہے ہر اک میں برہم نام ‌ ‌ کھیل دنیا اسکی مایا کا تمام
وہ نچاتا ہے ہر اک کو اس طرح ‌ ‌ کاٹھ کی پتلی مداری جس طرح
خواب کا نقشہ ہے جھوٹا یہ جہاں ‌ ‌ کس کی شادی کس کا غم کیجے بیاں
گیان تارا کو ہوا اس بات سے ‌ ‌ چھٹ گئی وہ موہ کی آفات سے

اسطرح سمجھا کے سب کو بھیج کر — بولے بالی کا کرو کریا کرم
جب ہوئی فرصت تو لچھمن جی چلے — رام کی آگیا سے پمپاپور گئے
نیک ساعت دیکھ کے روز انکو — راج انہوں نے واں دیا سگریو کو
اور انگد کو ولی عہدی ملی — جا بجا شہرت ہوئی اس بات کی
کیسے دانی واہ راجہ رام ہیں — کیسے ان کے بھگت پورن کام ہیں
کس طرح سگریو کا گھر بھر دیا — کس طرح سے اسکو راجہ کر دیا

داستان درد ہجراں

راج پمپاپور میں جب سگریو کا — ہر طرح باامن قائم ہو گیا
کوہ پربرشن پہ کچھ دور تھا — رام لچھمن نے قیام اپنا کیا
واں بنائی اپنی رہنے کی کٹی — دیکھ کر اچھی جگہ اور صاف سی
رام کا جب سے ہوا اس جا قیام — ہوگیا وہ کوہ روح افزا مقام
پھول شگفتہ ہوئے کہسار پر — گونجنے بھونرے لگے اشجار پر
پھل درختوں میں لگے سرخ و سفید — جس طرح سے بار آور ہو امید
تھیں چٹانیں صاف ستھری جا بجا — صوفی صافی کا دل جوں باصفا
لکشمن اور رام ان پر بیٹھتے — ہوتے چرچے گیان کے اور دھیان کے
اسطرح ایام ہوتے تھے بسر — اور جوں توں وقت جاتا تھا گزر
ختم گرمی ہو گئی برسات آ گئی — کوہ پر کالی گھٹا آ کے چھا گئی
بسکہ موسم تھا نہایت خوشگوار — ہجر سیتا نے کیا دل بے قرار

دیکھ بادل ایک دن چھائے ہوئے
رام جی لچھمن سے یوں کہنے لگے
آسماں پہ چھائی ہے کالی گھٹا
دیکھ کر دل جاتا ہے میرا پھٹا
بادلوں سے بوندیں ٹپتی ہیں کہاں
گر رہی اوپر سے ہیں چنگاریاں
ہجر سیتا مجمع آفات ہے
پھر غضب یہ آج کل برسات ہے

بادلوں کو دیکھ کر طاؤس اب
ناچتے ہیں کیسے خوش ہو ہو کے سب
جسطرح اچھے گرہستی نیک زاد
دیکھ کر ایشور کے بھگتوں کو ہوں شاد
ابر میں بجلی ہے رخشاں اسطرح
نیچ کی الفت نہ قائم جس طرح
یوں برسنے کو ہیں بادل جھک گئے
علم پا کر جس طرح عالم جھکے
سہہ رہے ہیں کوہ یوں بوندوں کی مار
سنت جوں طعنے بدوں کے بے شمار
چھوٹے نالے اسطرح ہیں بہ رہے
تھوڑے سے زر سے نیچ جیسے بڑھ چلے
جل زمیں پہ پڑ کے یوں گدلا ہوا
جس طرح سے جیو مایا میں پھنسا
قطرہ قطرہ کر کے یوں جھیلیں بھریں
نیکیاں نیکوں میں جیسے جا گریں
جانب بحر اس طرح دریا چلا
وصل جیسے برہم میں ہو جیو کا
گھاس سے سر سبز ہے ساری زمیں
ڈھونڈھتے ہیں رستہ ملتا نہیں
جسطرح بحثوں میں اگیانی رہے
اور نہ رستہ گیان کا ہی کچھ ملے
اس طرح ٹراتے ہیں مینڈک بڑے
جیسے پنڈت وید پڑھتے ہوں کھڑے
برگہائے نو سے ہیں اشجار نو
جیسے سالک پر کھلیں اسرار نو

ہو گئے خشک اسطرح آکھ اور جواس
جیسے اچھے راج میں دشٹوں کا ناس
خاک کا ملتا نہیں اب یوں پتا
دھرم جوں غصے سے ہو جائے ہوا

زیب دیتی یوں زمیں ہے دھان سے
جیسے فیاضوں کی دولت دان سے
شب کو ہیں جگنو چمکتے اسطرح
جمع اربابِ ریا ہوں جس طرح
اسطرح کھیتوں سے پانی بہ چلا
جوں نہیں روکے سے رکتی فاحشہ
کھیت کی کرتے نلائی ہیں کسان
دل سے جوں سالک نکالیں اگیان
چکوا چکوی اب نہیں ملتے کہیں
جیسے کلجگ میں دھرم ملتا نہیں
شور میں اگتی نہیں گھاس اسطرح
کامنا گیانی کے من میں جسطرح
جیو جنتو یوں زمیں پر بڑھ گئے
جیسے اچھے راج میں پرجا بڑھے
تھک کے بیٹھے ہیں مسافر یاں وہاں
جسطرح سے گیان پا کر اندریاں
منتشر بادل ہوا سے یوں ہوئے
خانداں جیسے کپوتوں سے مٹے
دن میں سورج کی کبھی ہے روشنی
گاہ تاریکی ہے ابر تار کی
جسطرح ستسنگ میں ہوتا ہے گیان
اور بُروں میں آدمی کھوتا ہے گیان

ختم اے لچھمن ہوئی برسات سب
ہے شرد رت کی صفا مطلع ہوا اب
کانس پھولی ہے بنوں میں اسطرح
ہو گئی برسات بوڑھی جس طرح
خشک رستے ہو گئے اگلا اگست
جوں قناعت سے طمع ہو خشک و پست
صاف دریاؤں کا پانی یوں ہوا
جہل جیسے قلبِ صافی کا گیا
خشک تالاب و زمیں سب ہو گئی
سوکھ جائے گیان جوں طالب وسی
آ گئیں کھنجنیں پا کے مطلع پر صفا
پن موقع پا کے ہو جوں رونما
سوکھی کیچڑ صاف ہیں رستے تمام
دورِ شاہِ نیک میں جوں انتظام
آب کم میں یوں تپاں ہیں مچھلیاں
جیسے گرستی دار مفلس بے گماں
صاف ہے مطلع نہیں بادل کہیں
جیسے خواہش بھگت کے دل میں نہیں

شاد و ناشاد سب ہے یہ بارش کا حال | جیسے لاکھوں میں ہوں گیانی خال خال
شاد و ناشاد مرد و زن ناخوش ہیں گدا | سب نے خوش خوش رستہ دوری کا لیا
جسطرح سے چاند شرمی یہاں | خوش ہوں بھگتی پا کے جیسے دھرم وان

گہرے پانی میں یوں خوش مچھلیاں | جوں ہری کی لے شرن کوئی یہاں
حوض میں زیبا کمل ہیں اس طرح | بے ہم نرگن میں سگن ہو جس طرح
کر رہی ہے شور مچھندروں کی قطار | زمزمے کرتے ہیں طائر خوشگوار
پیاس سے مضطر چکوا اب یوں ہوئے | سکھ نہ جوں شیو کے مخالف کو ملے
چکوے اور چکوی کو ہے شب ناگوار | جیسے دولت اور کی حاسد کو خار
دن کی گرمی یوں گئی نکلا جو ماہ | جیسے دیکھے سنت کے جائیں گناہ
دیکھتے ہیں یوں چکور ہیں چاند کو | بھگت کو ایشر کی جیسے چاہ ہو
مچھر اور پسو گئے سردی میں یوں | تاس ہر بھگتوں سے اعدا کا ہو جوں
یوں نہیں کیڑے مکوڑے کوئی اب | جاتیں جیسے گرو ملتے شبہات سب

آہ لچھمن ختم گرمی ہو چکی | ہو چکی برسات ساری ہو چکی
نصف سے بھی کچھ سوا گزری شرد | کی نہ کچھ سگریو نے لیکن مدد
اس کو کیا تکلیف در ہجر کی | بے تکلف راج گدی مل گئی
ہے ہوس کا اور شہوتوں کا غلام | بھول کے انہیں سب بھلایا میرا کام
رہتا ہے محلوں میں مشغول طرب | یاد بھی مجھ کو نہیں کرتا ہے اب
بین سے جاں بالی کی لی جس تیر سے | اس سے ہی ماروں گا میں اس کو تان کے
سوچے لچھمن آج ہیں غصے میں رام | خود کماں لے کر اٹھے با اہتمام

بولے پمپاپور میں جاتا ہوں ابھی
مسکرا کر رام بولے واہ وا
ہیں جو لیں غصے سے ذرہ بھر نہیں کام
سب یہ کرتا ہوں دیا[1] جائے غضب
مطلب اتنا ہے کہ پمپا پور جاؤ
جس سے وہ تا صد روانہ کچھ کرے
جب نشاں اس کا کہیں میں پاؤنگا
جاؤ اور سگریو کو سمجھاؤ تم

پھونک دوں دارالخلافہ تو ابھی
بھائی لچھمن میرا مطلب یہ نہ تھا
جل اٹھیں یہ کائناتوں کے نظام
اور مری کرپا کے طالب ہیں یہ سب
اور ڈراوا جا کے راجہ کو دکھاؤ
کھوج سیتا کا کہیں ہم کو ملے
کال[2] کو بھی جیت کر لے آؤنگا
ساتھ اپنے اس کو بس لے آؤ تم

رام لچھمن کی ہوئیں باتیں ادھر
کیونکہ وہ رگھناتھ جی کے داس ہیں
کنج تنہائی میں سمجھانے لگے
ہائے ہیں نے بن کے تشنہ کا غلام
گیان چھوڑا میں نے اگیانی بنا
اب سزا کیا دیکھئے دیتے ہیں رام
جاؤ ہنومنتا بندروں کو تم بلاؤ
کہہ دو سب سے کھوج سیتا کا کریں
سنکے یہ ہنومان تو باہر چلا

جانتے ہیں ہنوماں نے وہاں بسر
اور من سے انکے ہردم پاس ہیں
راجہ صاحب دل میں پچھتانے لگے
دل سے اپنے آجکل بسرا ہے رام
پاک ہوکر پھر پلیدوں میں ملا
میں نے سب دل سے بھلایا انکا کام
اور سیدھی کوہ پر بستن پہ آؤ
گھر سے چل کر جب ہمارے پاس آئیں
اب ادھر کا گوش سنیے ماجرا

آئے لچھمن پاس پمپاپور کے
بولے اُن سے جا کے راجہ سے کہو

راہ میں سگریو کے نوکر ملے
پھونکتا ہوں آج تیرے شہر کو

[1] رحم [2] موت

بھاگ گئے نوکر جان لے لے کانپ کر | جا کے کی سگریو کو اس کی خبر
سن کے یہ سگریو یوں گھبرا گیا | آ گئے آنکھوں کے اندھیرا آ گیا
جسنے لی بالی کی جاں اک تیر سے | بخشتا ہے وہ بھلا کیونکر مجھے
بھیجا انگد کو بلا تاخیر کے | لکشمن کی پیشوائی کے لیے
وہ ہوا پیرنام کرکے انکے ساتھ | راج دھانی میں لے آیا ہاتھوں ہاتھ
سرو قد تعظیم کو راجہ اٹھا | ہاتھ باندھے اور یہ لچھمن سے کہا
آہ بیشیوں سے نہیں کوئی شراب | اپنے منیوں کو بھی ہو یا اجتناب
میں ہوں کیا ایک بوزنہ بے عقل محض | جانتا ہوں سب کی کرنی القا محض
کیا تعجب ہے جو ان میں پھنس گیا | آپ کی مایا میں بھگت ہیں تجھے چھپا
عجز کی باتیں جو لچھمن نے سنیں | رحم آیا اور ہٹی چین جبیں
حال پھر انگد نے سگ کا سب کہا | قاصدوں کو لینے ہنومنت گیا
الغرض ہر اک کو اپنے ساتھ لے | سوئے پربت شری لچھمن چلے

کر رہے تھے رام بیٹھے انتظار | پہنچے لچھمن اور سگریو ایک بار
پاس آ سگریو قدموں میں جھکا | باادب کر جوڑ ہاتھ اسنے یہ کہا
راجی میرا نہیں ہے کچھ قصور | آپ کی مایا ہے شہرہ دور حضور
وہ ہے گانٹھ اسکی نہیں ہے ٹوٹتی | آپ چھڑوائیں تو ہے یہ چھوٹتی
دیوتا سدھ اور بشر ہیں کام بس | میں تو اک حیوان ہوں اے فریادرس
پھر جو میں لذات دنیا میں پھنسا | کیا قصور اے راجی اس میں مرا
جسنے یاں تیر نگاہ نازنیں | سینۂ پرعشق پر کھایا نہیں
پاکر جو غیظ و غضب کی شب ہے آہ | جاگتا رہتا ہے کرکے نگاہ

میں نہ مانوں گا اسے انسان رام — آپ کی مانند ہے وہ لا کلام
کام کرودھ اور لوبھ اے بھگوان کب — دور سادھو جن سے ہوتے ہیں سب کے سب
یہ چھٹیں بھی گر تو بس اے رام چھٹیں — آپ ہی بھگتوں پہ جب کرپا کریں
رام جی سگریو کے طرفہ سخن — سن کے ریجھے اور بولے یہ بچن
تو بھرت کیسطرح پیارا ہے مجھے — لیک اے سگریو لازم ہے تجھے
جسطرح ہو کھوج سیتا کا لگائے — اور خبر آ کر مجھے جلدی سنائے

سیتا کا پتا ملنا

ہو رہی تھیں جبکہ یہ باتیں یہاں — آ گئے سب ریچھ بندر ناگہاں
فوج تھی یا ایک بحر بے کنارہ — آدمی سے جس کا ناممکن شمارہ
بھر گیا کوہ اور داماں بھر گیا — چیز کیا داماں ہے میداں بھر گیا
جس کی تھی جتنی رسائی نگاہ — دیکھتا تھا ایک دریائے سیاہ
اور وہ دریا کہ ہو اُمڈا ہوا — موج افزا شور افزا واہ وا
اس طرح گو فوج لا محدود تھی — پر سنو بات اک اچنبھے کی نئی
کوئی بندر اور ریچھ ایسے نہ تھے — خبر جن کی نہ پوچھی رام نے
یا نہ کی ہو جن پہ کرپا کی نظر — بھگت اپنا داس اپنا جان کر
گر نظر اے مہر کیجے غور کی — بات اس میں کچھ تعجب کی نہ تھی
رام ہیں چت روپ اور ذات بسیط — کل جہاں کی کل ہی چیزوں پر محیط
کیا عجب یوں گر ملے ہر ایک سے — اور نہ اپنی جا سے وہ مطلق ہلے

مل چکے اس طور سے جب سب سے رام
یوں کہا سگریو نے اٹھ کر کلام

بندروں اور ریچھ ہیروں پاس سے جاؤ
جس طرح ہو کھوج سیتا کا لگاو

چھان ڈالو دشت میدان و چمن
کوہ و صحرا کھیت دریا اور بن

ہیں اسے سمجھونگا نوکر کام کا
آئیگا جو کام کر کے رام کا

جنم کا پھل سوچیئے تو ہے یہی
آدمی سیوا کرے رگھوناتھ کی

تن سے من سے دھن سے انکا ہو رہے
یوں ہو انکا۔ کام اپنے چھوڑ دے

دھنیہ وہ ہیں بھولے جو سب کام ہیں
رکھتے بس ہردے میں اپنے رام ہیں

جاوا ے میرے عزیزو یاں سے جاو
اور مہینہ بھر کے اندر واپس آو

پھر کے گر تم آئیے بے نیل مرام
پھانسیاں دونگا میں سب کو لا کلام

کہکے یہ چن لیں کچھ ایسی ٹولیاں
تھا بھروسہ جن پہ بے وہم و گماں

کچھ تو بھیجیں غرب میں کچھ سوئے شرق
اور کچھ اُتر چلیں فکروں میں غرق

راکشس تھا چونکہ دکھن میں گیا
اس طرف بھیجا انہیں جن پر کہ تھا

اعتماد اور اعتبار اپنا اٹل
جاموَنت انگد ہنومت نیل نل

تھا ہنومت پر بھروسہ رام کا
خادم دیرینہ ۔ نوکر کام کا

دی الگ لیجا کے اس کو چلتی بار
ہاتھ سے اپنے انگوٹھی خود اتار

دست شفقت سر پہ پھیرا اور کہا
گر نشاں ہے سیتا کا تم کو مل گیا

تو نشانی میری یہ دینا اُسے
اور یہ کہنا مطمئن دل میں رہے

مجھکو لے پیاری کہاں ہجر انکی تاب
آن کر آزاد کرتا ہوں شتاب

ہو کے رخصت ریچھ اور بندر چلے
بستیوں کے باہر اور اندر چلے

چھان ڈالے کوہ و دریا اور دشت
دیکھے داماں اور کیا میداں گشت

اسطرح پھرتے پھراتے سب آ رہے
ملک سگریو کے پیچھے چھانتے

جاموَنت انگد ہنومت نیل نل
کوہ پربت کے دامن سے نکل

کوہ و میداں اور جنگل چھان کر
ساحلِ بحری پہ پہنچے آن کر

تھے نہایت ہی پریشاں سب کے سب
پھر رہے مہینوں سے بارنج و تعب

بیٹھے ساحل پر مگر تھا حال زار
سخت مایوسی سے سب کا دل فگار

بولا انگد سدھ نہ سیتا کی ملی
ختم میعاد اب ہوئی کی ہے ہوئی

رام کو ہم منہ دکھائیں کس طرح
جان راجہ سے بچائیں کس طرح

جب یہ باتیں اسطرح تھے کر رہے
آیا سمپاتی نکل کر کھوہ سے

گدھ تھا بوڑھا اک کوہ بلند
صورت مکروہ سب کو ناپسند

دونوں بازو اس طرح تھے پر کٹے
جیسے پربت کے کاٹے اندر نے

آیا وہ ان کی طرف منہ کھول کر
اور یہ بولا جاؤ گے بچ کر کدھر

تھا کئی دن سے میں بھوکا مر رہا
آج گھر بیٹھے مجھے کھانا ملا

ریچھ و بندر دیکھ کر اسکو ڈرے
اور پھر انگد ان سے یوں کہنے لگے

ایک تو یہ دشٹ آتا ہے یہاں
اک جٹایو بھگت سجن تھا وہاں

جس نے سیتا کے بچانے کے لئے
رام جی کے کام آنے کے لئے

تن بدن کی اپنے کچھ پروا نہ کی
زخم کھائے زخم کھا کر جان دی

گر بچے اس گدھ سے ہم سب جا رہیں
آہ ہمیں کھا جان سے بیزار ہیں

کام رگھبر کا نہ کچھ ہم سے ہوا
کچھ پتا ہم کو نہ سیتا کا ملا

گھر گئے تو جاں ہماری جائیگی
کہاں ہیں تسکیں میری جان پائیگی

سُن کے سمپاتی نے کھینچی آہ سرد
گویا دل میں اُٹھ رہا ہے سخت درد

پھر کہا رو کر بہ آواز حزیں
آفریں بھائی جٹایو آفریں

جاؤں میں قربان تیرے نام کے
کام آیا ہے تو بھائی رام کے

ہوگا سچ قول رشی بھی آج سب
میرے بازو کے بھی پر نکلینگے اب

بعد مدت میں اڑونگا چرخ پر
اور نشاں سیتا کا دونگا دیکھکر

قاصدان رام کے کام آؤنگا
جنم کا پھل آج میں بھی پاؤنگا

ختم یہ باتیں نہ ہونے پائی تھیں
دم کے دم میں پر نکل آئے وہیں

دیکھ کر حیران سب بندر ہوئے
راز اس سے پوچھنے یکدم لگے

بولا وہ بھائی جٹایو تھا مرا
اور ہم دونوں میں تھی مہر و وفا

دن جوانی کے تھے اور تن میں تھا زور
چشم کر دی تھی تکبر نے بھی کور

لاف زن خاطر میں کسی کو بھی نہ تھے
باندھ کر شرط ایک دن دونوں اڑے

تا کہ بے تکلیف و بے خوف و ہراس
پہنچیں اڑ کر خسرو خاور کے پاس

آشیاں سے اپنے دونوں ہم اڑے
دیکھنے سے بھی نظر آتے نہ تھے

لایا حدت کی جٹایو کچھ نہ تاب
اور وہ نیچے اتر آیا شتاب

ہیں نے گرمی کی مگر پروا نہ کی
بلکہ اکھٹا اڑ کے اونچا اور بھی

پوچھئے مت کیا مآل اس کا ہوا
جل گئے پر اور میں نیچے گرا

اک منی تھا ان پہاڑوں میں مقیم
دیکھ کر میرا وہ یہ حال سقیم

بولا بابا کبر کا کچھ تو نے پھل
ہو گئیں کیونکر مشکلیں اب تیری حل

یاد رکھ اور بھول مت میرا کلام
ہے سر مغرور نیچا ہی مدام

عجز و زاری میں نے کی اور یہ کہا
مجھ کو پھل میرے کئے کا مل گیا

آپ اب فرمائیں جو وہ میں کروں — کیا کروں مجبور ہوں ناچار ہوں
بولا اس ساحل میں رکھ اپنا قیام — رزق پہنچائیگا رزاق انام
قاصدان رام اک دن آئینگے — اور پھر تجھ کو جواں کرجائینگے
ورشنوں سے پنکھ نکلینگے ترے — تو بھی اونچا اڑکے انکے سامنے
ہر طرف اپنی نظر دوڑائیو — اڑکے سیتا کا پتہ بتلائیو
میں ہوں اس دن سے تمہارا منتظر — مہ پہ جوں رکھتے چکور اپنی نظر
اب اجازت ہو تو میں اوپر اڑوں — اور تم کو کھوج سیتا جی کا دوں
دیکھ سکتا ہوں میں شئے کو دور سے — دور بیں گدھ کی نظر مشہور ہے

یوں لا انگد سدھ ہونگے کام آج — نیکی اور پھر پوچھ پوچھ اے گدھ راج
دیکھتے کیا ہو کھڑے اونچے اڑو — اور نشاں ہم کو مہارانی کا دو
سنکے سمپاتی یہ ساحل سے اٹھا — کھول بازو پنکھ اپنے پھڑپھڑا
پھر لگائے ایک دو چکر بڑے — قاصدوں کی جیسے پر کٹا گرے
ہو لئے ہونے پھر وہ یوں اونچا اٹھا — آسماں پر چڑھ کے تارا ہو گیا
ایک نقطہ سا اب آتا تھا نظر — وسعت لا انتہائے چرخ پیر
واں نظر دوڑائی اسنے دور دور — وہ نظر جو کر نہ سکتی تھی قصور
دیکھ کر نیچے کا رخ اسنے کیا — اسطرح اترا چڑھا جس طرح تھا
کر رہے تھے نیچے قاصد انتظار — خوش خوش انکے پاس آیا بیقرار
اور بولا کام سمجھے ہو گیا — جانکی جی کا پتہ مجھ کو ملا

یوجنوں کا ہے یہاں سے فاصلہ[۱] — بحر میں لنکا جزیرہ ہے بسا

[۱] ایک یوجن چار کوس کا ہوتا ہے

راج دھانی راجہ راون کی ہے
شہر کے باہر فضا گلشن کی ہے

باغیچہ ہے اک اشوک کا یہیں
اک مکاں میں واں ہیں سیتا جی مکیں

یوجنوں کی مار سے جو بگدھ ہم فقن
بیٹھی وہ لنکا میں سہے رنج و محن

رام کا انجام سارا کام دے
جانکی کو رام کا پیغام دے

جو مجھے کہنا تھا وہ میں کہہ چکا
آگے جو ہے کام وہ ہے آپ کا

مجھ پہ کرپا کی نظر اب کیجئے
ہوتا ہوں رخصت اجازت دیجئے

کہہ کے سمپاتی نے یہ پرنام کی
کہتا چلا پھر جانا اُدھر کی راہ لی

جامونت انگد ہنومت نیل نل
بولے محنت ہوگئی اپنی سپھل

غنچۂ طبع فسردہ کھل گیا
جانکی جی کا پتہ تو مل گیا

لیکن اب رہتا ہے باقی یہ سوال
کس کی ہم میں ہمت ہے یہ تاب و مجال

یاں سے لنکا تک لگا کے جو چھلانگ
جائے اس حائل سمندر کو پھلانگ

ہاتھ نیل و نل نے کانوں پر دھرا
ہم سے طے ہوگا نہیں یہ مرحلہ

اور سپاہی جو تھے وہ بھی ڈرے
کس میں طاقت تھی کہ یہ ہمت کرے

بولا انگد میں چلا تو جاؤں گا
لیک واپس واں سے کیونکر آؤنگا

سر جھکا کر اپنا بولا رکچھ راج
آہ میں بوڑھا ہوا ہوں ورنہ آج

کیا کہوں تم کو دکھاتا اپنا بل
جو جوانی میں تھا میں ضرب المثل

روپ باون کا دھرا بشنو نے جب
تا بلی کو چھل کے لے لیں راج سب

اور ملا جب پر تو لینے کو زمیں
تب بڑھا وہ انتہا جس کی نہیں

میں نے پرکرمائیں کی تھیں سات بار
دو گھڑی میں لے ثبات بے قرار

۱؎ شیشم کی قسم کا ایک درخت

کہہ کے یہ ہنومان سے انگد وہ بولا بھائی ہنومنت تم نے چپ سادھی ہے کیوں
اٹھ رہا ہے کیا دل صادق میں جوش اور رہا کیے بیٹھے ہو اس کو خموش
تم یوں سست ہو بیٹھے جیسا ہی بل آج بھی ہے کل بھی تھا ہوگا بھی کل
کیا حقیقت بحر کی اے یار من تم اگر چاہو لنگھا دو اب وقت
یہ تو کیا اگر سست گنا ہو اس سے بھی پار دم بھر میں تم جاؤ ابھی
کون سا دنیا میں مشکل ہے وہ کام جس کو کر سکتے نہیں ہو تم تمام
رام کے کرنے میں کچھ کیا ہے اہم اور لیا ان کے لیے تم نے جنم
ہمت مردانہ لاؤ جوش میں ٹھٹکے کیا بیٹھے ہو آؤ ہوش میں

سن کے یہ کلام آیا دل میں جوش اور اس کے ساتھ ہی ہنومنت کو ہوش
شتاب سا تن ہوا اک بار اٹھ اپنی طاقت یاد آئی سربسر
جب لڑکپن کے زمانے میں کبھی اور وہ طاقت جسم میں جو پہلی تھی
پیڑ سے لیتے تھے رشیوں کو اکھاڑ ڈر کے مارے آنکھوں میں تھے اونچے پہاڑ
ہاتھ میں لیتے تھے اشجار و جبال اور گیندوں کی طرح دیتے اچھال
اک رشی کی آن سے جب ٹوٹ گئی کیونکہ پاکر بد دعا ایسے وہ بھی
جب تلک کوئی نہ یاد اسکو دلائے یاد زور اپنا نہیں ہرگز نہ آئے
ریچھ کی باتوں سے آئی یاد اب جسم میں موجود ہے وہ زور سب
یاد کر کے آئے ہنومنت ہوش میں ہمت مردانہ آئی جوش میں
قد بڑھا یوں جیسے ہو کوہ بلند سرخ رنگ رخ تھا نہایت دلپسند
خون رگوں میں انکی دوڑا زور سے شیر کی مانند گرجے شور سے
جے سری رگھناتھ سوامی تیری جے بحر میری آنکھ میں موری سا ہے

میں چھلانگ اس پر لگاتا ہوں ابھی
دیکھتا ہوں جہاں وہ اپنی جا میں
راون اور اسکی سینہ چیر کیا
حکم ہو تو لاؤں لنکا کو اکھاڑ
رام کی جسپر سے کر پا اور دیا
جاموتنت اب تو تجھے اتنا بتا
تو لا وہ کرنا ہے یہ لنکا میں جاو
جو رہا باقی وہ چھوڑو رام پر
سیدھ ہوتے ہیں یہاں انکے ہی کام

دم کے دم میں واپس آتا ہوں ابھی
لاؤں سیتا جی کو میں اگ ان میں
اندھ لاؤں گر اشارہ ہو ذرا
اور تر کوٹ اسکا طرف تر پہاڑ
اس سے ہو سکتا نہیں دنیا میں کیا
کام کیا کیا مجھ کو کرنا ہے بھلا
اور خبر سیتا مہارانی کی لاو
انکی حکمت کی انہیں کو ہے خبر
جو یہ سمجھیں ہیں کفیل کار رام

اوم تت ست

سندر کانڈ

ہنومان کا لنکا میں داخلہ

رام جی کا اپنے دل میں دھیان کر
زور باندھ آیا زمیں جھولا ہوا
کودنے اور دوڑنے وہ یوں لگا
یاں لگائی دوڑ کر اسنے چھلانگ
گاہ اس چوٹی پہ کودا وہ دلیر
دلدلوں میں چوٹیاں دھنسنے لگیں
کود کر اک اونچی چوٹی پہ چڑھا
وہ گئی پاتال میں با صد محن
شیر نر جس طرح کودے شور سے
یوں ہوا ہنومنت پھر راہ گیر

دیکھا ہنومنت نے ادھر گاہے ادھر
پیرنا کا دل میں ازبس جوش تھا
جوش میں جس طرح بچہ کھیلتا
واں گیا وہ ایک کھائی کو پھلانگ
گاہ اُس چوٹی پہ آیا مرد شیر
اور زمیں میں زور سے دھنسنے لگیں
اور جا کر واں قدم اسنے رکھا
خود لگائی یوں ہنومنت نے زقند
باز یا جس طرح جھپٹے زور سے
جوں کماں سے رام جی کی جائے تیر

دیکھکر ہنومنت کو جاتا ہوا
یاد ہے بھائی نہیں کچھ اپنا حال

بحر نے میناک پربت[1] سے کہا
مجھ میں جب آ کر پڑے تھے خستہ حال

[1] پہاڑ

پھر [illegible] پر تھا اُدھر کو [illegible] — دور تک پانی تھا نظر [illegible] ہوا

ہے وہ اُس وایو کا بیٹا آ رہا — دور لنکا کی طرف کو جا رہا

تم کو لازم ہے کہ تم اوپر اٹھو — کچھ سہارا دم لے کے دم [illegible]

سُن کے یہ احسان پون کا مانتا — [illegible] بیٹا [illegible] اوپر اٹھا

را نہ سمجھے اسکا سب مطلب ماں جی — [illegible] اسکو [illegible]

بولے دم لینے کی ہے فرصت کہاں — رام جی کا کام ہے درپیش یاں

دستِ شفقت کے یہ اُس پر رکھا — اور بڑھا ہنومان آگے جوں ہوا

دیکھتے تھے دیوتا اوپر کھڑے — اور اپنے دل میں حیران بڑے

تھی سفارت رام کی آسان کام — دشمنوں سے پُر تھی لنکا لا کلام

لینا چاہا امتحاں ہنومنت کا — زور کتنا کتنی ہے فہم و ذکا

بھیجا سُرسا کو جو تھی ناگوں کی ماں — وہ ملی آکاش میں کھولے دہاں

بولی۔ بندر تو ہے میرا ناشتہ — یوں ذقن مارے کہ حضرت اچھلا

جھک کے ہنومنت نے اُس سے نرم کی — اور کہا جلدی مجھے ہے کام کی

یوں ہی منہ کھولے کھڑی مت رہو — واپسی پر کھا لیو یا چھوڑ دیو

کہہ کے یہ جتنا تھا سُرسا کا دہن — اُس سے دُگنا کر دکھایا اپنا تن

منہ بڑھایا اُسنے اپنا چوگنا — اٹھ گنا ہنومان اُس سے ہو گیا

جب کیا سولہ گنا اُس نے دہن — اپنا ہنومنت نے گھٹایا تن بدن

گھس کے مُنہ میں کان سے باہر کو آ — یہ گیا ہنومنت بل اور وہ گیا

دیکھ کر حیران بہت سُرسا ہوئی — دیوتاؤں کو ہوئی از بس خوشی

جاتے جاتے جب رکی رفتار کچھ / سوچا ہنومنت نے یہاں اسرار کچھ
پر خطر ہے راستہ اس بحر کا / پھونک کر ہے یاں قدم رکھنا بجا
دیکھا اوپر پھر نظر نیچے جو کی / بحر میں چھپا یا گرہنی تھی پڑی
رشیچری کا اس جگہ یہ کام تھا / گزرے جو اوپر سے بر راہ ہوا
اپنی آنکھوں کی کشش سے اسکو واں / کھینچ کر لاتے تھے نیچے بیگماں
اور جو بدبخت نیچے گر گیا / راکشسی کا وہی لقمہ ہوا
تھا ہنومنت رام کا گیانی بھگت / من سے اپنے بولا غافل مت بھول
تن کے سایے کو رکھ اس سے دور تو / گیان کا اسکو دکھا نور و ظہور
سوچکر یہ گیان کی وہ دھارنا / اس پہ ڈالی ہو گئی وہ خود فنا
راہ میں آگے نہ تھا خوف و خطر / اترا ہنومنت آن کر اک کوہ پر
اس کا شوجی کا پرانا شاپ تھا / جو چڑھے ہو جائے وہ فوراً فنا
لیک تم کو یاد اسے سنتوں رہے / رکھیں جسکو رام مارے کون اسے

چونکہ کنج عافیت یہ کوہ تھا / اور محل اس جا نہ کوئی ہو سکا
یاں سے لنکا کا نظارہ خوب تھا / دیکھا ہنومنت نے نگاہیں ڈال کر
ایسا دیکھا کسنے ہے حسن حسین / دیکھیے تو حیران ہو مرد متیں
آسماں سا اسکے سب برج و فصیل / تاب کیا جو ہو سکے دشمن دخیل
دائیں بائیں دیکھیے یا پیش و پس / وسے رہے ہر سو ہیں پہرہ راکشس
بے اجازت تاب کیا جو کوئی آ سکے / اور پرندہ پر تک واں مار جا سکے
پھر خود لنکا کی ہے کھائی بنا / اور جزیرہ گنج تنہائی بنا
بیٹھا ہنومنت اور یہ فکر اسکو ہوا / شہر میں کس طرح کیجیے داخلہ

● سایے کو پکڑنے والی ؎ مقناطیسی زور ؎ آسمان کو چھونے والے

دن میں لنکا میں ہوا داخل جو میں
تو وہاں رکھوالے شہر سخت ہیں

جنگ ہوگی اُن سے بیری سخت تر
اور ملیگی کچھ نہ سیتا کی خبر

اس لئے تاریکیٔ شب میں چلو
چھپکے چھپکے تم پتا سیتا کا لو

ہوگئی جب رات تو ہنومت بلی
کرکے دھارن جسم چھوٹا سا خفی

ایک دروازے میں جا داخل ہوا
اور چھپکے چھپکے وہ اندر چلا

لنکنی تھی نشیچری بیٹھی وہاں
ہنسکے بولی تو چلا ہے او کہاں

پہرہ ہے لنکا کا میرا سے کوئی
[illegible]

سوچا ہنومت نے کہ راز افشا ہوا
کر چکا یا نشیچری نے غل ذرا

ایک تمنچا اس کے مارا تان کر
وہ گری اور گرکے اٹھی جلد تر

بولی آیا رام کا قاصد ہے تو
وہ نشانیں ہیں دیکھا انداز سے تیکو

شاپ تھا مجھ کو منوں میں نشیچری
ہو نہ سے درشن کے میری مخلصی

مدتوں سے کر رہی تھی انتظار
اب ہوا اُس کا تمنا بار دار

واہ واسنت سنگ تجھ کو مرحبا
آج کرتارتھ مجھے تو نے کیا

نشیچری سے میں بنی اب اپسرا
دم کے دم میں کیا ہوا ہے معجزہ

آؤ بھائی آؤ تم لنکا میں جاؤ
اور پتا واں جا کے سیتا کا لگاؤ

دشمنوں سے تم کو کیا خوف و خطر
رام حافظ ہیں تمہارے کس کا ڈر

رام جی کی جس پہ ہوتی ہے دیا
اس کو بیری بھی ہے پیارے ذرہ

زہر امرت اور ہیں عیار یار
آگ برف اور بحر اک چھوٹا سا غار

لنکنی کی ساتھ لے کر یہ دعا
پھر ہنومنت شہر میں داخل ہوا

ہنومان کی بھبھیشن سے ملاقات

شب کا تھا وقت اور عالم سو گیا تھا
ایک سناٹا وہاں چھایا ہوا

خواب میں سرمست تھے سب اک کشش
جس کو دیکھا اسکو سوتا پایا بس

نیند کے بس میں مزے تھی کائنات
محو آرام اس جگہ کل ذی حیات

سوچا ہنومنت نے کہ سیتا نہیں
ہو گی راون کے محل میں بالیقیں

سوچکر یہ دیکھتا باندر کو
پہنچا محلوں میں دوبارہ آئے تکو

جسم تھا از بس نہایت ہی خفی
کچھ نہ دربان کو خبر اسکی ہوئی

دیکھا محلوں کو کہ ہیں آراستہ
ہر طرح شائستہ و پیراستہ

بیش قیمت سنگ مرمر کے مکاں
اور پچی کاریاں ان میں عیاں

جابجا زر اور جواہر کی جڑت
جگمگاتے یوں مکاں کچھ پوچھ مت

ساز و ساماں سے بھرے کاشانے تھے
تھے محل یا وہ عجائب خانے تھے

جس جگہ پڑتی نظر تھی برملا
واں سے اٹھنا سخت مشکل کام تھا

ساتھ پائیں باغ میں گلبن کھڑے
اور حوض و نہر و فوارے بڑے

اک طلسم دلفزا ہر جا عیاں
کر سکے جسکا نہ کوئی کچھ بیاں

دیکھتا رنواس اور باغ و مکاں
پہنچا ہنومنت واں کہ راون تھا جہاں

راحت و آرام کا ہر جا تھا ساز
سب پلنگ استراحت پہ دراز

نوٹ - یہ ایک شعر سا چھپا یا گیا ہے اور [illegible] کے واقعات رہ جاتے ہیں [illegible] تشریح [illegible]

خواب میں سوتے تھے مرد اور زن
تھی زمیں خوابیدہ خوابیدہ زمن

کچھ پتا لیکن نہ سیتا کا ملا
دیکھ کر ہنومنت بہت حیران تھا

چھان ڈالے گرچہ محلوں کے مکاں
ہاتھ آیا پر نہ سیتا کا نشاں

چپہ چپہ کھونڈ ڈالی سب زمیں
لیک سیتا جی نظر آئیں نہیں

دل میں آ کر یاس نے ڈیرا کیا
آہ ہنومنت آ گئے تو نے کیا کیا

رام نے سونپا تھا مجھ کو اپنا کام
ہو سکا مجھ سے نہ اسکا انصرام

منہ دکھاؤنگا انہیں تو جا کے کیا
ایسی ناکامی سے مرنا ہے بھلا

یہ مکاں ہیں اور راون ہے مکیں
کیا عجب ہے پھر کہ یاں سیتا نہیں

آہ اے راون تری مکاریاں
تو نے سیتا کو چھپایا ہے کہاں

جیسے تو ہے آج دارائے زمن
ویسے ہی مشہور ہے در مکر و فن

چھل ہے راجاؤں کا مشہور زماں
اور تو راجاؤں کا راجہ بے گماں

نشچروں کا جھوٹ ہے مشہور آہ
اور ان جھوٹوں کا تو ہے بادشاہ

ہے انہیں محلوں میں سیتا بالیقیں
پھر پتا کیونکر مجھے لگتا نہیں

پھر نئے سر سے کروں اسکی تلاش
کوشش اوّل غلط ثابت ہو کاش

اہل ہمت کے لئے ناکامیاں
باعث تحریک ہوتی ہیں یہاں

سوچکر پھر دل میں یہ ہنومنت جی
یاں گیا اور واں کہاں ہے جانکی

مضطرب پھرتا تھا با رنج و تعب
ڈھونڈتے پھر محلات و در و ایواں

اس طرح جب مضطرب تھا پھر رہا
اک مکاں سے ناگہاں آئی صدا

خواب سے جیسے اٹھا ہے شاد کام
اور کوئی جپ رہا ہے رام نام

سنکے ہنومنت کو بہت حیرت ہوئی
اس میں پوشیدہ ہے کیا سرّ خفی

ارکتس کو سخت تر حیرت ہوئی / برہمن پہلے نہ آیا یاں کوئی
نشیچروں میں آدمی کا کام کیا / پھر وہ انساں بھگت سیتا رام کا
بھگت پر لیکن نظر جس دم پڑی / اپنی بھگتی جوش زن دل میں ہوئی
کرکے پرنام اسکی پوچھی خیریت / کسطرح آئے یہاں تم اے بھگت
حال اپنا سب کا سب مجھ سے کہو / اے برہمن دیوتا تم کون ہو
دل گواہی دے رہا ہے یہ مرا / بھگت ہو تم اور مرد باصفا
دین بندھو رام جی کے داس ہو / کرکے کرپا آئے میرے پاس ہو
عبد خالص جلوۂ معبود ہے / اس کے درشن سے بھلا مقصود ہے
گھر پوتر آکر ہمارا کر دیا / مرحبا اے بھگت تم کو مرحبا

حال اس سے سب ہنومت نے کہا / کام کیا کرنا ہے مجھ کو رام کا
کس طرح پھر اس میں ناکامی ہوئی / کسطرح ڈھونڈھی نہیں سیتا ملی
نشیچروں کی ہے یہ لنکا سرزمیں / کوئی یار اس جا نظر آتا نہیں
ڈھونڈھنے میں کچھ مدد جس سے ملے / جو سہارا پاس وہ مایوسی میں دے
نام سنکر آپ کے منہ رام کا / اور سمجھ کر بھگت دل میرا کھچا
یاں مرے آنیکا ہے بس یہ بناو / جانکی جی کا پتہ مجھکو بتاو
تاکہ ہو کر سرخرو واپس پھروں / رام کو جاکر نشاں سیتا کا دوں
کر رہے ہیں واں وہ یا مے انتظار / اور میں یاں پھر رہا ہوں زار و خوار
ہوگئی یہ کہتے کہتے چشم تر / دل میں الفت نے دکھایا یہ اثر

چوٹ سنکر دل پہ نشیچر کے لگی / اور بھگتی جوش زن دل میں ہوئی

وقت واں ساعت ہم کو جو گزری سبک　　پہرا [illegible] یہاں پر جیسے ٹھیری کچھ
آخرش باتوں میں ہنومان نے کہا　　اب تو یارانی کا تجھ کو [illegible] بتا
تاکہ میں لے سیتا کے پاس جاؤں　　[illegible] پتا [illegible] نہیں جو کر سناؤں
صبح جائیگی و گر نہ رات سے　　اور [illegible] سے جانے میں ہو گئی پیش و پس
سب کہانی پھر بھبیشن نے کہی　　کس طرح راون نے قید کی تھی ہری
کس طرح لنکا میں لایا ہے جب　　اور اشوک کے ان میں بن میں رکھا
باغ میں [illegible] تھا کس طرح　　اور سیتا کو ستاتا کس طرح
اس طرح لے کر بھبیشن سے پتا　　اُٹھ کے ہنومنت باغ کی جانب چلا

سیتا مہارانی کے درشن

نور پھیلا صبح صادق کا یہاں　　اور ہنومنت باغ میں پہنچا وہاں
باغ تھا مانند فردوس بریں　　کس نے ایسا باغ دیکھا ہے کہیں
خوشنما وقت سحر اشجار تھے　　تازہ تر ہر ایک میں برگ و بار تھے
رنگ کے ہر رنگ کا گل میں ظہور　　اور خوشبو کا ہر اک جانب وفور
رنگ سے ان کے فزوں نور بصر　　بوستاں تازہ تر و باغ پر ثمر
جا بجا چشمے رواں اور آبشار　　جا بجا حوض تھی طرفہ تر بہار
صاف اور ستھری نہیں کیونکر [illegible]　　تشنگی دل کو کریں جو بر طرف
دونوں جانب سرو استادہ کھڑے　　[illegible] سے دار [illegible] کھڑے
وہ چمن بندی نہ جائے کچھ کہا　　باغ کیا خود گلشن فردوس تھا

ٹھنڈی ٹھنڈی چل رہی تھی بادِ سحر　　جھکا ہر پیڑ کا سجدے سر بسر
چہچہاتے ان گل و شاخوں پہ طیور　　کر رہے تسبیح خوانی دور دور
رفعِ تاریکی سے گویا شاد ہیں　　صبح کو دیتے مبارکباد ہیں

روئے نیچر پہ تھی یہ شگفتگی　　آمد آمد میں ہر شے کے وقت کی
دیکھ کر تا جانکی بھی شاد ہوں　　اور بندِ رنج سے آزاد ہوں
ہر طرف ہنومت لگا پڑتالنا　　پہنچا آخر واں کہ جس جا تھی سیا
کر کے درشن سر جھکا پرنام کی　　پیدا ہوئی تھی دل کی تمنا کیا ترقی
جانکی کا رنگِ رخ پژمردہ تھا　　پھول نازک جس طرح مرجھا گیا
سوکھ کر کانٹا ہوا زیبندہ تن　　جیسے کھینچے ہیں بہت رنج و محن
جسم لاغر اور نہایت رنگ زرد　　درد دل میں اور لب پر آہِ سرد
جیسے برسوں کا کوئی بیمار ہو　　اور اسے جانکاہ سا آزار ہو
ہاتھ پہ دھرے عارضِ نازک تھے　　پاؤں کی جانب نظر نیچی کئے
اک شجر کے سایہ میں با صد الم　　پاس ہیں بیٹھی بنی تصویرِ غم
جسم ہنومت نے بنایا تھا خفی　　کچھ خبر اس کی نہ سیتا کو ہوئی
لیکن اس نے دیکھا حال جانکی　　دل پھٹا بے ساختہ اور آہ کی
آہ راون تیرا دل الماس ہے　　دیکھتا تو ہے سیتا پاس ہے
اور کلیجہ تیرا پھٹ جاتا نہیں　　رحم اسے بے رحم کیوں آتا نہیں

دل میں ہنومت[1] کے تھے یہ خیال　　آیا راون واں بصد جاہ و جلال
تاجِ شاہی فرق پہ سر پر چھترا　　لیے بہا بھیں لباسِ فاخرہ

۱؎ وشنو کا قاصد

سب پہ نم کرتے ہو کرپا اور دیا　　کیا قصور ایسے راکھی مجھ سے ہوا
جو نہ سُدھ لی آن کر اس حال میں　　جان میری ہے پڑی جنجال میں
بھگت بتسل[1] تم ہو مشہور جہاں　　بار میری آئی تو اب ہو کہاں
آئیے اور کیجئے مجھ کو رہا　　اے دیا مے غم نہیں جاتا سہا
پتھروں سے آہ پُر ہے آسماں　　کاش نکلے یہ گریں چنگاریاں
آگ اس بن کے درختوں میں لگائیں　　اور چتا بن کر یہ میرا تن جلائیں
سرخ برگ و بار ہیں یاں سرخ پھول　　پھونک دیں مجھکو یہیں ہوں ان میں شمول
ہے پران اگنی[2] بدن میں جل رہی　　کیوں نہیں سب تن بدن آ پھونکتی

داستان غم جو ہنومنت نے سُنی　　سن کے بیچارے کی چھاتی پھٹ گئی
سینۂ پُر رنج میں اُٹھا دھواں　　آتش غم نے جلائیں استخواں
درد سیتا سے ہوا یوں دلفگار　　دیکھنا ممکن نہیں تھا حال زار
اوٹ میں سے رام کی انگشتری　　پھینکی سیتا تھی جہاں بیٹھی ہوئی
جانکی کا دل نہایت خوش ہوا　　ہو گئی مقبول منہ مانگی دعا
تو شجر سے ایک چنگاری گری　　میرے جل جانے کی تیاری ہوئی
دیکھے ۔ تو ہے رام کی انگشتری　　وا یہ جو اُن کی انگلی میں رہی
راج سورج بنس کا طرفہ نشاں　　پاس راجا ہی کے جو ہونگیاں
دیکھتی تھی جانکی حیراں کھڑی　　دیکھ کر دل میں تھی حیرانی بڑی

یہ انگوٹھی کسطرح آئی یہاں　　پنچھیوں کا چھل ہو ۔ ممکن ہے کہاں
کس میں یہ طاقت ہے کس میں اتنا بل　　رام جی سے کرسکے اسطرح چھل

[1] بھگتوں پر مہربان　[2] حرارت غریزی ۔

نشیچروں کی اُس سے پایا کب جلی
آپ جو بھگوان سے ہے مایا[۵] ہی

جعل سے لینے یہ کوئی پایا نہیں
راکشس کوئی چرالا یا نہیں

نقل ہو ممکن ہے کب انگشتری
یہ سدا رگھبر کی انگلی میں رہی

راج سورج بنس کا ہے یہ نشاں
ہو جدا انگلی سے ممکن ہے کہاں

ہاں کسی کو آپ دیں رگھبیر جی
نقل اسکی پہ اُترکس سے سکی

اس کا ہیرا ہیرا ہے جانا ہوا
اُس کا ثانی بن سکا کب دوسرا

الغرض یہ نقل ہو سکتی نہیں
اصل ہی ہے اس میں مطلق شک نہیں

نشیچروں سے جنگ ہے بیر رام کی
بن میں اکثر بار ہے ہوتی رہی

اُسے دل بدبخت آیا کیا خیال
جلد تر تو اُسکو خاطر سے نکال

کون ہے جو رام کو رن میں گرائے
اور انگوٹھی اسطرح سے چھین لائے

مرد میداں رام جی سا کون ہے
اُن کو جیتے ایسا جودھا کون ہے

فکر کا یوں تھا سمندر بے کنار
اور وہ پاتی نہیں تھی وار پار

دیکھنے حالت رہے ہنومان جی
یک بیک دیکھے نہ مجھ کو جانکی

یک بیک جانے نہ قاصد رام کا
اس میں ہی ہے بہتری اس میں بھلا

سوچکر یہ اوٹ میں بیٹھے ہوئے
نام منہ سے رام کا جپنے لگے

گائے گن میٹھے سُروں میں رام کے
اور بھجنوں میں چرت انکے کہے

کان میں سیتا کے امرت رس پڑا
اور نہایت پریم سے اسنے سُنا

بولی آخر اے بھگت گن تو سُنے
ہو کے ظاہر مجھ کو درشن دیجیے

ہے تمہارے گان میں امرت بھرا
اور سُنائی تم نے جو مجھ کو کتھا

ہو نہیں سکتا ہے یہ ہر ایک کا کام
تمکو پیارے ہے جان اور دل سے ہیں رام

[۵] مایا کا ایک ٹکا نہیں ہنومان ست مشہور ہے

تم شری رگھبر کے سچّے ہو بھگت — اپنا منہ ہرگز چھُپاؤ مجھ سے مت
ایک یا آدھی گھڑی سجن کا سنگ — پاپ کھو دیتا ہے سارے بے درنگ

سُن کے یہ اُترا شجر سے وہ بلی — جانکی کو ڈنڈوت[1] پیر نام کی
باندھ کر پھر ہاتھ اور ہو کر کھڑا — بولا ماتا دُوت ہوں میں رام کا
میں ہی لایا رام کی انگشتری — تاکہ تم کو ہو یقیں اے جانکی
دیکھا سیتا نے جو بندر کو کھڑا — سخت حیرت میں ہوئی وہ مبتلا
کسطرح بندر ہوا انساں کا یار — حال ہنومنت نے کہا تفصیل وار
رام کی سُگریو سے وہ دوستی — بندروں کی وہ تلاش جانکی
خوش نصیبی اپنی آخر میں کہی — کامیابی یعنی مجھ کو ہی ہوئی
سُن کے سیتا کے یقیں دل میں ہوا — اسکا دل ہنومنت کی جانب کھنچا
اس جہاں میں دل کو دل سے راہ ہے — بھگت کو دل سے بھگتی کی چاہ ہے
جان کر بھگت اسکو اُلفت یوں بڑھی — جسطرح دریا میں طغیانی ہوئی

بولی ہجراں بحرِ طوفاں خیز تھا — اے ہنومنت تو مجھے کشتی ہوا
مجھ سے دونوں بھائیوں کی خیریت — کہہ کے آئے جان میں جان ای بھگت
کہہ کہ مجھکو بھی کبھی کرپا ندھان — یاد کر لیتے ہیں داسی[2] اپنی جان
دل بہت ہی نرم ہے رگھبیر کا — مجھپہ سختی آہ کیوں رکھی روا
نرم و شیریں ہے بہت انکا کلام — ذکر میرا بھی کرتے ہیں رام
آہ ان کا نرم و نازک شیام[3] تن — میرے آگے ہوگا کب جلوہ فگن
بھول کیوں مجھ کو گئے رگھبیر جی — کیا قصور اور کیا خطا مجھ سے ہوئی

۱ سجدۂ زمیں بوس ۲ خادمہ ۳ سانولا۔

رام جی سب پر ہیں یکساں مہرباں
مجھکو پھر بھولے ہیں کیوں شاہِ زماں

آہ اسمیں انکی کیا تقصیر ہے
میری ہی کوتاہیٔ تقدیر ہے

میں نے اُن کے حکم کی پروا نہ کی
بات لچھمن کی نہ کانوں سے سُنی

ورنہ کیوں رگھبیر سے ہوتی جُدا
اے نصیبہ تجھکو اب کوسوں میں کیا

کہکے یہ سینے میں یوں پریتی[1] بڑھی
جانکی بے حال ہو رونے لگی

جانکی کا دیکھکر یوں حالِ زار
ہو گیا ہنومنت کا سینہ فگار

بولا دونوں بھائی یوں ہیں دُکھی
لیک تیرے دُکھ سے رہتے ہیں دُکھی

یوں نہ اسے ماتا کبھی مغموم ہو
تجھ سے دُونی ہے محبت رام کو

جب چلا تھا تو دیا تھا یہ پیام
تیرے ہجراں سے مخالف سب ہیں کام

دن ہے میری آنکھ میں تاریک رات
شب شبِ محشر ہے اے نیکو صفات

روشنی ہے چاند تارے میں کہاں
مجھ پہ یہ برسا رہے ہیں بجلیاں

ابر سے جب جسم پر بوندیں گریں
مجھکو تپتے تیل کی بوندیں سی تھیں

جس شجر کے زیر سایہ میں گیا
سانپ کا سا سانس ہے واں کی ہوا

برگ تازہ نیشتر ہیں بہر جاں
اور گل ہیں آگ کی چنگاریاں

ساتھ تیرے پھل مجھے امرت سے تھے
زہر کے اب گھونٹ وہ سب بن گئے

کس کو میں اپنا سناؤں حالِ زار
کوئی مونس ہے نہ کوئی غمگسار

دل مرے پہلو میں مثلِ یار تھا
وہ کبھی کا ساتھ تیرے جا چکا

ہمدم و ہمراز اب کوئی نہیں
ہائے تنہائی ہے اب اور میں حزیں

سُنکے یہ پھر جوشِ اُلفت یوں بڑھا
چشم تر سے اور دریا بہ چلا

[1] پریم یا عشق

بولا ہنومنت ہونداے ماتا عجیں — کچھ تیری رگھبیر کو دُرلبھ[له] نہیں
لاو لشکر ساتھ لیکر آئیں گے — اور تجھے اس باغ سے لیجائینگے
یہ سبھ رو راکشس ہیں کالی رات — مہر روشن رام ہیں عالی صفات
ان کا جب لنکا میں جم جیالا ہوا — ایک بھی ان میں نہ رہنے پائیگا
مجھکو حکم افسوس اے ماتا نہیں — ورنہ لیجاؤں اُٹھاکر اب یہیں
راکشس دیکھینگے حیراں سب کھڑے — کس میں بل ہے روک جو مجھکو سکے
قدوقامت دیکھ اس کا جانکی — اپنے دل میں سخت تر حیراں رہی
پوچھا آخر رام کے لشکر میں کیا — ہے تمہارا ہی سا قد ہر ایک کا
ریچھوں کے قدوقامت ہیں بڑے — تم سے کب اس جنگ میں پورے پڑے
تم سے اے بھائی لڑائی ہو چکی — میری قسمت آزمائی ہو چکی
میں ہوں اور میرے لئے یہ قید سخت — مجھکو لایا ہے کہاں افسوس بخت
مسکرائے سنکے یہ ہنومان جی — قد بڑھایا تاکہ دیکھے جانکی
اب جو دیکھا تو تھا ایک کوہ بلند — جسکو دشمن سے نہ کچھ خوف وگزند
جانکی کو دیکھ کر ڈھارس ہوئی — دل میں آیا چین اور ہمت بندھی
پھر کیا قد پہلا سا ہنومان نے — اور کہا ہے بھوک اے ماتا مجھے
حکم ہو تو باغ کا چکر لگاؤں — توڑکر کچھ پھل درختوں سے کھاؤں
جانکی خوش ہوکے یہ بولی کہ جاو — پھل ہیں کیا توڑو درخت اور خوب کھاو

لنکا دہن

اسطرح سے پاکے حکم جانکی — پھل وہاں کھانے لگا ہنومنت بلی

له مشکل

قدرتاً بندر کا چنچل ہے سبھاؤ
کیا لگاڑا اس کو کیسا اور کیا بناؤ

کھا چکا تو اسنے با آواز سخت
توڑیں شاخیں اور بہت توڑے درخت

مارنے کو اس کے رکھوالے جو آئے
اُسنے مُکّے مار کر وہ سب گرائے

ہاتھ میں لے ایک موٹا سا تنا
اسطرح دربانوں کو اُسنے گھڑا

بھاگتے ہی واں سے سب کو بن پڑی
اور دُہائی جا دی راون پہ دی

ایک بندر باغ میں ہے آگھسا
اُسنے کر رکھی ہے واں محشر بپا

توڑے پہلے تو شجر اور پھر شجر
پھر جُھکا وہ ہم سبھوں پر آن کر

مارے مالی اور مارے پہرہ دار
آپ خود دیکھیں ہمارا حال زار

کیا کہیں اسے ناتھ ہمکو ہے یقیں
دیوتا ہے وہ کوئی - بندر نہیں

بولا اک راون کا بیٹا ذی وقار
جسکو سب کہتے تھے واں اکشے کمار

ایک بندر اور تم سب راکشس
اور پھر یوں بھاگتے آئے ہو بس

جاؤ نامردو یہاں سے بھاگ جاؤ
جاؤ اور پھر آکے صورت مت دکھاؤ

کہہ کے یہ اُٹھا وہ اور جودھا اُٹھے
بھاگتے سب باغ کی جانب چلے

آتے دیکھے راکشس ہنومان نے
قہقہا یکدم لگا کر وہ ہنسے

پھر جُھکے ان کی طرف لے کر تنا
باغ میں شور فنا مچ گیا

ایک ہنومنا در بہت سے راکشس
کچھ نہیں دیکھا ملی سب بچش میں

مارا مار اک ایک کو گھایل کیا
اور وہ راون کا پسر مارا گیا

بھاگے مرنے سے جو باقی رہ گئے
شہر میں اس بات کے چرچے ہوئے

راج باغ میں ہے اک بندر گھسا
اسنے کر رکھی ہے واں محشر بپا

مارے مالی مار سارے پہرہ دار
مارے جودھا مارا ہے اکشے کمار

قتل لڑکے کا سنا راون نے جب   دل میں سخت اپنے ہوا وہ پیچ و تاب
بولا اندرجیت سے تم آپ جاؤ   اور اس بندر کو جا کر باندھ لاؤ
بانجیں لنکا رتھ پر جو ہوا کھڑے   گھیر نے ہنومنت کو جا کر لگے
پھر سنبھالا اپنا ہنومت نے تنا   بعض مارے بعض کو گھایل کیا
سنتریوں کو مار جب فارغ ہوا   تو وہ اندرجیت کی جانب جھکا
جنگ دونوں کی ہوئی واں اس طرح   مست ہاتھی لڑتے ہیں دو جس طرح
کھا کے مکا اندرجیت اکدم گرا   لیک سنبھلا اور سنبھل کر پھر اٹھا
دیکھا بندر ہے نہایت ہی قوی   یوں نہ ہرگز بس میں آئیگا کبھی
منتر پڑھ کر اسکے ماروں برہم بان   سوچ کر یہ کان تک کھینچی کمان
تیر لگتے ہی گرا ہنومت بلی   اور بیہوشی سی اسکو ہو گئی
ناگ پھانس اسنے سنبھالی اب ادھر   لے چلا ہنومان جی کو باندھ کر
نام جسکا صدق دل سے گر جپیں   جتنے ہیں سنسار کے بندھن کٹیں
دوت اسکا اور یوں باندھا وہ جائے   بات ایسی ہے سمجھ ہی میں نہ آسکے
سچ تو یوں ہے اپنی لیلا اور کام   جانتے ہیں اپنے بھگت لیکن ایک رام
پار مایا کا کسی کو کب ملا   یاں ہے عاجز عقل اور فہم و ذکا
ناؤ دیا جس پر کریں رگھبیر جی   پار اس ساگر سے ہوتا ہے وہی

راکشس ہنومنت کو باندھے ہوئے   لائے راون کی سبھا میں کھینچتے
جمع اک انبوہ تھا اس جا کثیر   مرد و زن بچے جوان فرتوت پیر
چونکہ مارے تھے بہت سے راکشس   دل میں کینہ بھر رہا تھا سب کے بس

تھا کوئی ہنومان جی کو کوستا گالیاں دیتا تھا کوئی برملا
کوئی لاتیں مارتا تھا آن کر کوئی ٹھوکر دیتا با سوز جگر
سہہ رہا یہ سب ہنومان بلی دل میں اس کے فکر تھی اس بات کی
رام جی نے مجھکو جو سونپا ہے کام مل کے راون سے ہو اس کا انصرام
سرخ رو لنکا سے میں واپس پھروں اور سبا رکبادجا کے انکو دوں
دیکھا راون نے جو واں ہنومان کو بولا وہ غیظ و غضب سے آگ ہو
کیوں رے بندر کون ہے تو سچ بتا یوں جو میرے باغ میں آ کر گھسا
مارے مالی اور مارے پہرہ دار مارے جودھا میرے اور اکشے کمار
کیا نہیں معلوم تجھ کو بے ادب آج عالم ہے میرا محکوم سب
تو نے گستاخی جو یاں آ کر ہے کی کس کے بل پہ تجھ سے وہ سرزد ہوئی

بولا ہنومنت کارخانہ دہر کا جس کے بل پہ ہے سدا سے چل رہا
جس کا بل پا کر ہے مایا ناچتی ہو جس سے ہے صور اور نام کی
جس کے بل پہ برہما وشنو اور مہیش کرتے سرجن[۵۱] پالن اور لے ہیں ہمیش
جس کے بل پہ شیش[۵۲] کل عالم کا بار اپنے سر پر دھر رہا ہے استوار
لے کے جو اوتار بہر رکشے زمیں مارتا ہے راکشس تجھ سے لعیں
جس نے توڑی ہے وہ شو جی کی کمان ہو نہ تجھ سے جسکے اٹھنے کا گمان
جس نے کھر دوشن کو مارا اے شقی اور مارا جس نے بالی سا بلی
جس کی ہر لایا ہے تو بن سے سیا اسکے بل پہ میں نے یہ سب کچھ کیا
جان اے راون مرے سوامی ہیں رام اور ان کا دوت ہوں میں لا کلام

۵۱ پیدائش حفاظت و فنائے عالم ۵۲ شیش ناگ ۔

میں تھا بھوکا باغ سے تیرے ثمر / میں نے بیشک کھائے تجھے کچھ توڑ کر
جانور کس باغ کے اندر نہیں / کون سے گلزار میں بندر نہیں
پھل جو یہ کھائیں تو کیا گھاٹا ہوا / عام دسترخواں ہے قدرت کا کھلا
حال یہ ہے۔ اسے تیرے باغباں / ہوگئے سب ہی مرے خواہان جاں
جان کسی کی لینی پھل کے واسطے / تو ہی مجھ سے کہہ کہ جائز ہے کسے
چونکہ ہر اک شخص کو پیاری ہے جاں / میں ہوا لڑنے کو آمادہ وہاں
جنگ کے انجام ہیں دو جیت یا ہار / تیسرا کوئی نہیں اے ذی وقار
پس اگر کچھ نشچروں کی جاں گئی / تو ہی کہہ تقصیر میری کیا ہوئی
میں ہوں بندر اور سر آیا ہے کھیل / اپنی طبیعت پہ کیا میں نے عمل
باندھ لائے ہیں مجھے یہ رو سیاہ / اور تو دھمکا رہا ہے واہ واہ
کیا تعجب ہے خطا تو آپ کی / اور سب نے ہے گلے میرے منڈھی

سیدھی سادی بات سن ہنومان کی / آگ سی راون کے دل میں لگ گئی
بولا کیا ہے بھولی باتیں کر رہا / سخت دشمن تو ہے اے بندر مرا
تو نے مارا ہے مرے فرزند کو / تو بھی اپنی جان سے اب ہاتھ دھو
سن کے یہ دھمکی ہنسے ہنومان جی / بولے پروا یاں نہیں کچھ جان کی
رام جی کے کام میں گر جان جائے / پھر کسے پروا رہے وہ یا کہ جائے
لیک میں دشمن نہیں تیرا کبھی / رام کا سیوک بھلا اور دشمنی
بھائی سے بڑھکر ہوں تیرا دوستدار / میں ترا غمخوار ہوں اور غمگسار
وہ بھلے کی بات بتلاؤں تجھے / دوست جس سے اپنا تو جانے مجھے

رام جی سے بھائی راون دشمنی   آج تک کس سے بھلا ہے نبھ سکی
ہرنیاکش اور ہرنیہ کشپ بلی   اور بالی سے مہاراجہ تو ہی
سامنے جنکے نہیں تو کچھ بھی چیز   پایا کیا پھل دشمنی سے اے عزیز
یوں گئے باقی نہیں نام و نشاں   تو رہیگا رام کے دشمن کہاں
کال کے وہ کال ہیں ایسے بوا ہیں   شنکر [illegible] دونوں ہیں [illegible]
سب کو جو مایا نچاتی ناچ سے   سامنے اُن کے نہیں ہے کچھ بھی شئے
ہاتھ باندھے رہتی ہے آگے کھڑی   مثل کٹھ پتلی کے خود رہتی ہے [illegible]
ان سے کرکے دشمنی لینا ہے کیا   بات میری [illegible] ہے بھلا
ساتھ چل میرے سیتا کو ساتھ لے   اور تو [illegible] ہاتھ سے
جاکے کر رگھبیر سے عذر خطا   وہ کرینگے حال پر تیرے عطا
رام کا جو بھگت ہے اور داس ہے   رام جی کو دل سے اسکا پاس ہے
رام کو پیارا ہے دل سے داس [illegible]   چل کہ تیرے کام کا ہوگا بناؤ
راج لنکا میں کریگا تو اچل   دولت اقبال سب ہوگا اٹل
رام کی اس دشمنی سے باز آ   راج پاٹ اور جان اپنی مت گنوا

سن کے یہ جل ہی تو بس راون گیا   بولا کیا بکتا ہے تو بے حیا
ہو کے بھیدی دیتا ہے تو مجھکو گیان   کیا تجھے پیاری نہیں ہے اپنی جان
داس میں تجھ سا ہوں رگھبیر کا   [illegible]
مجھ سے یہ گستاخیاں ای بدمزاج   [illegible] سر اتاروں تیرا آج
کہکے یہ مسند سے اٹھا کھینچ تیغ   [illegible]
یک زباں ہوکر پکارے سب وزیر   [illegible]

یہ گنا سخت ہے باز آئیے — حکم زیبا اور کچھ فرمائیے

سن کے راون وہیں رسیا ہوا — اور شیروں کو یہ حکم اُس نے دیا

بندروں کو پونچھ ہوتی ہے عزیز — یہ نہیں تو وہ نہیں ہیں کچھ بھی چیز

تیل میں کپڑے بھگو کر خوب تم — یوں لپیٹو پیچھے اُس کی خوب دُم

آگ پھر دو اپنے ہاتھوں سے لگا — اور کہو جانا جدھر ہے اس کو جا

جائیگا جلے پونچھ کا بندر جہاں — ہونگے اس پر مرد و زن خندہ کناں

یہ سزا لنکا میں آنے کی ملے — منہ دکھانے کے نہ یہ قابل رہے

حکم کی تھی دیر دوڑے کر ہوس — کچھ نہیں دیکھا کسی نے پیش و پس

تیل میں کپڑے بھگو کر لائے سب — اور لپیٹے دم پہ با شور و شغب

تالیاں دے دیکے لڑکے لڑکیاں — ہنس رہے تھے دم گئی بندر میاں

مسکراتے من میں تھے ہنومان جی — واہ کیا مایا ہے میرے رام کی

کال ہے سر پر کھڑا اور یہ لعین — ہنس رہے ہیں کچھ خبر انکو نہیں

الغرض جب آگ دُم میں لگ گئی — کود کر چھت پر گیا ہنومنت بلی

کچھ نہ پوچھو کس طرح سے وہ گیا — جیسے ہو دُم دار تارا جا رہا

دُم ہلائی جھٹ پہ چڑھ کر سب کے — ہر طرف دیکھی جو لالی دور سے

یاں لگی آگ اور اٹھا اُن سے دھواں — برسیں مینہہ کی طرح سے چنگاریاں

دیکھ کر سب بولے ہم نے کیا کیا — اپنے ہاتھوں پھونک اپنا گھر لیا

پھونک کر گھر ہیں تماشہ دیکھتے — آہ ہیں ہم راکشس احمق بڑے

دوڑے جو دھاتا پکڑ بندر کو یوں — اور دو دوڑے آگ تا گھر کی بجھائیں

دام میں آتا تھا کب ہنومت بلی — دوڑ کر پکڑے یہ کس کی تاب تھی

یاں اگر زنجیر پہ چڑھے تو واں گیا — واں جو پہنچے دور تر وہ واں سے تھا

ہر طرف سے آ رہی تھی یہ صدا — یہ گیا بندر تمہارا وہ گیا

تھا ابھی کوچہ میں ابھی بازار میں — اور ابھی بازار سے گلزار میں

چوک سے کوچہ میں پہنچا دوڑ کر — اسکے گھر اب اسکے گھر اب اسکے گھر

دوڑتی تھی اور خلقت دیکھتی — یہ گیا اور وہ گیا ہنومت بلی

وہ گگر پہ آیا وہ دیوار پر — پہنچا وہ چھت پہ قلانچیں مار کر

گر چڑھا تو تھا ہوائی لاجواب — اور اگر اترا تو تھا روشن شہاب

پھونکا کوٹھا اور اٹاری پھونک دی — پھونکا زینہ اور بخاری پھونک دی

یہ جلی دیوار اور وہ در جلا — چیز کیا دیوار و در ہیں گھر جلا

ساتھ گھر کے گھر کی سب چیزیں جلیں — دیکھتے تھے رہنے والے اب جلیں

یوں دہکتی تھی جوالا ہر طرف — اک سمندر آگ کا تھا ہر طرف

اسطرح جیسے اس میں لپٹیں اٹھ رہیں — بحر میں گویا ہیں موجیں اٹھ رہیں

اور وہ موجیں اسطرح اوپر کو جائیں — آسماں سے جیسے ٹکر جا کے کھائیں

دلمیں باشندوں کے یوں سوز و گداز — جیسے بدبختوں کا ٹوٹا ہو جہاز

جلتے گھر سے کوئی ساماں لا رہا — اور کوئی اسباب لینے جا رہا

نکلے گھر سے سر پہ صندوق گراں — پر یہ حیرانی انہیں تھی کہیں کہاں

گٹھڑیاں کپڑوں کی ہاتھوں میں لئے — آ رہے تھے بعض ویراں گھر کئے

غل یہاں اصطبل سے گھوڑوں کو لاؤ — غل وہاں یہ گائے بھینسوں کو بچاؤ

بھر رہے بازار سب اور راہ باٹ — بھاگتے لوگ اور انکے سر پہ کھاٹ

بعض پر اسباب کچھ رکھا ہوا — بعض پہ بچہ کوئی بیٹھا ہوا

ہر طرف تھی آگ اور ہر سو دھواں — مرد و زن کا ہر طرف شور و فغاں

دوڑتے بچے تھے گھبراتے ہوئے — دوڑتے ماں باپ غم کھاتے ہوئے

غل مچاتی لڑکیاں تھیں ہائے ما — ماں یہ چلاتی کہاں ہیں لڑکیاں

رو رہے تھے باپ بڈھے زار زار — ہائے بیٹوں تم کہاں ہو دلفگار

رو رہے بیٹے تھے ہے ہے آپدر — تم گئے کس جا ہمیں یاں چھوڑ کر

بھائی کا تھا غل بہن تو ہے کہاں — اور بہن روتی کہاں ہو بھائی جاں

رو رہے تھے یار یاروں کو کھڑے — رو رہے تھے سارے چھوٹے اور بڑے

ہو رہا جلنے سے کوئی ادھ موا — اور کسی کا رخت تن آدھا پھنکا

بعض کے بالوں میں آتش لگ رہی — بعض کی جلد بدن ساری پھنکی

یوں جلے بعضے کہ مر کر گر پڑے — مبتلا تکلیف میں بعضے رہے

ہر طرف فریاد اور آہ و بکا — گالیاں راون کو ہر اک دے رہا

کھائے پھل بندر نے تو کیا تھا گناہ — کیوں پکڑ منگوایا اس کو آہ آہ

پھر یہ کس نادان کی تجویز تھی — اسکی دم میں آگ جو اسطرح دی

آہ اے راون ترا ہووے برا — تو نے بستا شہر ہے اوجڑ کیا

گھر جلا اور سارا ساماں جل گیا — ہم جلے ہیں جسم سارا جل گیا

یہ شکایت لب پہ اور سب بھاگتے — کوچہ و بازار میں تھے پھر رہے

جانور اور مرد و زن کا اژدہام — یہ تھا چلنی راہ بھی مشکل تھا کام

راستہ چلتے ہوئے جو جو گرے — رہروؤں کے پانوں میں روندے گئے

ہر طرف تھا وہ قیامت کا سماں — توبہ توبہ الاماں والاماں

الغرض سونے کی لنکا یوں پھنکی — جسطرح ہولی کہیں ہو جل رہی

ہنومان کی واپسی

راکشس آتش بجھاتے یاں رہے — واں ہنومنت بحر کی جانب گئے
دُم کو آپ بحر میں ٹھنڈا کیا — پھر سیا کے باغ کا رستہ لیا
جانکی سے جا کے رخصت کی طلب — جاؤں ماتا دو نشانی مجھکو اب
بولی وہ کیونکر اجازت دوں تجھے — ڈوبتی کو تو سہارا تھا مجھے
روکوں تو کیونکر کہ دال گمبھیر جی — راہ ہنومت دیکھتے ہونگے تری
جا کے کہہ پرنام تو ان سے مرا — اور کہہ اے رام دھیر یہ گو ہے بڑا
واں جدا ہو کر نہ میں نے جان دی — اور یہاں بھی آن کر جیتی رہی
کیا کروں آنکھیں سے ہیں پر پیتی تھیں — رام درشن کی سدا پیاسی رہیں
رہتا ہے از بس انہیں درشن کا چاو — زندگی کا یہ ہے پیارے رکھ رکھاؤ
رام ہیں سرچشمۂ لطف و عطا — دیکھتے وہ کب کسی کی ہیں خطا
مجھپہ بھی کرپا کریں کرپا ندھان — گو نہیں میں اسکے لائق بیگمان
دیکھنا لازم نہیں میری طرف — رام جی دیکھیں فقط اپنی طرف
دیکے یہ پیغام اسے ہنومنت بلی — کہہ کتھا یہ اندر کے فرزند کی
اسنے گستاخی جو کی تھی برملا — آنکھ کھو کر سینک سے پائی سزا
رمز کہہ کر یہ دیا چوڑامنی[1] — اور اجازت واپسی کی اسکو دی

ماری پھر ہنومت نے ہلکی سی چھلانگ — اور گیا یکدم سمندر کو پھلانگ

[1] تصور ؎ سر پر پہننے کا زیور جواہر

جامونت انگد وغیرہ سب یہاں — منتظر بیٹھے تھے آئی جاں میں جاں

دیکھکر ہنومنت کو آتا شادکام — سمجھے سب کر آیا ہے یہ کار رام

غنچۂ دل دیکھکر سب کا کھلا — ماہئ بے آب کو پانی ملا

واں سے شاداں لوٹ کر سب چلے — حال ہنومنت اُن سے کُل کہتے ہوئے

پاس پمپاپور کے تھا دلکش مقام — راج باغ اُس میں مدھوبن جسکا نام

توڑنے پھل کوئی یاں پاتا نہ تھا — لیک یہ انبوہ اُس میں جا گھسا

توڑے پھل اور خوب پیٹے باغباں — نزد راجہ وہ گئے زاری کناں

کیا کہیں اے ناتھ دل پر داغ ہے — آج انگد نے اُجاڑا باغ ہے

مسکرائے سن کے سگریو انکی بات — کام کر آئے ہیں یہ نیکو صفات

ورنہ یہ جرأت کبھی ہوتی نہیں — آگئے اتنے میں وہ سب بھی وہیں

حال سنکر خوش بہت راجہ ہوا — رام جی کے پاس سب کو لے گیا

دونوں بھائی آم کے سایے تلے — بیٹھے کچھ باتیں تھے باہم کر رہے

سب نے انکو ڈنڈوت پرنام کی — مسکرا کر اُن سے بولے رام جی

خیریت ہے اور اچھے ہیں مزاج — بولو کر آئے ہمارا کام کاج

بولے وہ جن پر دیا ہو آپ کی — رام اُنکی خیریت کیا پوچھنی

خیریت انکی ہے یاں اور واں سدا — اُن سے خوش ہیں آدمی اور دیوتا

انکی جے[1] ہے اور وہ ہیں نیکو صفات — اُن کے جس سے بھر رہی ہے کائنات

آپ کی ہے جن پہ کرپا کی نظر — آپ جنکو دیکھتے ہیں آنکھ بھر

آپ کی کرپا کا پاکر ناتھ بل — کردیا ہنومان نے مشکل کو حل

پھونک یہ آیا ہے لنکا کو تمام — اور مہارانی کا لایا ہے پیام

[1] فتح

سُن کے رگھبر کی کلی دل کی کھلی
مسکراہٹ یوں عیاں رُخ پر ہوئی

شانتی سے جسطرح دریا بہے
اور ہوا سے موج سی اُٹھیں اُٹھے

اسطرح جو دیکھے وہ ہو شادماں
دیکھکر رخ پر مسرت ہو عیاں

بولے مجھ کو اے ہنومت سچ بتا
کسطرح واں رہتی سہتی ہے سیا

بولا ہنومت کیا کہوں اے رام جی
کسطرح رہتی وہاں ہے جانکی

پہرہ داری رات دن کرتا ہے نام
دھیان در کو بند رکھتا ہے مدام

بیڑیاں ہیں آنکھ کو دونوں قدم
پھر جو نکلے تو بھلا کس طرح دم

جب چلا تو یہ دیا چوڑا مُنی
اور کہا مجھ سے جینتی کی کہی

اس نے گستاخی جو کی تھی برملا
آنکھ کھو کر سینک سے پائی سزا

سُن کے یہ رمز خفی رگھبر ہنسے
بولے بے شک تم سیا سے ہو ملے

اور کو معلوم یہ باتیں نہیں
اب کہو پیغام مجھ کو ہے یقیں

بولا ہنومت مجھ سے اے رگھبیر جی
کہہ رہی با چشم تر تھیں جانکی

دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر تم قدم
کہنا رگھبر سے کہ اے والا حشم

سُن[1] سے پانی سے کرم سے آپکی
میں ہوں داسی کس لئے پھر یوں تجی[2]

شک نہیں اس میں بڑی بھاری خطا
ہو گئی یہ مجھ سے اے بحر عطا

واں جدا ہو کر نہ میں نے جان دی
اور یہاں بھی آن کر جیتی رہی

سو یہ اے سوامی ہے آنکھوں کا قصور
میں ہوں معذور اسمیں میرا کیا قصور

جاں نکلنے یہ نہیں دیتیں مری
چاہتا ہے ان کو درشن کو لگی

ہجر ہے آگ اور روئی یہ جسم زار
سانس کی چلتی ہوا ہے بار بار

میں تو جل جلتی کبھی کی ہے یقیں
آنکھیں پانی لیک برساتی رہیں

[1] داسکا اور اعمال، [2] چھوڑی

اب یہ ہے جاں رہنے کا بس یہی بتاؤ — آؤ جلدی اور مجھے آکر چھڑاؤ
دیر کر سکے تم اگر یاں آؤ گے — مجھکو پھر جیتا نہ ہرگز پاؤ گے
کیا کہوں میں اور کچھ سیتا کا حال — ہو رہی ہے وہ شری رگھبر نڈھال
کہنے والے سے کہا جاتا نہیں — سننے والے سے سنا جاتا نہیں
جلد تر اب کوچ کی ٹھہرائیے — جلد تر اس کو چھڑانے جائیے

جانکی جی کی پریتی جو سنی — چشم تر رگھبیر جی کی ہو گئی
بولے من بانی کرم سے آہ جو — ہو بھگت میرا مصیبت اس پہ ہو
بولا ہنومت ہے مصیبت بس یہی — آپکو بھولے جو کوئی آدمی
رنپچھڑیں کی بات ہی کیا ہے رام — چلئے اور اب لائیے سیتا لاکلام
رام بولے آہ اے ہنومت بلی — آج تو نے میری وہ خدمت ہی کی
تو نے وہ احسان ہے مجھ پر کیا — جو نہیں مجھ سے اتارا جائیگا
کہکے یہ دیکھا نگاہِ لطف سے — اور شری ہنومان چرنوں میں گرے
میں ہوں کیا اور کام میرا چیز کیا — اے دیامے آپ کرتے ہیں دیا
آپ نے جو ہے بڑائی مجھ کو دی — رام جی وہ ہے بڑائی آپ کی
میں ہوں بندر کیا ہوا ماری چھلانگ — اور سمندر کو گیا یکدم پھلانگ
کیا ہوا اگر میں نے لنکا پھونک دی — مثل مشعل میری جلتی پونچھ تھی
میں ہوں کیا اور میرا احسان چیز کیا — جو کیا ہے آپ نے رگھبر کیا
اس پہ بھی احسان میرا ماننا — رام جی بس رام جی ہیں جاننا

چشم پر آب اور دل میں جوش بڑا — تر زباں ہنومت تھا چرنوں میں پڑا

رام نے اسکو اٹھایا لطف سے / اور لگایا پریم سے اپنے گلے
کیا دیا ہے آہ میرے رام ہیں / کس دیا کے آپ داتا رام ہیں
پھر تو دنیا کے ان دھندوں کو چھوڑ / اور پریتی رام کے چرنوں میں جوڑ
رام بھگتی میں بڑا آنند ہے / آدمی رہتا ہمیشہ خورسند ہے
ایسے سکھ کو چھوڑ جو دکھ سہیں / یعنی اس دنیا کے جھگڑوں میں رہیں
کون ہے دنیا میں ان سا بدنصیب / بن نہ اپنے ہاتھ ایسا بدنصیب

رام کا کوچ اور ببھیشن سے ملاقات

مطمئن جب یوں سیا سے ہو چکے / رام جی نے یہ کہا سگریو سے
اب نہیں کچھ ٹھیرنے کا کام یاں / کوچ کی راجہ کرو تیاریاں
بولا یہ افواج سب تیار ہیں / مستعد چلنے کو سب سردار ہیں
بے تجسس رہ گئے تھے جو جو تھے / وہ خبر گیری کے بھی واپس آ گئے
حکم کا سب کر رہے ہیں انتظار / یاں نہیں کچھ اور تیاری سے کار
ہمکو ہیں درکار گھوڑے اور نہ فیل / آپ ہی اپنے لئے ہیں ہم کفیل
یاں نہیں درکار رتھ اور گاڑیاں / ٹانگیں ہی تانگے ہیں ہماری بیگیاں
یاں نہیں درکار کچھ سامان جنگ / جمع کرنے میں ہے جسکے کچھ درنگ
ہر جگہ اشجار اور کہسار ہیں / یہ رسد میں اور یہی ہتھیار ہیں
ناخن و دنداں سلامت چاہئیں / آپ سر پر با کرامت چاہئیں
یاں نہیں درکار ہم کو کوئی شے / آپ کا سایہ سلامت سر پہ ہے

ریچھ بندر کودتے اشجار پر
نیچے رام اور لکشمن جی جلوہ گر
شوخیوں پر انکی ہنستے رام جی
روز ہر اک شام کو ہوتا یہی
واہ رے رام کا سیدھا سبھاؤ
حال یہ اور کچھ نہ دیکھا آؤ تاؤ
ان کو اپنے لطف سے وہ پڑ دیا
جو جتی منیوں کو مشکل سے ملا
اسطرح کرتے ہوئے کوچ و مقام
ساحل بحری پہ پہنچے جا کے رام

جنگلوں میں نشیچروں کی چھاونی
یاں تھی اور واں تھی خبر اُنکی ہوئی
آخرش لنکا میں یہ پرچا لگا
رام کا لشکر ادھر ہے آ رہا
شہر میں اس بات کے چرچے ہوئے
ریچھ بندر ہیں بکثرت آ رہے
اور اُن کے ساتھ راجہ رام ہیں
چار سو مشہور جن کے کام ہیں
تاڑکا ماری جنہوں نے بیدرنگ
اور کھر دوشن کو مار کر کے جنگ
پیش اُنکے سامنے کس کی چلی
جنگ میں مارا ہے بالی سا بلی
جنکے ادنے دوت کا یہ کام تھا
مارے نشیچر اور لنکا دی جلا
آپ وہ آتے ہیں اب لشکر لئے
اس میں ہیں بندر ہی بندر سب بڑے
بھائیو۔ لنکا کو چھوڑو اور چلو
مال کا اور جان کا نقصان نہ ہو

ذکر یہ دربار راون میں ہوا
شہر میں ہے کیسا چرچا ہو رہا
مسکرایا سُن کے وہ اس بات کو
اور کہا ان سے کوئی جا کر کہو
بزدلو کسواسطے تم ڈر گئے
یوں بن آئی خوف سے جو مر گئے
ریچھ بندر آدمی اور جانور
یہ تو کھاجا ہیں تمہارا بیشتر
سمجھو یوں گھر بیٹھے روزی مل گئی
اور تگ و دو کی نہ کچھ زحمت ہوئی

ذوق سے کھا جاؤ لنکا میں جو آئیں
یاں جو آئیں پھر کے وہ واپس جائیں

سوچو اس میں خوف کا ہے کام کیا
پھر یہ دیکھو۔ کون ہے یاں آسکا

بھیری لنکا کی ہے کھائی بحر شور
ہو عبور اس سے۔ نہیں ممکن بزور

کر لیا تو میں ہوں اور جودھا مرے
کون ہے وہ جیت جو ہم کو سکے

آج ہیں دنیا میں جو شاہ زماں
ہے مرے زیر نگیں سارا جہاں

جیتے ہیں نے سُر[1] اسُر اور آدمی
دھوم ہے دنیا میں تیرے راج کی

ہو مقابل تجھ سے۔ جودھا کون ہے
لڑ سکے جو تجھ سے ایسا کون ہے

نشیچروں سے کہدو سب مل کے جائیں
ریچھ بندر جو ملیں ان سب کو کھائیں

رام لچھمن گئے سو اُن کو ہیں
دیکھ لونگا۔ میرے دشمن خاص ہیں

سوبہ مکھا تاڑکا دوشن و کھر
پائینگے اپنا عوض اب جلد تر

گو سبھا داہی تھی بیشک ڈر رہی
راج سنہ دیکھی سبھا پر کہنے لگی

ہم کو ایسے لشکروں سے خوف کیا
یہ ملی ہے ہم کو گھر بیٹھے غذا

ریچھ بندر جتنے یاں آجائیں گے
ذوق سے اُن سب کو ہم کھا جائینگے

کہہ کے یہ مجمع وہ چپکا ہو گیا
اور اُٹھی جے جیو کی ہر سو صدا

اک بھبھیشن سے نہ یہ دیکھا گیا
خوں نے مارا جوش وہ جا اُٹھا

بولا بھائی جو اجازت ہو مجھے
تو سناؤں امر واقع میں تجھے

منتری[3] اور بید اور اپنا گورو
جب کہے منہ دیکھی تو اے نیک خو

راج تن اور دھرم یوں سمجھو گیا
ہے یہی آج اس سبھا میں ہو رہا

گرچہ ہیں بندر نشیچروں کا ناشتہ
ان سے ہنومت پھر نہ کیوں کھایا گیا

مارا اُسنے جان سے اکشے کمار
اور کیا بیروں کو گھایل مار مار

[1] دیوتا اور راکشس [3] وزیر حکیم اور استاد

کہہ کے یہ پکڑے بھبھیشن نے قدم
اور کہا راون سے با چشمِ نم

جسطرح بچے کی سب ہیں مانتے
لاڈ لاڈ اور اسکو پیار جانتے

ہیں ہوں چھوٹا بھائی تیرا اور عزیز
مان میری بات کو اے باتمیز

لیک راون نے نہ قول اسکا سنا
ماری منہ پہ لات اور اسسے کہا

بے حیا تو ہیرا کھاتا ہے نمک
یہ طرفداری عدو کی کب تلک

رام کا گر پاس ہے تو یاں سے جا
پھر کبھی آ کر مجھے منہ مت دکھا

بولا جب یہ بھبھیشن لات کھا
رہ کے اس دربار میں لینا ہے کیا

بات ہی رہنے تو کہنے کی تھی کہی
کیا جزا افسوس تو نے مجھکو دی

سچ کہا ہے سر پہ جب آئی قضا
سوجھتا جو ہے وہ الٹا سوجھتا

لے چلا میں تو ابھی نزدیک رام
جانے تو اب اور جانے تیرا کام

کہکے یہ دربار راون سے چلا
رام کے دربار کا رستہ لیا

اہل لشکر اسکو پہنچے دیکھ کر
آئے مل جل کر کہ لیں اسکی خبر

بولے راون کا کوئی جاسوس ہے
یہ سلامت جائے تو افسوس ہے

ایک بولا آؤ ناچ اسکو نچائیں
دوسرا بولا کہ ناک اور کان کاٹ لیں

تیسرا بولا کہ پھانسی دو اسے
تاکہ جاسوسی کا شایاں پھل ملے

بولا اک بوڑھا نہ یوں باتیں بناؤ
اسکو لیکر پاس تم راجہ کے جاؤ

جا کے دی سگریو کو آخر خبر
اور کہا گھر سے اپنے آن کر

آیا ہے راون کا بھائی رام جی
اور وہ کہتا ہے شرن ہوں آپکی

رام بولے ہے تمہاری رائے کیا
اسنے ہوکر پُر متانت یہ کہا

تیچرذنگی رام طینت ہے بری
کون جانے اسنے کیا مایا رچی

آپ اس ساگر سے رستہ مانگئے / دیدیا تو پار اُتر سکتے سبھی
آپ کے اجداد نے کھودا ہے یہ / اُنکا احسان کیوں نہیں لیتا یہ
رام بولے تم نے بات اچھی کہی / آسکے جو تفقہ ہو گی وہ رہی
بولے لچھمن سعی و کوشش چھوڑ کر / صبر ہے قسمت پہ جو کاہلا بشر
اُسکا ہوسکتا نہیں ہے کوئی کام / جانتے اس بات کو ہیں آپ رام
جانے ان درخواستوں کو دیجئے / ہاتھ میں رگھبر کمان کو لیجئے
مسکرائے رام جی جلدی ہے کیا / جو کہو گے تم وہی ہو جائیگا
کہہ کے یہ پرنام ساگر کو کیا / بیٹھے ساحل پہ وہاں آسن بچھا

سنئے یہ اب اور طرفہ ماجرا / جب بھبیشن پاس رگھبر کے گیا
خفیہ کچھ جاسوس راون نے بلائے / پیچھے پیچھے اس کے لشکر میں آئے
بندروں کے بھیس میں آن سب بنے واں / دیکھا یہ رگھبر ہیں کیسے مہرباں
کیا سلوک ان کا بھبیشن سے ہوا / کیا ہوا دربار سے اس کو عطا
بندروں ریچھوں نے جب نعرے کئے / ہر طرف سے رام جی جے کار کے
یہ اثر انکی طبیعت پر ہوا / جلوہ افگن ہوگئی صدق و صفا
اُس سے دل کا چھل مٹا یا مٹی / صورت اصلی نمایاں ہوگئی
بندروں نے اُن کو پکڑا یا خبر / رہ گئے سگریو کے پاس آن کر
وہ یہ بولا انکو مارو خوب سا / تاکہ جاسوسی کا آئے کچھ مزا
دیکھیے پھر لشکر کا جیکر ناک کان / کاٹو اور پھانسی چڑھا کر لیلو جان

بندروں کو کھمبیل اک ہاتھ آگیا / خوب دی تشہیر انکو اور سزا

گوش و بینی نیک جب کٹنے لگی ۔ دی بچاروں نے دہائی رام کی
تم میں جو کاٹے ہماری ناک کان ۔ دیتے ہیں ہم رام جی کی اسکو آن
اتفاقاً لکشمن گزرے ادھر ۔ اور چھڑوایا انکو لطف خاص کر
پھر یہ پیغام انکو لچھمن نے دیا ۔ کہنا راون سے کہ سن اے بیحیا
ساتھ لا سیتا کو یاں اور لے پناہ ۔ جس طرح لی ہے بھبھیشن نے پناہ
ورنہ راج اور جان سے تو ہاتھ دھو ۔ کال تیرے آ گئے ہم اے زشت خو
وہ گئے لشکر سے اپنی جان بچا ۔ شکر کرتے لکشمن اور رام کا
وہ بھبھیشن پر عنایت رام کی ۔ اس عنایت پر وہ فوجیں تھی خوشی
اپنی وہ جاسوسی اور وہ حال زار ۔ مارے سے وہ تن بدن سارا فگار
پھر پیام اسکو وہ لچھمن کا دیا ۔ سر بسر تھا جس میں اسکا ہی بھلا
اس کے سر پر تھی قضا لیکن سوار ۔ کس کی سنتا تھا سنا و گو ہزار

منتری اک شک تھا اس کا باوفا ۔ نیک طینت مرد باصدق و صفا
بولا کیجیے میری جانب اک نگاہ ۔ میں قدیمی ہوں تمہارا خیرخواہ
جو کہوں تنہا وہ پہلے کی ہوئی بات ۔ کان دیجیے اس پہ اے نیکو صفات
رام کرپا کی کتھا تم نے سنی ۔ کیا بھبھیشن کو بڑائی ہے ملی
خود چلو راجہ سیتا کو لے چلو ۔ اور شرن چل کر شری رگھبر کی لو
رام شرناگت کی ہیں پشت و پناہ ۔ تم پہ بھی ہوگی عنایت کی نگاہ
کام کا جب اسطرح سے ہو بناؤ ۔ کیوں بھلا دنیا و عقبیٰ تم گنواؤ
بولا راون تو بھبھیشن کا ہے یار ۔ لے اسی کا حصہ اس کے غمگسار
کہہ کے یہ دی لات منہ پر زور سے ۔ اور بہت سی گالیاں بھی شور سے

وہ بھی چھٹکارا وہاں راون سے پایا
رام کے چرنوں میں آکر گر گیا

اس پہ بھی کرپا مہا پربھو نے کی
کیونکہ کرپا ہی ہے طینت رام کی

سمندر کا پل باندھنا اور پار اترنا

ساحل بحری پہ رستہ مانگتے
تین دن رگھبیر جی بیٹھے رہے

برت رکھا اور نہ کچھ کھایا پیا
رام کو لیکن نہیں رستہ ملا

مسکرائے رام سچ اے لکشمن
تھا تمہارا روز اول ہی سخن

چھانٹنے سے جسطرح کیلا پھلے
سینچنے سے کب بھلا ویسا پھلے

ڈانٹنے سے نیچ بھی کرتا ہے کام
ہوں خوش خلقی سے جنکا انصرام

عاجزی دشٹوں سے اور کجرو سے چاہ
اور بخیلوں سے کریمی کی نگاہ

گیان اس سے جو خودی میں محو ہو
مرد طامع سے براءت اے نیک خو

کامی اور کرودھی سے بھگتی کی کتھا
شور میں بونا ہے بھائی بیج کا

جاؤ اور لاؤ میرے کمان و تیر لاؤ
بحر ہے بگڑا ہوا۔ دیکھے بناؤ

جب کماں میں تیر جوڑا رام نے
بحر میں آتش کے شعلے سے اٹھے

مچھلیاں کچھوے مگر جلنے لگے
بلبلے اٹھنے لگے چھوٹے بڑے

موتیوں سے کرکے پر سونیکا تھال
لیکے نکلا دیوتا اک خوش جمال

نذر کرکے بولا وہ اے رام جی
ہیں تھا لائق جو سزا مجھ کو ملی

خاک و باد و آب و آتش اور آکاش
فطرتی جڑ ہیں یہ سب کہتا ہوں فاش

ان کی کرنی کا برا کیا ماننا
اپنی مایا ہی بس ان کو جاننا

تجھکو یہ تادیب دینی خوب تھی
وجہ کیا جڑ کی یہی مرغوب تھی
ڈھول دہقاں شودر زن اور جانور
کام پٹ کرتی ہیں دینے خوب تر
اب مجھے جو حکم ہو ویسا کروں
حکم عالی چشم اور سر پر دھروں

رام جی بولے کہ باتیں مت بناو
پار اُترنے کا ہمیں رستہ بتاو
بولا وہ بندر ہیں دو نل اور نیل
آپ کے لشکر میں ہیں ذات جمیل
جب یہ بچے تھے میاں تے شور و شر
کھیلنے کو اک بھگت کے جاتے گھر
مورتی وشنو کی لیتے تھے اُٹھا
اور اُسے آتے تھے پانی میں ڈبا
بیٹھتا پوجا جو کرنے وہ غریب
مورتی پاتا نہ تھا اپنے قریب
ڈھونڈتا اور لاتا دریا سے نکال
روز ہوتا تھا یہی اے رام حال
شاپ آخر یہ دیا اُس بھگت نے
تم جو پتھر آپ میں ڈالو ترے
ڈھونڈھنے میں تا مجھے دقت نہ ہو
یوں پریشاں تم نہ مجھ کو کر سکو
رام اُن دونوں کو یاں بلوائیے
پتھر اُن کے ہاتھ سے ڈلوائیے
پل بنیگا اسطرح سے جلد تر
اُس پہ ساری فوج جائیگی گزر
مارنے ٹھانے تم مجھے جس تیر سے
پار کے وہ دشمنوں کی جان لے

دیوتا دیکر رخصت ہوا
رام نے سگریو کو ایما کیا
ریچھ بندر دوڑے پتھر جا کے لائے
نیل اور نل نے وہ پانی پر بچھائے
ڈالیں شاخیں اور تنے بھی جا بجا
سب کو پھر مضبوط مٹی سے کیا
جلد تر یوں ہو گیا تیار پل
دیکھکر حیران اور ششدر تھے کل
دیکھکر رگھبر نہایت خوش ہوئے
شیو کا مندر واں بنایا چاو سے

بولا انگد مارا راہو اس نے تہا
رگھبیر راجا بولا برہما نے رچا
چندرما میں سے یوں نظر ہے آتی
نیل نے تسلیم کر کے یہ کہا
اسکو پہلو میں جگہ ہے اس نے دی
نل یہ بولا اُن سے پھر انکے سنا کے
بد دعا اُنکی لگی ہے رام جی
بولا ہنومت چاند ہے بھگت آپکا
چاند میں ہے نور اور مورت ہے شام
بھگت نے اپنی جو بھگتی یوں کہی
رام بھی سُنکر نہایت خوش ہوئے

داغ دل میں باپ کا یہ ہو گیا
جب ارنی کو سارتھی بھاگ اسکا لیا
آسماں کی کچھ نلاہٹ رام جی
زہر ہے مشہور یہ بھائی چاند کا
زہر کرنوں سے ٹپکتا ہے جبھی
کرتے رہتے مرد و زن ہیں ہائے ہائے
نور میں کالک ہی تو ہے وہی
آپ کی مورت ہے دل میں رونما
وہ نظر آتی ہے سب کو میرے رام
بات ایسی تھی ہر اک دل کو لگی
تذکرے پھر جنگ کے ہونے لگے

جانب دکھن توجہ جو گئی
رعد کا ہے شور اور بادل گھنا
دیکھکر بولے ببھیشن سے وہاں
صاف ہے مطلع ستارے جلوہ گر
بولا وہ رگھبیر اکھاڑا ہے جما
اس میں مردنگیں بہت ہیں بج رہی
سایہ انگن چھتر ہے بادل نما
ہیں رئیسہ جمع یاں اور رانیاں
مسکرائے رام اور لے کر کماں

دیکھتے اور سُنتے کیا ہیں رام جی
برق رخشاں ہو رہی جلوہ فزا
ابر و باد و برق یہ کیسے یہاں
پھر یہ کیا اسرار ہے اے باخبر
شوق راون کو بہت ہے راگ کا
رعد کا سا شور ہے اُن کا یہی
سُنئے اب احوال روشن برق کا
اُن کے زیور کی چمک برق جہاں
تیر جوڑا اور وہ چھوڑا نوداں

سلہ کا مدلہ کا اعسو، رسو نی ۱۲۵ حصہ ۵ ر ہ

تاج شاہی فرق راون سے گرا / دیکھکر حیراں ہر اک نشیچر ہوا
زلزلہ آیا نہ آندھی نہ کچھ چلی / وجہ کیا پھر تاج گرنے کی ہوئی
جم رہا تھا یا اکھاڑے کا وہ رنگ / ہوگیا یا ایکدم سے رنگ بھنگ

اٹھا راون اور اٹھیں سب رانیاں / سب رئیس اٹھے پریشاں بالیقیں
بدشگونی اسطرح کچھ یہ ہوئی / سب امیروں کی نظر اس پر گئی
اٹھکے راون نے اٹھایا تاج زر / اور کہا ہنسکر نہیں مجھ کو خطر
سر کا کٹنا ہو مبارک جسکو یاں / تاج گرنے سے اسے کیسا زیاں
سب سے یہ کہہ ختم وہ جلسہ کیا / گھر کا پھر ہر ایک نے رستہ لیا
ساتھ راون کے گئی مندودری / اور محل میں جا کے سمجھانے لگی

ناتھ تم سیتا کو سونپو رام کو / چھوڑ دو ضد اور یہ ہٹ مت کرو
آج تم دنیا میں خوش اقبال ہو / کر رہے ہو خوش گزر خوشحال ہو
زیر فرماں شہر اور آدمی / سب ہیں اور تمنا نہیں باقی کوئی
پھر غرض کیا ہے لڑو جو رام سے / اور پڑو خطرے میں ناحق جان کے
تاڑکا بالی کھر اور دوشن بلی / رام سے لڑ کر ہر اک کی جان گئی
رام کو ہرگز نہ سمجھو نر سروپ / ہیں شری بھگوان وہ تو وشنو روپ
جنکو شرتی کہہ رہی ہے صاف آہ / سر فلک ہے چشم روشن مہر و ماہ
گوشت ہیں اطراف اور اگنی دہان / دھڑ خلا ہے اور سانس انکے پون
پانوں ہیں یہ پرتھوی جس پر کہ راج / کر رہے ہو اسے مہاراجہ تم آج
مجمع کل راجی بھگوان ہیں / بھول کر بھی مت کہو انسان ہیں

کائناتوں کا قیام انہیں ہی ہے
انہیں اُٹھتی ہیں انہیں میں ہوتی لے[1]

ایک لقمہ ہے یہ ساری کائنات
اور چھٹی موت اُنکی کیا ہے بات

تم اور اُن سے جنگ کرنیکا خیال
کال کے بھی ہیں شری رگھبیر کال

پس میں پھر کہتی ہوں ہٹ سے باز آؤ
ہے بھلا یہ ہی کہ اُن کو سر جھکاؤ

اسطرح القصہ سمجھاتی رہے
راجۂ راون کو یہ نیک اِستری

صبح اُٹھ کر اب تلک بھی خاص عام
جسکا لیتے ہیں ہیا کے ساتھ نام

پر قضا تھی سر پہ راون کے سوار
خوش نہ آئی یہ نصیحت خوشگوار

مسکراتا اور ہنستا وہ رہا
بندروں اور آدمی سے خوف کیا

آئے ہیں جو وہ نہ جانے پائینگے
راکشس میرے انہیں کھا جائینگے

باتوں باتوں میں ہوئی وہ شب بسر
نور کا جلوہ ہوا وقتِ سحر

اُٹھا راون واں ادھر رگھبر اُٹھے
دونوں جانب مشورے ہونے لگے

انگد کی سفارت

رام نے اپنے مشیروں سے کہا
تم مجھے دیتے ہو اب کیا مشورہ

یک زباں ہو کر وہ سب بولے کہ رام
دنڈ سے پہلے کہا نیتی میں سام

بھیجئے اسواسطے اوّل سفیر
تاکہ لنکا کی طرف ہو راہ گیر

راونِ بدبخت کو سمجھائے وہ
تا بہ ممکن راہ پر لے آئے وہ

گر نہ مانے تو ہے پھر ناچار جنگ
اور نہ کرنا چاہیے اس میں درنگ

[1] سلہ فتا تلہ لڑائی سے پہلے تدبیر سلطنت میں صلح جوئی لکھی ہے

رام جی انگد سے یہ بولے کہ جاؤ
کام میرا احسان کر اپنا بناؤ

تم ہو صلح و جنگ میں میرے مشیر
تم سے بہتر یاں نہیں کوئی سفیر

بولا انگد آپ کی ہے سب دیا[1]
ورنہ میں اے رام جی ہوں چیز کیا

کہکے یہ انگد بلی رخصت ہوا
اور در لنکا پہ جا کر دی صدا

کہہ دو راون سے کہ آیا ہے سفیر
جلد اپنے جمع کرلے سب مشیر

کانپے سب ڈر سے ہنومت آیا پھر
اور لنکا پر قیامت لایا پھر

دوڑ کر دی جاکے راون کو خبر
قلعے کا دروازہ کھولا جلد تر

اندر آنے میں لگائی کچھ نہ دیر
اور اکڑ کر وہ چلا مانند شیر

رخ پہ مردی و شجاعت کا جلال
دیکھتا جو ہوتا وہ حیران کمال

سب نے بے پوچھے بتائی اسکو راہ
رعب سے ہر اک نے نیچی کی نگاہ

پہنچا جب دربار میں وہ نیک خو
سر و قد اٹھا ہر اک تعظیم کو

پر گوارا یہ نہ راون کو ہوا
آگ وہ غصے سے جل کر ہو گیا

چمکیں آنکھیں سرخ ہو کر مثل بھاڑ
جیسے آتش خیز ہو کالا پہاڑ

کچھ خیال اس کا نہ انگد کو ہوا
مثل شیر نر کھڑا جا کر ہوا

پوچھا راون نے بتا ہے کون تو
قاصد رگھبیر ہوں بولا نیک خو

باپ سے میرے تری تھی دوستی
حق ادا کرنے میں آیا ہوں یہی

سن مری اے راون والا صفات
میں بھلائی کی کہونگا تیری بات

جنم ہے اونچے گھرانے میں لیا
شیو کا اور برہما کا ہے پوجن کیا

ان سے بر[2] پا کر ہوا راجہ تو آج
سر اسر دونوں کا چھینا تو نے راج

[1] مہربانی [2] مراد

الغرض تجھ کو ہے وہ عظمت ملی　　ہے نہ دنیا میں ترا ہمسر کوئی

ہو کے مغرور اس پہ تو نے موہ سے　　جانکی جی کو ہرا ہے جان کے

جو کرے بیگانہ عورت پر نظر　　مرد کہلاتا نہیں ہے وہ بشر

اس پہ ہرنا ایسی زن کا رام رام　　جس کا اس دنیا میں جگدمبا[1] ہے نام

باز آ اپنے کیئے سے باز آ　　جان اور راج اپنا ناحق مت گنوا

کر کہا میرا اور انکو ساتھ لے　　رام کے پاس آ۔ وہ بخشینگے تجھے

گرچہ تیرا ہے بڑا بھاری قصور　　عفو فرمائینگے لیکن وہ حضور

ہے ہمارے رام کا سیدھا سبھاؤ　　واں ہر اک بگڑے ہوئے کا ہے بناؤ

ہاں مری اسکا تو پھل پائیگا　　ورنہ اے نادان مارا جائیگا

بات سنکر آگ راون ہو گیا　　بولا بندر میں ترا سر کاٹتا

لیک تو کہتا ہے تیرے باپ سے　　تھا کبھی پہلے تعلق کچھ مجھے

نام اسکا مجھ سے کہہ تو اپنے آپ　　بولا انگد یہ مرا بالی تھا باپ

سن کے یہ دل میں خجل راون ہوا　　کیونکہ اُسکی قید میں برسوں رہا

ہاں خجالت کے مٹانے کے لئے　　بولا بے شک ہم ملاقاتی تو تھے

تو ہوا ہے لیک ننگ خانداں　　اس ولیعہدی سے پہنچا ہے کہاں

بیٹا بالی سے بلی کا اور بیر　　دو فقیروں کا بنے جا کر سفیر

خیر کہہ ہے باپ تو باخیریت　　بولا انگد مجھ سے تو کچھ پوچھ مت

پوچھ لیجو جا کے دس دن بعد آپ　　تو وہیں ہوگا جہاں ہے میرا باپ

رام کے دشمن کی جو ہوتی ہے گت　　خود بتا دے گا تجھے وہ خیریت

ہاں ابھی کے دل میں ہوتی ہے دوئی　　بستے جس دل میں نہیں ہیں رام جی

[1] جگت کی ماتا

میں ہوں ننگ اور تجھے ہے فخر خاندان
پر یہ باتیں تو نے سیکھی ہیں کہاں

یوں نہیں کہتے ہیں نابینا و کر
تیرے تو ہیں بیس آنکھیں بیس سر

برہما وشنو شو یتی اور سب منی
جانتے ہیں فخر جس کی نوکری

میں سفیر اسکا ہوں اس سے ہے نیاز
اس سفارت پر مجھے ہے فخر و ناز

دے کے طعنہ تجھ سے جو تو نے کہا
شرم بھی آئی تجھے کچھ بے حیا

جل کے راون نے کہا اے بدلگام
جانتا ہوں دھرم و نیتی میں تمام

کہہ لے کہنا چاہتا ہے جو سفیر
مارتا اس کو نہیں کوئی امیر

بولا انگد دھرم تیرا - واہ واہ
ایک زن بیگانہ ہر لایا ہے آہ

کیا دھرم ہے کیا دیا ہے کیا چھما
ایسے ہوتے ہیں کہاں دھرماتما

ناک خواہر کی کٹی بیٹا مرا
کٹ گئے بھائی نہ بولا تو ذرا

واہ وا میرے بڑے بھاری نصیب
کرتا درشن ہوں میں دھرمی کے قریب

دھرم اپنے دل میں کہتا ہوگا کیا
تو جو اپنے منہ سے یوں دھرمی بنا

بولا راون نیچروں میں کیسا دھرم
جانتے بندر ہیں بس دھرم اور کرم

ان کو بھر کر پیٹ جو روٹی کھلائے
ناچ وہ جس طرح سے ناچے نچائے

طرح رگھبر جو کرے تو ہے روا
تو غلام ان کا ہے اے بندر بنا

میں ہنر کا قدرداں ہوں اے شقی
اسلئے سنتا ہوں سب باتیں تری

بولا انگد واہ میرے قدرداں
قدردانی یہ ہنر کی ہے کہاں

مار بیٹا اور لنکا پھونک دی
قدردانی پر ہنر کی تو نے کی

کچھ نہ تو ہنومنت سے بولا ذرا
وہ سلامت یاں سے واپس پھر گیا

ہے ڈھٹائی میری بھی یہ جان کر — بخشوائیگا تجھے میرا ہنر
جل کے راون نے کہا اے بھیا — شرم بھی آئی تجھے بکتا ہے کیا
باپ کے مار یگا ہے مشہور بیر — تو نے ڈھونڈھی تو کہیں جاں کی خیر
باپ کو کھا کر بچائی اپنی جان — تجھ سا سوامی[1] بھگت کوئی ہی کہاں
بولا انگد باپ کو میں کھا چکا — تو ہے یار اسکا تجھے اب کھاؤنگا

سن کے راون آگ ہی تو ہو گیا — بولا اے ناداں تو بکتا ہے کیا
ہے شجاعت میری مشہور جہاں — تجھ سا جودھا آج دنیا میں کہاں
سُر اسُر اور جانور اور آدمی — میں نے سب جیتے ہیں سُن بندر شقی
میری تاب جنگ لا سکتا ہے کون — کُل جہاں میں مجھکو کھا سکتا ہے کون
رام و فوج رام کی ہے کیا مجال — جو کریں مجھ سے لڑائی کا خیال
ہجر سیتا سے ہیں خود بے حال رام — اُنکے دکھ سے خود دکھی لچھمن مدام
تجھ سے اور سگریو سے کیا مجھ کو ڈر — تم ہو دریا کے کنارے کے شجر
میرا بھائی مجھ سے لڑ سکتا ہے کیا — دانت بچھڑ کے ہوں میں جانتا
نیل و نل بے شک بڑے معمار ہیں — جنگ میں لیکن وہ کب تیار ہیں
ریچھ راجا سے ہے کیا ڈر وہ ہے پیر — اُٹھ نہیں سکتا وہ میرے کھا کے تیر
اک ہنومنت ہے جواں اور سورما — لیک اب کی بار کب بچ کر گیا
بس تمہیں لائی قضا ہے کھینچکر — کوئی بچ کر جائیگا واپس نہ گھر

ہنس کے انگد بولا راون واہ وا — کیا ہی دھرمی سے بنا تو سورما
سورمائی ہے یہی شاید مگر — سونے جنگل میں اکیلی دیکھکر

[1] خیر خواہ آقا

جانکی ہر لایا ہے تو دزدوار — بے کئے رام اور لکھمن کا انتظار
گیدڑوں کے کام اور شیروں سے جنگ — واہ میرے سورما کے رنگ ڈھنگ
پر وہ جورن میں کچھ کرنی کرے — وہ نہیں جو عورتیں جا کر ہرے
حکم مجھ کو ہے نہیں رگھبیر کا — ورنہ میں تجھ کو دکھاتا بیڑنا
قلعہ لنکا کا اکھڑا رہتا نہیں — لیک تو اور یہ سبھا ہوتی نہیں
باندھ لیجاتا تمہیں گھر کے پاس — جیسے تم ہو چور بے خوف و ہراس
کہہ کے یہ فرش سبھا پر زور سے — اک دو ہتڑ مارا ایسا بیر نے
کانپ اٹھا ایوان اور دیوار و در — منہ کے بل اکثر گرے واں خاک پر
گرتے گرتے خود سنبھل راون گیا — لیک تاج سر زمیں پہ گر گیا

غل اٹھا دل میں خطر آنے نہ پائے — پکڑو یہ بندر نکل جانے نہ پائے
اس سبھا میں لیک وہ انگد دلیر — اپنی جا قائم رہا مانند شیر
بولا شور و غل سے کچھ ملتا نہیں — میں کھڑا اسجا ہوں اور ہلتا نہیں
جو قدم میں نے جمایا ہے یہاں — گر اٹھا دے اسکو کوئی پہلواں
ہار دی سیتا۔ رام جی پھر جائینگے — پھر نہ لنکا میں کبھی ہم آئینگے
دھارنا یہ کہہ کے باندھی دھیان کی — اور ہنسوا استادہ وہ انگد بلی
بولا جودھاؤں سے راون شور سے — پا اکھاڑو اور پچھاڑو تم اسے
ایک سے ایک ان میں طاقتور جھکا — خرچ سارا زور اٹھانے پر کیا
پر نہیں اٹھا کسی سے وہ قدم — چڑھ گیا شوروں کا اور بیروں کا دم

جب گئے سب ہار تو راون جھکا — لیک ہنسکر اس سے انگد نے کہا

میرے قابو نہیں مجھکے سے کیا ملے — لے قدم یہ بخت جاکر رام کے
سن کے یہ شرمندگی ایسی ہوئی — آنکھ نیچی ہو نہ ہرگز اٹھ سکی
بیٹھا سنگھاسن پہ جا یوں مر مرا — جیسے تاجر بیٹھے پونجی کو گنوا
اس کے چہرے پر کہاں عزّ و جلال — جو شری رگھبیر کا ہو بدسگال
کامیابی اسکو کب ہے مل سکی — جس نے کی ہے رام جی سے دشمنی
کیرتی[1] اور لکشمی اور تیج بل — رام کی سیوا کا ہے اک ایک پھل
رام جی کی جس جگہ سیوا نہیں — واں خوش اقبالی بھی ہوتی ہے کہیں
الغرض انگد نے بنتی سب کہی — یہ نہ راون کے کوئی جی کو لگی
بسکہ تھا کال اسکے سر پر کھیلتا — کچھ نہ سمجھائے سے سمجھا وہ ذرا

جنگ روز اوّل

رام سے آکر کہا انگد نے حال — خوش ہوئے رگھبیر جی سنکر کمال
وہ دیا ہے بسکہ ہیں کرپا ندھی — اپنے منہ اس کی بہت تعریف کی
اس کی ہمت کو کیا رہ رہ کے یاد — اور شجاعت کی بہت دی دل سے داد
بولا انگد میں ہوں کیا اے رام جی — ہے بڑائی اسکی جسکو تم نے دی
آپ تم ہو عالم بعلوم علم — پھر بڑائی میری کرنی۔ واہ حلم
تم ہی سب کرتے کراتے آپ ہو — ہم وسیلے ہیں فقط کام آئیں جو
جسکو تم ذلت دو ذلت اسکی ہے — جسکو تم عزت دو عزت اسکی ہے
میرے والد نے مجھے سونپا تمہیں — رکھنی لازم مجھ پہ ہے کرپا تمہیں

[1] شہرت دولت جلال و قوت

جیسے بچّے سے جو ہو جائے قصور ۔ باپ اُس سے ہو نہیں جاتا نفور
میں ہوں بچّہ رام جی تم باپ ہو ۔ سب سمجھتے ہے دیا ہے آپ ہو
مجھ پہ کرپا کی نظر رکھنا سدا ۔ کہہ کے یہ انگد بلی گدگد ہوا
دستِ شفقت سر پہ پھیرا رام نے ۔ واہ کیا کہنے ہیں لے انگد ترے
تو تو مجھ کو جان و دل سے ہے عزیز ۔ میرے بھگتوں میں نہایت باتمیز

صبح از بس جنگ واں ہونیکو تھی ۔ منعقد پھر رات کو مجلس ہوئی
متفق الرّائے سب اسپر ہوئے ۔ چار دروازے ہیں لنکا کے بڑے
منقسم ہو چار حصّوں میں سپاہ ۔ اور چڑھائی کا ہو بس یکدم نباہ
چار سینا[۴] چار ہی سینا پتی[۳] ۔ وہ سبھا کر کے مقرر واں - اُٹھی
سوئی سینا رات کو آرام سے ۔ جاگتے سینا پتی لیکن رہے
تاکہ ہو معقولیت سے انتظام ۔ کام سب خوبی سے پائیں انصرام
راکشس بھی قلعے میں تیاریاں ۔ رات بھر کرتے رہے لنکا میں واں

صبح جب جاگے شری رگھبیر جی ۔ فوج دھاوے کے لئے تیار تھی
نفیری ڈھول اور دمامے واں بجے ۔ چیخنے ریچھ اور بندریاں لگے
جے شری رگھبیر سوامی کی ہو جے ۔ ناد بھوساگر کو جن کا نام ہے
ہو کے خوش سب رام جی نونین جھکائے ۔ جوش سے اور دل کے بھگتی بھاؤ سے
کودتے تھے اور چھلانگیں مارتے ۔ اور عدو کو زور سے للکارتے
دل میں جو جوش شجاعت تھا بھرا ۔ بن کے نعرے منہ سے نکلا آتا تھا
اسطرح افواج دھاوے پر چڑھیں ۔ جسطرح خوش خوش براتیں جا رہیں

ھ رونق گاہ ۳ھ سپاہ ۴ھ سپہ سالار

دل میں تھی ہر لشکری کے یہ امنگ — رام کرپا سے ہیں جیتینگے جنگ
کیونکہ حق پر سب ہمارے کام ہیں — اور لچھمن پہ [1] سیا بر رام ہیں

نشیچروں کا جوش دل ایسا نہ تھا — بلکہ ہر اک اُن میں یہ تھا جانتا
کام راون نے کیا اچھا نہ کچھ — خوب تھا سیتا کا یہ ہرنا نہ کچھ
ہے بلا بیٹھے بٹھائے مول لی — کچھ خبر ہمکو نہیں انجام کی
ظاہرا ہم لوگ حق پہ ہیں نہیں — پس نتیجہ بھی نہیں اچھا کہیں
خیر ہونا ہے جو کچھ ہوگا وہی — فرض ہے لڑنا سو حاضر ہیں سبھی
عمر بھر کھایا ہے راون کا نمک — آج قرباں ہم کرینگے جان تلک
رام کو کہتے ہیں یہ اوتار ہیں — شہر ہمارے در پئے آزار ہیں
جاں بچانی اپنی ہے ہمکو ضرور — اور بھگانا مار کر بھی دور دور
اس لیئے ہم مار کر ہی آئیں گے — ورنہ اپنے آپ مارے جائینگے

شور کرتا رام کا لشکر بڑھا — گھیر قلعہ آ سبنے ہر جانب لیا
ریچھ بندر آ گئے کرتے شور و شر — ہاتھ میں پتھر تھے اور لوٹے شجر
قلعہ والوں پہ وہ برسانے لگے — تیر و نیزے واں فصیلوں سے چلے
راکشس گرتے تھے زخم سخت کھا — اور گرا جو جان سے مارا گیا
ریچھ اور بندر فصیلوں پر چڑھے — راکشس اُن چڑھنے والوں پر چلے
جو چڑھا بندروں سے اُسکی لی خبر — اور گرا وہ زخم کھا کر خاک پر
کچھ جتھے یلغار کرکے چڑھ گئے — مارے نشیچر اور وہ لنکا میں گرے
جو رہے باقی وہ بھاگے جان بچا — اس طرح سے اک تہلکہ مچ گیا

[1] سیتا کے خاوند

غل زن اور بچوں کے رونیکا اٹھا
ایک بندر نے تھی لنکا پھونک دی
ہاے راون دُشٹ تیرا ہو بُرا
ہاے ہم مارے گئے اب ہوگا کیا
فوج کی فوج آج ہم پر آ چڑھی
تو نے لنکا میں بُلا کی کیا بلا

شور سُنکر نالہ و فریاد کا
بھاگتوں کو سب نے للکارا کہ آؤ
عمر بھر کھایا نمک ہے راج کا
طعن سُنکر راکشس واپس پھرے
ریچھ بندر سب گراتے مار مار
یوں کنگوروں پر ہوئے وہ جلوہ گر
کھلبلی اب رام لشکر میں ہوئی
شیر کی مانند وہ گرجا کہ آؤ
آؤ جانبازوں سے جانبازیکا کام
دیکھتے ہیں راجہ سُگریو بھی
دوڑتے سے جو رادھا راکشس پہ کیا ہوا
پیٹھ نامردوں عدو کو مت دکھاؤ
اب کہاں جاتے ہو کھا کے لیے بچا
اور پھر کر دشمنوں پر وہ گرے
پھر فصیلوں پر ہوئے تیغ سوار
کالے بادل جیسے چھائیں ہوں ویسے
جو نہیں ہنومان سے دیکھی گئی
ساتھ میں ہوں خوف تم دل میں نہ لاؤ
دیکھتے ہیں یہ تمہارا کام رام
دیکھتے ہیں سب کھڑے سینا پتی

سُنکے یہ للکار جوش دل بڑھا
گرچہ تھی دیوار لنکا کی بلند
ریچھ بندر کودتے اور یوں چڑھ گئے
کنگروں پر جو تھے نشچر جا گریں
یاں تھی ناخن دانت اور مکّوں کی مار
اسطرح گھمسان کا وہ رن پڑا
ساتھ ہی بیرو نکا ہوا اک جمگھٹا
یاں نہ سیڑھی چاہئے تھی نے کمند
آدمی جسطرح سیڑھی پر چڑھے
برچھیاں لیکر پلے وہ سب لعیں
اور واں ہتھیار تھے پہلو گزار
اک قیامت کا سماں تھا رونما

اسطرف ہنومت آدھمکا تھا بیکنٹھ ناد
رام کی یاں اور وہاں راون کی داد

بندروں نے مارے واں نشچر بہت
نشچروں نے ریچھ اور بندر بہت

ریچھ بندر کم بہت تھے راکشس
دشمن کے آگے نہ کچھ چلتی تھی بس

ساتھ تھے جودھا و لنکا ایک جھگھٹا
کود کر امداد ہنومت کو گیا

یہ کمک پہنچی تو جوش دل بڑھا
جسطرح برسات میں دریا چڑھا

نشچروں کی واں خبر اسطرح لی
بھاگتے ہی ان کو آخر بن پڑی

ریچھ بندر کو دبا زار نہیں آسکے
تاکہ دشمن بھاگ کر جانے نہ پاسکے

یاں پڑا محشر کا آکر سترکہ
دوڑے نشچر ہر طرف سے ریلا

بندر اور ریچھوں نے وہ جوہر دکھائے
راکشس گرنے لگے سر [illegible]

جسم اعدا کا مسل ڈالا کہیں
سر کو دبا کر دبوچ ہی ڈالا کہیں

جان کسیکی لے لی مکے مار کر
کاٹ کر گھایل کسی کا جسم زار

ناخنوں سے پیٹ پھاڑا ایک کا
کان دانتوں سے اکھاڑا ایک کا

سر کسی کا پھوڑا پتھر مار کر
یا کہ لے لی جان نخوں کا وار کر

راکشس لنکا میں واں تھے بیشمار
اور بہ تعداد میں اک دو ہزار

گو انھوں نے خوب ہی جوہر دکھائے
پر وہ بے تعداد تھے کیا پیش جائے

دیکھا سرداروں نے بہم گھر گئے
پھر صفیں باندھے فصیلوں پر چڑھے

جو رہے پس ماندہ انکے ساتھ لے
کود کر لشکر میں اپنے آگئے

اب قریب آیا زبس ہنگام شام
واپسی کا لازمی تھا انتظام

تھک کے شور اور سپر ایسے ہٹے
کشتہ و مجروح کی جانب جھکے

پٹیاں زخمونپہ گھایل کے بندھیں
لاشیں بحر شور میں پھینکی گئیں

مضمحل آرام سب کرنے لگے
یاں کھڑے کچھ اور واں بیٹھے ہوئے

رام کا لشکر فصیلوں سے ہٹا
رام چرنوں میں اُسی بن میں گیا

دیکھا رحمت سے ہر اک کو رام نے
ہو گئے سب تازہ دم ہارے تھکے

کارنامے انگد اور ہنومان کے
جا بجا تذکور واں ہونے لگے

دستِ شفقت سر پہ پھیرا رام نے
آپ کی تعریف کر یادھام نے

جنکی خود تعریف یوں رگھبر کریں
وہ خوشی سے کیوں نہ آنکھیں تر کریں

"کیں تضرع را برحق قدر ہاست
واں بہا کانجاست زاری اینجاست" ؎

جنگ روزِ دوم

بیٹھے نشچر اور چرچا جنگ کا
رات کو دربار راون میں ہوا

رائے ہر جودھا کی یہ قائم ہوئی
یوں نہیں لنکا میں محصوری بھلی

فوج کا حصہ بڑا بھاری کٹا
کام ہے اسطرح کیونکر چل سکا

ریچھ اور بندر بلا کے ہیں قوی
جز و رس سردار ان کے ہیں سبھی

گرچہ دیواریں ہیں لنکا کی بلند
ان کو ہے درکار زینہ نے کمند

آج نیچے کودے ہیں کتنے دلیر
اور لڑے کسطرح ہیں مانند شیر

کود آئی اسطرح گر فوج کل
پھر نہیں ممکن کہ وہ جائیں نکل

ریچھ بندر سب یہاں گھس آئینگے
نشچر انکے ہاتھ مارے جائینگے

گھر نا دشمن کا نہیں گھر میں بھلا
اپنے گھر ہمنے بلائی کیوں بلا

کل ہماری رزم کا تازہ ہو رنگ
کیجئے لنکا سے باہر چل کے جنگ

؎ اس گریہ و زاری کی بھی ... [illegible]

سب نے اس تدبیر کی دی دل سے داد
اور کیا راون نے بھی خود اس پہ صاد

بولا اندرجیت میں کل جاؤں گا
غالب ان سب دشمنوں پر آؤنگا

حوصلہ ہر ایک جودھا کا بڑھا
کیونکہ یہ نشیچر بڑا تھا سورما

دیوتاؤں سے لڑا تھا بار بار
اور اُن سب کو بھگایا مار مار

راجہ اندر کو تھا جیتا لا کلام
یوں پڑا تھا اس کا اندرجیت نام

صبحدم بندر جو دھاوے پہ چڑھے
دیکھے نشیچر قلعے کے باہر کھڑے

پلٹنیں تھیں یوں صفیں باندھے کھڑی
جیسے دیواریں ہوں لوہے کی بڑی

کالے کالے نشیچروں کا جمگھٹا
یوں تھا جوں ابر سیہ چھایا ہوا

اس میں ہتھیاروں کی ہر سو یوں چمک
بجلیوں کی بادلوں میں جوں دمک

رعد کا تھا شور شور میگھ ناد
سُن لے جو سکے ہے تا عمر یاد

صف سے باہر آکے گرجا وہ دلیر
جسطرح بن میں دہاڑے کوئی شیر

ہیں کہاں سگریو انگد جاموونت
ہیں کہاں نل نیل دوبد ہنومنت

رام لچھمن ہیں کہاں میداں میں آئیں
جوہر مردانگی آکر دکھائیں

میں ہوں وہ جودھا کہ میرے خوف سے
دیوتا میرو کے غاروں میں چھپے

میں ہوں وہ جودھا کہ جیتا اندر کو
آئے جو مرد مقابل میرا ہو

کہہ کے یہ خاموش جس دم وہ ہوا
رام کے لشکر میں شور و غل اُٹھا

بولا اک بیر سُن اے بوالہوس
اپنے منہ تعریف اپنی کرنی بس

تو نے سیکھی ہے کہ ہے کچھ اور بھی
تجھ میں نشیچر جوہر مردانگی

ہے مثل مشہور بر روئے زمیں
جو گرجتے ہیں برستے وہ نہیں

ٹھہر ہم آئے تجھے جوہر دکھائیں تیز تیغ کا مزا تجھ کو چکھائیں
ماریں وہ مکے کہ دنداں گر پڑیں پھول جیسے شاخ گلبن سے جھڑیں

کہہ کے یہ افواج کے دھاوے ہوئے دونوں جانب سے بہادر بڑھ چلے
دوڑ کر فوجیں ملیں وہ اس طرح میل دو دریاؤں کا ہو جس طرح
شور تھا وہ الامان و الاماں گونج سے پر تھا زمین و آسماں
اس طرف سے تیر اور برچھے چلے اس طرف سے خوب پتھر اور تنے
نوبت تیغ و تبر آئی ادھر دانت اور مکے چلے یاں بیشتر
کام آئیں بندروں کی پھرتیاں یاں تھے دم بھر میں تو دم بھر میں وہاں
پتھروں کا مینہ سا برسا دیا نشیچروں کا سر پکڑ ٹکرا دیا
دانت ناخن سے کیا تن کو فگار اور کیا گھایل تنوں سے مار مار
بھاگ نکلے سامنے سے راکشس دیکھنا تھا کون ان کا پیش و پس

ان کو للکارا بہادر سیگھ ناد نامرادو ٹھیرو بر آئی مراد
آ رہے ہنومان ہیں اور لکشمن آج یہ جانے نہ پائیں چھوڑ رن
آ رہا ہیں میری مدد کو ساتھ آؤ شہر بنا مرگ آج دونوں کو چکھاؤ
فوج میدان میں ٹھہرنے پائی کب بر سر میداں گرے سردار جب
راکشس للکار یہ سنکر پھرے اور رکھ کر جاں ہتیلی پر گرے
تیغ و تبر سے برچھیاں تیر و تبر برسے یوں جوں مینہ برسے خاک پر
تھا جوابی حملہ ایسے زور کا جسطرح دریا کوئی آئے چڑھا
اکھڑے اب یوں رام سینا کے قدم جوں لب دریا شجر رہتے ہیں کم

کھا گئے ریچھ اور بندر سب لگے / جو مُڑ کے وہ بیشتر مارے گئے
پیچھے للکارا ہنومنت شور سے / وار کرنا میرے بیروں زور سے
مُڑ گئے جو آئے ہیں نشچر پھر نہ جائیں / ہوں نہ ایسے وار جو یہ گر نہ جائیں
اسطرح ہنومنت تھا جب للکارتا / میگھ ناد اُس کے مقابل آگیا
چاہا ہنومنت نے کہ اک بھاری چٹان / اس پہ پھینکے اور لے اسکی جان
لیک پھُرتی سے بچایا اُس نے وار / اور جھٹکا لچھمن کی جانب ایکبار
ایک برچھی ایسی ماری تان کے / خاک پر غش کھا کے لچھمن جی گرے

اب غروب مہر کا آیا سماں / تھم گئے جو بیر لڑتے تھے جہاں
بازگشتی کوچ کا دھونسا بجا / دونوں جانب رزم سے لشکر پھرا
راکشس لنکا میں سب داخل ہوئے / ریچھ بندر رام چرنوں میں گئے
رام نے غش میں جو دیکھے لکشمن / کچھ نہ پوچھو حال دارائے زمن
کس طرح کا رنج خاطر پر ہوا / کہنے والے سے نہ جو جائے کہا

لکشمن کی مُورچھا

بید بندر اور ریچھوں میں کہاں / جو علاج لکشمن کرتا وہاں
رام سے آخر بھبھیشن نے کہا / ہے سُکھین اک بید لنکا میں بڑا
وہ اگر آئے تو ممکن ہے علاج / اس کا ہم پایہ نہیں ہے کوئی آج
دوڑا ہنومنت اور کہا لایا میں اب / دیر لانے میں بھلا مجھکو ہو کب

کہکے یہ چھوٹا سا روپ اُسنے دھرا ۔ اور ہوا کی طرح وہ لنکا چلا
بید کے گھر جاکے پکڑا اسکا ہاتھ ۔ اور لے آیا ہنومنت اپنے ساتھ
دیکھا لچھمن جی کو تو تیوری چڑھائی ۔ بید نے مایوس ہو گردن ہلائی
صدمہ ایسا سخت ہے ممکن نہیں ۔ جو علاج اسکا کوئی کر دے کہیں
ہاں ہمالے سے جو کوئی تم میں جائے ۔ واں سے وہ سنجیونی بوٹی کو لائے
رات بھر میں لیک ہو جائے دوا ۔ صبح ہونے پر نہیں ممکن شفا

سُن کے یہ رگھبیر جی نے آہ کی ۔ ہاے سویرے لکشمن کی جان گئی
یوں ہمالے کون شب میں جا سکا ۔ اور نہ جا شب ہی وہ بوٹی لا سکا
بولا ہنومنت ہے یوں شکتی میرا نام ۔ میں گیا اب اور لایا جاکے رام
کہہ کے یہ واں سے اڑا مثل ہوا ۔ حال یہ معلوم راون کو ہوا
کال نیمی راکشس کے آیا پاس ۔ ڈر کہا اس سے کہ ہے خوف و ہراس
راہ میں تو جاکے وہ [illegible] رچا ۔ صبح تک جب واں رہے ہنومنت پھنسا
بوٹی پربت سے نہ لانے پائے وہ ۔ پاس لچھمن کے نہ جانے پائے وہ
مرگ لچھمن سے ہوئے بیدل جو رام ۔ سہل ہوگا فتح کر لینے کا کام
بولا وہ - راون تو راجہ ہے مرا ۔ حکم سر آنکھوں پہ میں کہتوں ترا
لیک اتنا سوچ تیرے سامنے ۔ پھونکے لنکا جو بلا پنجیں مار کے
کس سے نہ جو اسکا راستہ ہے گر سکا ۔ میری سُن ان حرکتوں سے باز آ
سانجھ سے سیتا کو کر عذر گناہ ۔ سب پہ رگھبر کی ہے رحمت کی نگاہ
چل بھبھیشن کی طرح سے تو بھی چل ۔ ہے شرن رگھبیر سوامی کی سپھل
جو بھبھیشن [illegible] سے گیا ۔ دین و دنیا میں اسی کا ہے بھلا

ہیں مبارک آتمائیں یاں وہی
جو شرن لینی ہیں سیتا رام کی

سُن کے یہ باتیں بہت راون چلا
بولا کیا بکتا ہے تو اے بے حیا

میرا نوکر اور طرف دارِ عدو
مان اُسے جو حکم دوں میں ورنہ تو

پھل عدول حکم کا یہ پائیگا
میرے ہاتھوں جان سے مارا جائیگا

کال نیمی سوچا آ پہنچی قضا
مرنا ہنومنت کے ہی ہاتھوں ہے بھلا

سوچ کر کی گردنِ تسلیم خم
گھر سے فوراً ہی رکھا باہر قدم

سنئے اب چلتا ہوا مشکل ہوا
جب ہمالے پہ پہنچ ہنومنت گیا

آشرم اک اُس نے دیکھا خوب تر
اس میں دیرینہ شجر سب با ثمر

خوشنما اک حوض پانی سے بھرا
پاس ہی اک دلفزا مندر بنا

اک مُنی بیٹھا وہاں ہے شاد کام
جپ رہا ہے اپنے منہ سے رام رام

دیکھ کر ہنومنت نے پرنام کی
وہ یہ بولا آئیے ہنومان جی

ہو رہی ہے رام اور راون میں جنگ
معرکوں کا روز تازہ تر ہے رنگ

آج اندرجیت کی برچھی لگی
اور ہوئے بے ہوش ہیں لچھمن جی

بوٹی لینے کو یہاں آئے ہو تم
مطلقاً رستہ کیا تم نے نہ گم

آؤ بھائی دھنیہ تم ہنومان جی
ختم بھگتی تم پہ سیتا رام کی

ہے گورو کی حال پہ میرے دیا
دیکھتا ہوں سب یہاں بیٹھا ہوا

یوگ کی مجھ کو ملے وہ روشنی
جس سے ہے چشمِ بصیرت کھل گئی

تم ہو پیاسے آؤ لو پانی پی دوں
پھر کتھا گمبھیر کی تم سے کہوں

لے کے دم اور پل کے پانی پی جاؤ
اور لچھمن جی کو تم جا کر جلاؤ

کہہ کے یہ لایا کمنڈل وہ مُنی
تا پئیں جل اُس میں سے ہنومان جی

سن رہا تھا یہ سخن ہنومت کھڑا — اور اپنے دل میں وہ حیران بڑا
واہ وا کیا شے ہے ستسنگی لوگ یا — جسنے یوں چشم بصیرت کھول دی
یہ منی پھر محض یوگی ہی نہیں — رام جی کا بھی بھگت ہے بالیقیں
کیا ان چرچا کیجئے اس سے یہاں — چلئے پھر لیکر یہاں سے بوٹیاں
آ گیا گر یاں آدھی گھڑی بھی سادھو کا سنگ — دور کرتا دل سے ہے پاپوں کا زنگ
اس سے ہنومت نے کہا یہ سوچ کر — آب تو ندی میں نہیں ہے پیاس بھر
حوض میں سے جا کے پی آؤں میں اب — آ بنا سنئے رام کا چرچا شتاب
حوض میں لیکن قدم جوں ہی دھرا — ایک مچھلی نے پکڑ اس کو لیا
لات ماری اسکے ہنومت نے جوہیں — اپسرا وہ بن گئی فوراً حسیں
اور بولی یہ منی ہے راکشس — رو کے کہنے کو تیرے یہ بابا ہے بس
آ ہنومت اسکی باتوں میں نہ تو — یوگ اس میں ہے نہ ہے بھگتی کچھو
یہ تھا گندھرو اور میں تھی اپسرا — ایکبار ہم سے ہوئے نارد خفا
شاپ سے اُن کے میں مچھلی بن گئی — اور یہ نشچر۔ یہ سزا ہم کو ملی
وچنیہ تجھ کو چھو کے جو تیرے قدم — میں بنی پھر اپسرا چھوٹا الم

کہہ کے یہ آکاش میں وہ تو گئی — آئے نزد راکشس ہنومان جی
بولے مجھ کو دکشنا[1] گورو دیو دو — دکشنا کی دکشنا پہلے یہ لو
کہہ کے یہ دُم میں لپیٹا زور سے — اور اک پتھر پہ پٹخا شور سے
شکل اصلی مرتے دم اس کی ہوئی — زور بنا گندھرو جو جون اسکی تھی
جھک کے پھر پرنام ہنومت کو کیا — اُس نے بھی آکاش کا رستہ لیا
آشرم اب تھی نہ واں کوئی منی — کوہ پر استادہ تھا ہنومت بلی

[1] تعلیم۔ تعلیم کی فیس

بوٹیاں اُس جا تھیں بے حد و شمار
کس کو لوں اور کس کو چھوڑوں نہ تھا بچار

وہ پہاڑ آخر اکھاڑا زور سے
رکھ کے کندھے پر ہنومنت لے چلے

جب اجودھیا کے ہوا اوپر گزار
راکشس سمجھے بھرت بے اختیار

اس طرح اک تیر مارا زور سے
لگتے ہی ہنومان جی نیچے گرے

آ پڑے نیچے منہ سے کہتے رام رام
آہ کیا رگھبیر کا بگڑا ہے کام

کہتے کہتے یہ انہیں غش آ گیا
فکر جاں فرسا بھرت جی کو ہوا

ارے نصیبے آہ کیا کوسوں تجھے
دین و دنیا کا نہیں رکھا مجھے

پہلے ہیں نے ہی بگاڑا کار رام
آج پھر مجھ سے ہی بگڑا ان کا کام

کون یہ بندر ہے اور جاتا کہاں
کار رگھبر کس طرح بگڑا یہاں

کہہ کے یہ اس کو جگانے وہ لگے
پر نہ وہ جاگا کسی تدبیر سے

بولے جس دم دے نہ کچھ تدبیر کام
کارساز آخری ہیں میرے رام

چھل کپٹ بن رام کے چرنوں میں پریت
گر مجھے ہے اور وہ ہیں میرے میت

تو یہ بندر ہو کے اچھا جاگ جائے
بے تکلف کام رگھبر کے بنائے

یہ کہا تو ہو گیا دکھ درد دور
ہوش کا آیا رخ ہنومنت پر نور

رام کی پوچھی بھرت نے خیریت
اور کہی ہنومان نے سب کیفیت

کارنامہ سن بھرت نے آہ کی
رام کی مجھ سے نہ خدمت ہو سکی

دھنیہ لچھمن جی کہ انکے کام آئے
میں ہوں یاں بیکار بیٹھا ہائے ہائے

گو نہ خواہش تھی کہ ہوں ہنومنت جدا
دیر کے ڈر سے مگر رخصت کیا

فکر جا بی دل پہ یاں رگھبر کے تھا
نصف شب گزری نہیں ہنومنت پھر

[illegible] آس میں کچھ مایا نہ ہو
راستے میں اس کو پھر مارا نہ ہو

[illegible]

دیکھتے تھے پاس سے روتے لکھن
دل میں رنج و غم تھا۔ لنکا پتی جن

دیکھ سکتے تم دکھی مجھ کو نہ تھے
آج کیوں خاموش ہو بھائی پڑے

چھوڑے میرے واسطے باپ اور ماں
اور بنوں میں دکھ سہے وہ لا انت

آج آخر وہ چھٹی کیا ہوئی
آنکھ کھولو مجھ کو دیکھو تو سہی

دولت و فرزند و زن اور خانداں
سب ہیں مل سکتے۔ مگر بھائی کہاں

میرا جینا تم بنا ہے اس طرح
زندہ ہے بے بازو پرندہ جسطرح

منہ دکھاؤں میں اودھ میں جا کے کیا
تم سا بھائی پھر نہ آیا گنوا

اپنی ماتا کے ہو تم پیارے پسر
لخت دل نور بصر لخت جگر

جیتے دم اُس نے تمہیں سونپا مجھے
منہ دکھاؤنگا میں کیا جا کر اُسے

ہجر سیتا کا تو دکھ جوں توں سہا
ہو گئے بھائی اگر تم بھی جدا

یہ نہ دکھ مجھ سے سہارا جائیگا
تم گئے تو پران پیارا جائیگا

اسطرح جب غم میں تھے رگھبیر جی
آ گئے ہنومنت لے بوٹی [illegible] کی

اس کے آجانے سے یوں غم مٹ گیا
چشم نابینا میں جوں آ جائے ضیا

بید نے فوراً دوا تیار کی
چشم لچھمن اُس کے پینے سے کھلی

رام جی یہ دیکھ کر یوں خوش ہوئے
خود اُٹھایا اور لگایا خود گلے

فوج میں نعرہ ہوا جے کار کا
جس سے تا لنکا وہ میدان گونج اٹھا

کمبھ کرن کا مارا جانا

شور اس جے کار کا راون نے بھی
اپنے محل میں سُنا وہ گونج تھی

۱ محبت

آئے جاسوس اور یہ پوچھ لگا
تا نہ دم ہو کر ابھی لچھمن اٹھا

اس لیے لشکر میں جو جاتے
دیکھ کر کل رنج کیسا ان پڑے

سن کے فق رنگ رخ راون ہوا
کنبھ کرن کے پاس وہ جا آگیا

سو رہا تھا نیند وہ چھ ماہ کی
سخت نقارے سے آنکھ اسکی کھلی

آنکھ کھلتے ہی وہ بولا کون ہے
گوشت [illegible] دو مجھے پینے کو دے

تھا یہ پہلے ہی مہیا کر رکھا
راون اپنے ہاتھ سے دیتا گیا

کھا کے اور پی کر جو سیری کچھ ہوئی
چشم اس کی تب تو راون پر پڑی

دیکھ کر بولا کہ بھائی کیا ہوا
تیرا منہ ہے کس لیے سوکھا ہوا

داستاں ساری سے راون نے کہی
کس طرح جنگل میں سیتا تھی ہری

کس طرح سے باندھ کر پل آئے رام
کس طرح لنکا کے باہر ہے مقام

کس طرح نشچر بہت کام آ چکے
کس طرح بیٹے مرے پوتے مرے

بولا آخر اب ہے تیرا آسرا
تو لڑا تو کام بگڑا اب بنا

ہو مقابل تجھ سے ایسا کون ہے
لڑ سکے تجھ سے وہ جودھا کون ہے

کنبھ کرن باتیں یہ سب سنتا رہا
پھر یہ بولا آہ بھائی کیا کیا

گر مجھے پہلے جگاتا آن کر
دیکھتا ہرگز نہ یہ دن سخت تر

گیان مجھ کو پہلے نارد نے دیا
وہ سناتا تجھ کو میں سب برملا

رام سے بھائی بھلا انساں کہاں
جن کے سیوک ہیں ہنومان سے یہاں

برہما وشنو اور شو نر سے مورتی
ہے شری رگھبر کی مایا سے بنی

برہم ویاپک سچدانند آپ ایک
ہو رہے ہیں اپنی مایا سے انیک

ان کا دشمن بن کے کیسی اپنی خیر
رہ کے دریا میں مگرمچھ سے ہے بیر

لہ سیتا تھی بے التعداد

آ مجھے اپنے گلے سے تو لگا
جانتا ہوں میری آپہنچی قضا

تیرا کھایا ہے نمک جا کر لڑوں
رام کے چرنوں میں اپنی جان دوں

شیام مورت کے مجھے درشن ہوں آج
اے نصیبے تو نصیبوں کا ہے تاج

ایسا موقع آہ ملتا ہے کسے
جان جو رگھبیر کے چرنوں میں دے

نور صبح از بس نمایاں ہو چلا
دیر اب کرنی نہیں ہرگز روا

لے سلام آخری جاتا ہوں میں
اپنے جوہر جا کے دکھلاتا ہوں میں

کہہ کے یہ اٹھا جگہ سے اپنی بیر
اور چلا میدان میں مانند تیر

نشے میں سرمست آگے وہ چلا
اور عقب میں اس کے لشکر آ رہا

دور سے دیکھا بھبیشن نے اسے
صف سے باہر جا قدم جھک کے لیے

دست شفقت اس نے سر پر پھیر کر
پوچھا اچھے تو ہو اے لخت جگر

دھنیہ ہو تم جو شرن لی رام کی
مجھ کو بھی درشن کی ہے اب لو لگی

تھا نہیں اول سے ہی بھگتی کا چاؤ
مجھ کہے ہے رگھبیر جی سے سر بچاؤ

حق رسی کے راستے ہیں بے شمار
ایک منزل کی طرف سب کا گزار

کہہ رہا تھا یہ مگر اس کی نظر
لگ رہی لچھمن پہ بھی تکتا ہے رام پر

سانولی اور گوری مورت ہائے ہائے
کون ہے وہ دیکھ کر جو آنکھ اٹھائے

بیر سے یا دل کے بھگتی بھاؤ سے
دھنیہ وہ جو اس طرح درشن کرے

کر چکا درشن تو لپکا وہ شیر
آ سکے لڑنے مجھ سے جو ہے دلیر

سن کے یہ پہنچا ادر سند رسین بڑھے
اس پہ حملے زور سے کرنے لگے

اک نے ماری تفنگ دوجے نے درخت
ایک نے مارا اٹھا کر سنگ سخت

ست دشمنی کا خیال

اُس پہ برسائیں چٹانیں بار بار
اور کیے دندانوں اور ناخن کے وار

سب ہوئے بیکار ثابت اسطرح
کوہ پہ بارش کی بوندیں جسطرح

آنکھ کے ڈوڈے جو ہاتھی پر پڑیں
جسم پر اس کے اثر وہ کیا کریں

راکشس تھا وہ کہ اک کوہ بلند
ڈرے آندار و پرناش گرز مار

دست و بازو سے لیا وہ اُسنے کام
چیخ اٹھے سب ریچھ بندر ہائے رام

ٹانگ پکڑی اسکی اور پھینکا اُسے
اسکو مارا اور دیے پٹخا اُسے

ایک کو اسطرح پھینکا سو دبے
اور دبے یوں پھر نہ پھر کر اٹھ سکے

ٹانگ پکڑی ایک کی چکر دیا
اور اس چکر میں سو کو لے لیا

روند ڈالے پاؤں میں بندر ہزار
ریچھ مارے اُس نے کتنے بار بار

پا کے اپنی طرز جنگی کا جواب
بھاگ نکلے ریچھ اور بندر شتاب

راکشس ہے یہ ہماری یا قضا
ہم سے اس کا سامنا بس ہو چکا

دیکھا سرداروں نے بگڑا آج کام
رزم کا کچھ اور ہی ہے انتظام

فوج کی ہمت بڑھانے خود بڑھے
دوڑ کر مکا دیا ہنومان نے

کھا کے مکا گرتے گرتے وہ بچا
پھر سنبھل ہنومنت کے وہ مکا دیا

غش ہوا طاری گرا وہ خاک پر
دوڑے انگد نیل و نل سب ہی اُدھر

سب کو مکے مار کر بس پا کیا
اک گرا یاں دوسرا اُس جا گرا

یوں بغل میں بھینچا اب سگریو کو
نیم جاں وہ ہو گیا بیہوش ہو

دیکھ کر یہ جامونت آگے بڑھا
کمبھ کرن کا ہاتھ مکے کو اٹھا

گر پڑا سگریو اور آیا جو ہوش
دوڑ کر نشچر پہ جھپٹا سخت کوش

چڑھ گیا کندھے پہ کچھ دیکھا نہیں
کاٹ ڈالی ناک دانتوں سے ہیں

خون کے یوں اس سے پرنالے بہے　　کوہ پر گیرو کے جوں نالے بہے

کود کر سگریو آیا خاک پر　　اور جھکا لشکر پہ وہ نشچر اُدھر
بدشگونی راکشس سمجھے ہوئی　　ناک لڑتے لڑتے جودھا کی کٹی
سعی بیحد ہم کو کرنی چاہئے　　نشچروں کی لاج دھرنی چاہئے
تیغ و خنجر کھینچ کر وہ بڑھ چلے　　معرکے واں سخت تر ہونے لگے
کمبھ کرن آگے تھا اور پیچھے وہ سب　　ہر طرف محشر کا سا شور و شغب
رام اور لچھمن نے دیکھا آج جنگ　　اور ہی دکھلا رہی ہے رنگ ڈھنگ
اُٹھے لیکر ہاتھ میں تیر و کماں　　مینھ سا برسا دیا یکدم وہاں
یوں کمانوں سے چلے دونوں کے تیر　　سانپ ہوں جیسے ہوا میں راہ گیر
جن کو پایا آ ہی پہنچے یوں ڈسیں　　مرگ مبرم سے وہ کیونکر بچ سکیں
راکشس میدان میں گرنے لگے　　رخ بہت جودھاؤں کے پھرنے لگے
بندروں ریچھوں کی ہمت بندھ گئی　　از سر نو سخت دھاووں کی ٹھنی

کمبھ کرن نے دیکھا بگڑا بن کے کام　　دوڑ اٹھیرو لکشمن اور ٹھیرو رام
تم نے مارے ہیں بہت سے راکشس　　بچکے مجھ سے اب کہاں جاؤگے بس
کہہ کے یہ دے ماری اک بھاری چٹان　　تاک کے لے ایکدم دونوں کی جان
وار خالی ہٹ کے دونوں نے دیا　　نشچروں کے ساتھ وہ آگے بڑھا
اسطرح کی سخت تھی اُن سب کی مار　　پیچھے ہٹتے ہی بن آئی بار بار
ریچھ بندر اسطرف پیچھے ہٹے　　اُس طرف نشچر بزور آگے بڑھے
کمبھ کرن یوں ان کے آگے رہا　　جسطرح کوہ سیہ چلتا ہوا

دیکھ کر یہ ریچھ اور بندر ڈر گئے — اور دہائی رام کی دینے لگے
رام جی اس سے ہمیں لیجے بچا — دیکھئے یہ کال آتا ہے چلا
رام نے وہ تیر مارے تان کے — زخم سارے تن بدن میں ہو گئے
ڈگمگانے وہ لگا چلنے میں یوں — کشتیٔ طوفاں زدہ بشکستہ جوں
پر کلہاڑی اک بڑی بھاری اٹھا — تاکہ پھینکے رام پر اور لے لے جان
مار اس بازو پہ تیر اک رام نے — ہاتھ بدلا نرنجر خود کام سے
دوسرے بازو پہ تیر آ کر لگا — ہاتھ سے اسکے رتن پتھر گر پڑا
پھر نہ دم لینے کا موقع مل سکا — رام نے تیروں کا مینہ برسا دیا
یوں ہوا زخموں سے سارا تن فگار — جسطرح بشگفتہ بن میں لالہ زار
زخم کاری کھا کے آخر وہ گرا — اور گرا یوں پھر نہ گر کر اٹھ سکا
وہ گرا یوں جیسے مینارہ گرے — اور یکاں سب پاس کے بھی مرے
گرتے گرتے اسنے لی بندروں کی جان — سینکڑوں ہی مر گئے دب کر وہاں
مرتے دم آنکھیں لگی تھیں رام پر — دل میں آنند اور بآب چشم تر
کمبھ کرن نے اس طرح سے جان دی — اور وہ پد پایا جسے پائیں رشی
راکشس تھا بسکہ یہ جودھا بڑا — دیوتوں کو سخت تھا اسکا ڈرا
دیوتا دل میں نہایت خوش ہوئے — رام جی پر پھول برسانے لگے

ہو گیا تھا بسکہ اب ہنگام شام — لوٹے رن بھومی[1] سے بن کی سمت رام
دونوں لشکر رزم سے واپس پھرے — مشورے کل کے لیے ہونے لگے
رام کے لشکر میں تھی جتنی خوشی — فوج راون میں تھی اتنی ہی غمی
کمبھ کرن سا راکشس مارا گیا — اب مقابل کون ہو کر جم سکا

[1] میدان جنگ

سب کو ڈھارس دیکے بولا میگھ ناد تم کو چھوڑوا دو رکھو خاطر کو شاد
اب ہو گی تم کو میری کل کی جنگ دیکھنا پھر کل دکھاؤنگا وہ رنگ
جا سے لچھمن ہم کچھ لون ہاں یہاں اگر میں اٹھا نہ سکن ہو عیاں
سن کے اقرار اوس راون خوش ہو گئے فیصلہ یہ کر کے مجلس سے اٹھے

میگھ ناد کا مارا جانا

دوسرے دن صبح کے کارن بڑا کیونکہ اندرجیت جودھا تھا بڑا
یوں رہا گرم آہ میدان قتال سب ہی سمجھے کہ آپہنچا ہے کال
نڈر ہا تھا جو سر میدان کھڑا اسکو دم بھر کا نہیں تھا آسرا
ریچھ بندر نشچروں کے کال تھے اور وہ کال ان کے ہر جا ہو رہے
یوں گرے کٹ کٹ کے جودھا میدم فصل میں دہقان کاٹیں جو بہم
چار سو مجروح و کشتے ہو گئے اور ان کشتوں کے پشتے ہو گئے
پھر بھی تھی موت میں کھوئے دل اسکا نقشہ تھا ہر اک بیر و جواں
دیکھتا تھا مرگ کو ہر بیر پاس جان بچنے کی کسی کو تھی نہ آس
جان کے لالے تھے سب کو پڑ رہے بے دل و بے جان ہو کر لڑ رہے
رزم کا دن بھر یہی عالم رہا یہ گرا اور وہ گرا اور وہ گرا
جو نہ رہتے تھے میدان میں کھڑے خاک پر اس دن نظر آئے پڑے
رن میں اندرجیت نے جوہر دکھائے رام کی افواج کے چھکے چھڑائے
اسطرح تیروں کا مینہ برسا دیا رزم سے بیروں کا منہ پھروا دیا

بھاگے بندر سے وہاں پر رام کی
بھاگ گئے ہی واں سے ریچھ و کپی

پیچھے راجا سے نہ یہ دیکھا گیا
آیا لڑنے کے لئے دوڑا ہوا

آئی اندرجیت کو اس پر ہنسی
کیوں رے بوڑھے موت آپہنچی تری

کھینچ کے یہ ترسول چھاتی میں دیا
جاموننت اس وار سے نیچے گرا

ایک سنبھلا اور نہایت شور سے
راکشس کی ٹانگ پکڑی زور سے

پھینکا سر کے گرد اسکو یوں پھرا
جاکے وہ راون کے قدموں میں گرا

ہوش آیا تو ہوئی شرمندگی
یگیہ کرنے کو گپھا کی راہ لی

رام سے شب کو ببھیشن نے کہا
میگھناد اک یگیہ ہے اب کر رہا

ہوگیا گر سدھ وہ سفلی عمل
جیتنا ممکن نہ ہوگا اس کا کل

لچھمن سے رام یہ بولے کہ آؤ
ساتھ لیکر انگد اور ہنومنت کو جاؤ

یاں ببھیشن سگریو اور ریچھ راج
فوج کی رکشا کرینگے مل کے آج

تم سنبھالو جا کے اندرجیت کو
یگیہ اسکا دیکھنا پورا نہ ہو

لچھمن نے پاؤں رگھبر کے چھوئے
آپ کی کرپا و یا بندھی چاہیے

آج اسکو مار کر گر میں نہ آؤں
تو نہ ہرگز آپ کا سیوک کہاؤں

آپ دیکھینگے کہ وہ بچنے نہ پائے
گر کریں آ آ کے سو شنکر سہائے

پہنچے جو دھاوا دیکھا ہے بیٹھا ہوا
آہتی اگنی میں خوں کی دے رہا

پھونکتا ہے منتر پڑھ پڑھ کر کبھی
اور جھکاتا دھیان اپنے سر کبھی

ایکبار آنکھیں جو نیچے اس نے کیں
پیٹھ پر انگد نے دو لاتیں جڑیں

پاس سے ہنومت نے کھینچے ناک کان
چھوڑوا سے بگلا بھگت جی اپنا دھیان

ہوگیا کرنا حکم راون کا نہیں
مار دیتے تم کو ہر وہ آ کر کہیں

بندروں کیسے ہیں تیرے سب کچھ رہا
پر نہ ہو یک بھنگ یعنی چھپ رہا

شیر دو لے کھینچے اب تیجے سے لال
راستے کی سا اگر کی سب یا ہی ال

لگیہ جب یوں بھنگ سارا ہو چکا
جھکے وہ ترسول تا تھے نہیں اٹھا

مارا وہ دونوں کے ایسا زور سے
انگد اور ہنومنت دونوں گر پڑے

اب ہوئی لچھمن جی کے ساتھ جنگ
تیر باراں میں تھا ان میں نہ تنگ

دونوں وہ جودھا تھے اور دونوں تھے بیر
ان پر اندر جیت کے چلتے تھے تیر

بہ گیا وہ اور وہ آیا یہ ادھر
سنسناتے مثل صرصر تھے خطر

تیر تھے وہ ایک مار زہر دار
ان کے کاٹے کا نہ منتر زہر مار

راکشس پہلو بچاتا گو رہا
پر نہ لچھمن سے وہ ہرگز بچ سکا

کھایا دلیر ایک تیر جانگداز
اور گیا جان سے نکل جانے کا ساز

مرتے دم رگھبیر اور لچھمن کا نام
لب سے جپتے ہو گیا آخر تمام

دھن دھن انگد ہنومنت نے کہا
اور اس کو اپنے کندھے پر اٹھا

رکھ گئے دروازے پہ لنکا کے دلپ
رام جی کے پاس آئے شادماں

کارنامہ لچھمن کا جب سنا
رام جی کا دل نہایت خوش ہوا

بولے لچھمن یہ تمہارا ہی تھا کام
اور سے ہرگز نہ ہوتا انصرام

سیگھناد اور کنبھ کرن جودھا بڑے
دست و بازو تھے وہ دونوں راون کے تھے

اب وہ کیا لے دست و بازو کر سکا
کام لشکر بھی بہت سا آ چکا

حق تو اب اپنا ہی ہے فتح و ظفر
اور تم لچھمن ہو اس کے راہبر

بولے یہ سب سن کے کیا شک اس میں ہے
جے سری رگھبیر سوامی کی ہو جے

راون کا مارا جانا

یاں تو جے جے کار کے نعرے ہوئے — راکشس لنکا میں راون سے ہوئے
کچھ زیادہ نصف سے لشکر کا کام — ہو چکا تھا رام کے ہاتھوں تمام
نشچروں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا — بھائی یا بیٹا نہ جس کا مر چکا
بھائی اور بیٹوں کا تھا راون کو غم — اس پہ اندرجیت کا تھا تازہ الم
پر نہ اپنی ہٹ سے وہ ہرگز ہٹا — بولا جو دکھ سے دل کر کے کڑا
میں کروں گا صبح خود جنگ عظیم — حال رہا ہمدا خود بناؤں گا مستقیم
بھاگنا ہے جسکو وہ بھاگے ابھی — پشت دکھلانا نہ لیکن کل کبھی
جو پھرا پھرنے کا وہ پھل پائیگا — میرے ہی ہاتھوں سے مارا جائیگا

صبح دم لنکا سے لشکر یوں چلا — جیسے دریا ہو کوئی اٹھا ہوا
رتھ پیادے گھوڑے ہاتھی کی وہ فوج — بحر زخار جبر کی گویا تھی موج
سب سے آگے تھیں رواں صفہائے فیل — جا رہیں یوں جیسے جائے رود نیل
جگمگاتی پھر رتھوں کی تھی قطار — ان رتھوں میں سورما بیٹھے ہزار
بے بہا تھیں ہی رتھوں کا بھی — چار سو دنیا میں جنکی دھاک تھی
پلٹنیں نکلیں صفیں باندھے ہوئے — باجے بجتے جھنڈے لہراتے ہوئے
دستہ دستہ پھر رسالوں کے سوار — کچھ حساب ان کا نہ کچھ حد و شمار
تھا یہ لشکر یا کہ بحر بے کنار — کچھ نظر آتا نہیں تھا وار پار

وردیاں یکساں نہ ذرہ بھر بھی فرق
اور پھر وہ وردیاں سب زرق برق
اسلحوں میں چشمک برق جہاں
بھر رہیں تیغ و تبر میں بجلیاں
خود چار آئینہ زرہوں کی چمک
دھوپ میں اپنی دکھاتی تھی دمک
یا ہر آکر یہ صفیں بس یوں جمیں
گو بالوہے کی ہیں دیواریں کھڑیں

سامنے رگھبیر کا لشکر ہوا
اس میں تھیار اور باجہ کچھ نہ تھا
ہاتھی گھوڑے رتھ نہ تھے کچھ بھی یہاں
تھا زرہ نے اسلحوں کا کچھ نشاں
ریچھ بندر تھے صفیں باندھے ہوئے
ہاتھ میں پتھر تھے انکے یا تنے
پا برہنہ رام لچھمن بے ہراس
تیر ترکش اور کماں دونوں کے پاس
دیکھکر بولا ببھیشن ایک بار
رام جی پیدل ہیں اور راون سوار
اسطرح سے جنگ ہے کب ہو سکی
کیجئے تدبیر کیا رگھبیر جی
رام نے ہنسکر جواب اسکو دیا
جیسے ہو فتح و ظفر وہ رتھ تو لا
اے ببھیشن رتھ بجے کا اور ہے
اسکا بتلاؤں تجھے یہ طور ہے

اس کے پہیئے شورتا اور بیرتا
صدق و استقلال جھنڈے خوشنما
اسپ گھوڑے عقل و ضبط و فیض و زور
عفو اور رحم و کرم کی باگ ڈور
اس کا رتھ بان ایشور کا ہے بھجن
رہنمائی میں جو ہے استاد فن
ہے قناعت تیغ اور بیراگ ڈھال
عقل برچھی بے نظیر و بے مثال
شانتی من کی ہے فولادی تبر
تیغہ و خنجر ہیں شم دم تیز تر
قلب صافی اسکا ترکش بے نظیر
یم نیم کے اس میں بے تعداد تیر
ہے کماں سخت اس کی بگیان
اور چلا وہ کہیں سب جسکو دھیان

سب دوئی پہنچے زرہ بکتر بنا | بھید جب اس کو نہیں معلوم ہو سکا
دھرم سے یہ رتھ یہاں ہے جسکے پاس | اس کو دشمن سے نہیں خوف و ہراس
اس نے ہی جیتا عدو سنسار کا | پھر یہ کہ اس رتھ میں جو لایا گیا

سُنکے یہ بولا بھبیشن واہ واہ | آپ کا کرم کی مجھ پہ ہے رگھوبر [illegible]
آپ نے اُپدیش وہ مجھ کو دیا | جس سے حق جانا گیا یہ بھلا
آدمی ہو جائے جس سے ہم روپ | [illegible]
یاں بھبیشن تھا یہ باتیں کر رہا | پتھروں کا سخت واں دھاوا ہوا
راکشس یوں شور و غل کرتے بڑھے | جسطرح برسات میں دریا چڑھے
تیر و نیزوں کا وہ مینہ برسا دیا | رام کی افواج کو گھبرا دیا
ان کی جانب ریچھ اور بندر جھکے | پتھروں کا مینہ برسانے لگے
یہ کبھی کرتے تھے دھاوے زور سے | اور کبھی نرتیر نہایت شور سے
یوں وہ ہیں جوں آ کے دو دریا ملیں | اور وہ محشر کا شور و غل کریں
غل تھا ہر جانب عدو آنے نہ پائیں | آگئے تو بچ کے پھر جانے نہ پائیں
رام کی دیتے دہائی یاں بزور | واں یہ راون کی دہائی کا تھا شور
پھر غبار اس طرح سے چھایا ہوا | تیرہ و تاریک جوں آیا ہوا
شور اور پھر یہ اندھیرا ساتھ ساتھ | ہاتھ کو بھی دیکھ سکتا تھا نہ ہاتھ

ہو گیا رحم و کرم سب برطرف | لگ گئے کشتوں کے پشتے ہر طرف
کشتہ و مجروح کٹ کٹ کر گرے | اور گرے جو پھر نہ ہرگز اٹھ سکے
زخمیوں کا ہر طرف شور و فغاں | الاماں و الاماں و الاماں

رام جی نے اب ہنومنت سے کہا
فتح کے حالات سیتا کو سناؤ
جانب لنکا چلے ہنومان جی
دیکھ کر یوں غنچۂ دل کھل گیا
دور سے ہنومان نے پرنام کی
پس کہا انما یوں ہنومنت تجھے
تو نے آکر شاد مجھ کو کر دیا
آج دیکھونگی منوہر مورتی
بولے ہنومنت آئینگے دشمن تھے
جس نے سیتا رام کی یوں ہو دیا

جاؤ تم لنکا میں یارا پاؤ تا
اور خبر تم اس کی لے کر جلد آؤ
منتظر تھی وہاں تھیں جانکی
تو کہی نقد تمنا مل گیا
فتح کر آئے ہو سب خبر ساری کہی
جو ہے بخشا اپنے نظارا تجھے
رنج سے آزاد مجھ کو کر دیا
جو مرے ہردے میں تھی بیچینی
دور کے تو نے مجھے کیا چاہیے
پھل جنم لینے کا اُسکو ہی ملا

کہہ کے یہ ہنومان جی رخصت ہوئے
سن کے ہنومنت سے کہ خوش ہیں جانکی
بولے سگریو اور بھبیشن اور سب
لے کے لشکر ساتھ تم با عز و شان
سب سیا کے پاس پہنچے جلد تر
اک جڑاو پالکی میں کر سوار
رام لشکر میں سواری آگئی
رام اور لچھمن پئے تعظیم اُٹھے
جوش الفت سے یہ چاہا رام نے
تا کہ اس کے سب پاپن کا یقین

پاس دوڑے دوڑتے آئے رام کے
رام جی کی کھل گئی دل کی کلی
جاموتنت انگد ہنومنت کے اب
جاؤ اور سیتا کو لے آؤ یہاں
اور جھکایا عبا کہ وہاں جتنے تھے سر
لائے جے جے کار کرتے کاردار
باغ میں باد بہاری آگئی
فوج کے سردار درشن کو جھکے
پریمیں لیں سیتا کو سب کے سامنے
آپکو جیسا تھا سبکو ہو وہیں

پہنچی مریادا دھرم کی یا نہ تھی
[illegible] آگ [illegible] تھی

دیکھ کر اس آگ کو روشن سیا
[illegible] ہوں [illegible] سیا

من کرم بانی سے داسی رام کی
[illegible]

تو ہوا ہے اگنی مجھے گنگا کی دھار
[illegible] بار بار

جونہی چھپایا آگ میں وہ جل گئی
[illegible] جا گئی

کچھ نہ پوچھو کیسا تھا حسن و جمال
[illegible] کو یا تھا کمال

دیکھتے تھے دیکھنے والے کھڑے
[illegible]

بعد مدت رام اور سیتا ملے
غنچے [illegible] خاطر کے کھلے

سانولے رام اور گوری جانکی
چھب جگل جوڑی کی کیا جائے کہی

بائیں جانب رام کے بیٹھی سیا
شور دھن دھن کا ہر اک جانب اٹھا

اسطرف تو شور یہ تھا ہو رہا
پھول برساتے ادھر تھے دیوتا

ہر طرف نعرے تھے جے جے کار کے
فتح کے [illegible]

دھرم پاکر مرگ راون سے نجات
کر رہا اظہار تھا اپنی صفات

جا بجا چرچا تھا سیتا رام کا
[illegible] کا باہم مشورہ

قید خانوں ہی سے جوں قیدی چھٹے
کام یوں ہی دھرم[51] سمبندھی چھٹے

پتر آئے اور آئے سب رشی
سدھ آئے اور منی جوگی جتی

آئے سارے دیوتا نذریں لئے
اور یوں رام استتی کرنے لگے

جے سدا جے آپ کی رگھبیر جی
آپ ہی کرتے ہیں رکشا دھرم کی

پھیلتا ہے آن کر جب پاپ دھرم
اور ہوتا ہے [illegible] مفقود دھرم

---

۵۱ دھرم کے متعلق

ناش دشٹوں کا کرانے کے لیے | سجنوں کے تارنے کے واسطے
آپ ہیں اوتار لیتے بار بار | تا اتاریں پرتھوی کے سر کا بھار[ل]
تھا یہ راون راکشس ایسا قوی | جیت لی تھی اس نے ساری پرتھوی
کر دئیے تھے دھرم کے سب کام بند | دھرم ہے ان نیچروں کو کب پسند
قتل اس کا آپ کا ہی کام تھا | اور کوئی زبر ایسے کب کر سکا
آپ نے اب راہ کھولی کرم کی | دھیان کی اور گیان کی اور دھرم کی
گن نام آپ کے پڑھ پڑھ کے سب | دھرم کے رستے چلینگے رام اب
پار بھو ساگر سے ہونگے بے خطر | نام کی کشتی میں رگھبر بیٹھ کر
آپ کا یہ پیارا پیارا رام نام | ناؤ کا دیگا ہمیشہ سب کو کام

رام جی نے اندر کو ایسا کیا | اس نے واں امرت کا مینہ برسا دیا
ریچھ بندر اس سے سارے جی اٹھے | لیک سب نیچر رہے مردہ پڑے
یہ نہیں ہے کچھ تعجب کا مقام | کیونکہ کر سکتی ہے مایا سارے کام
ہے برستا ابر رحمت تو وہی | لیک تاثیر زمیں اپنی رہی
ہوتا کھٹا بھی ہے میٹھا بھی انار | پھول بھی ہیں باغ میں اور ساتھ خار
ساتھ گنے کے ہے سرکنڈا اگا | نام کو بھی رس نہیں جس میں ذرا
پاس ہی گلزار کے ہے شورہ زار | کون اس مایا کا پائے وار پار
ریچھ اور بندر غرض سب جی اٹھے | منہ سے جے رگھبیر کی کہتے ہوئے

وہ گروہ دیوتا رخصت ہوا | تو ببھیشن نے یہ رگھبر سے کہا
چلیے لنکا میں خزانے ہیں بھرے | جمع جو راون نے برسوں میں کئے

لہ زمین کا بوجھ

رام اور احباب اُن سب سے ملے
مِل کے باہم شہر میں داخل ہوئے

درشنوں کے چاؤ میں خلقت بڑھی
آ رہی تھی جیسے ندّی ہو چڑھی

رام مایا سے ہوئے اپنی انیک
اور ملے یوں بھگت سے گویا ہر ایک

جیسا جس کے دل میں بھگتی بھاؤ تھا
رام تھے ویسے ہی اس کو رونما

اور یقیں دل میں یہ مجھ پر مہرباں
رام جیسے ہیں کسی پر ہیں کہاں

درشنوں کا چاؤ چودہ سال سے
دل میں جس جس کے تھا اُس سے یوں ملے

گویا جیسا اس کی خاطر میں ہے ذوق
اُس سے دُگنا آپ کے دل میں ہے شوق

ایک دم میں اسطرح سب سے ملے
اور پھر محلوں میں جا داخل ہوئے

رام پہنچے پہلے مندر کیکئی
وشسٹھ وت پرنام[1] اس کو جا کے کی

وہ لجائی کچھ گلے اپنے لگا
لیک سمجھانے کو رگھبر نے کہا

ماتا ہونی تھی یوں ہی جیسی ہوئی
تم نہ اس کا سوچ کچھ کرنا کبھی

آپ کے بر کا بہانہ ہو گیا
نشیچروں کا مارا جانا ہو گیا

ہو گئی ایذارسانی ہر طرف
اب یہاں ہے شادمانی ہر طرف

سادھو سجن اور رشی اور سب مُنی
دُکھ سے چھٹ کر ہیں رہتے اپنی خوشی

دیکھے یہ گیان آئے کوسلیا کے گھر
چشم نابینا میں جوں نور بصر

دیکھے اس نے رام لچھمن اور سیا
گویا اپنے جنم کا پھل پا لیا

تھی سمترا ابھی وہیں بیٹھی ہوئی
وہ گلے تینوں سے اُٹھ اُٹھ کر ملی

یوں گلے ملتے رہے سب بار بار
جوں نہ پائے کوئی سُکھ ساگر کا پار

یوں دلوں میں بھر رہی سب کے خوشی
بات تک کرنی بھی مشکل ہو گئی

دل میں یہ ہم سے ملے ہیں جیسے رام
سِدھ ہوں ایسے ہی سب لوگوں کے کام

[1] سجدہ، زمین بوس

رام راج ابھیشک

ختم چودہ سال از بس ہو چکے ہر جگہ باہم یہی تھے مشورے
رام راج ابھیشیک بھی ہو جائے آج کب سے ہے اٹکا ہوا یہ پنیہ[1] کاج
متفق اس پہ ہوئے سارے بشر اور وسشٹ اور سب امیر اور سب وزیر
دوڑے قاصد تا کہ ساگری کو لائیں لوگ دوڑے تا کہ سندر کو سجائیں
نیل نل انگد ببھیشن ہنومنت راجہ سگریو اور راجہ جاموونت
اور جو جو ساتھ آئے رام کے اور وہاں بیٹھے تھے مانش تن دھرے
پہلے اسنان ان کو کروایا گیا پھر بھرت کی رام نے کھولی جٹا
پھر نہائے رام لچھمن اور سیا ہر طرف وید دھنی کا شور اٹھا
آہوتی اگنی میں دے کر برہمن بولے [illegible] بچن
جامۂ شاہانہ پہنے بے نظیر بے بہا زیور نہایت دل پذیر
بیٹھے سنگھاسن پہ رگھبیر اور سیا پاس تینوں بھائی بیٹھے باصفا
پیچھے انگد اور ہنومنت تھے کھڑے ہاتھ میں اُن کے چنور ہلتے ہوئے
دائیں اور بائیں کھڑے سارے بشر وسشٹ راجہ اور امیر اور سب وزیر
جگمگاتا زر جواہر سے مکان جس پہ اِندر کے اکھاڑے کا گمان
کھاٹ بندی بن کے سارے دیوتا کر رہے تھے رام کی حمد و ثنا
ہر طرف تھا شور جے جے کار کا جے شری رگھبیر سوامی جے سیا
پیش نذریں کر رہے تھے برنا و پیر لے کے انعامات بٹتے تھے امیر

[1] کارِ خیر [2] ہوتی کا بدل [3] وید پڑھنے کی آواز [4] شانتی پاٹھ

شہر میں تھا شور منگل گان کا ۔ ہر طرف آنند ہر جا آ رہا
جنم کے دن جیسی زیبائش ہوئی ۔ اور جو شادی میں آرائش ہوئی
سو گنی آج اُن سے تھیں تیاریاں ۔ ہر طرف دل کی اُمنگ اُن سے عیاں
روز تھے جشن اور جلسے تازہ تر ۔ سیر ہوتی تھی نہیں جن کو دیکھ کر
یہ سماں ہفتوں مہینوں تک رہا ۔ اور راجہ رام اندر پور تھا
پھر سنو ہر مورتی من میں رکھے ۔ رام کے احباب گھر اپنے گئے
اور شری رگھبیر راجاؤں کے تاج ۔ کرنے بے کھٹکے لگے سب راج کاج

راجہ رام کا راج

مقصد دنیا میں رام اوتار کا ۔ ایک تو سب شتروؤں کا ناش تھا
دوسرا یہ تھا کہ کرم اور دھرم کی ۔ باندھیں مریادا کہ ایسے رہبری
چونکہ شتروناش سارے ہو چکے ۔ باندھنے اب رام مریادا لگے
راج نیتی آپ نے ایسی رکھی ۔ جس میں کل پرجا نہ پائے دکھ کبھی
ایک سب انصاف کی آنکھوں میں تھے ۔ رحم اور انصاف تھے باہم ملے
دھرم پر مبنی تھے سارے راج کاج ۔ اور نیتی پر تھا مبنی رام راج
کرتی پرجا برن آشرم ہو کے دھرم ۔ اور ہر یک بیچ چل کے کرتی اپنے کرم
کرم اور یوگ اور بھگتی اور گیان ۔ حسب خواہش رکھتا ہر اک انکا دھیان
الغرض رستہ تھا وہ ہر ایک کا ۔ جس میں دنیا اور عقبیٰ کا بھلا

جو چلائی راہ راجہ رام نے
راہ یہ وہ کیا ہے یہی الفت کی راہ
زن پسر مادر برادر اور پدر
دوستوں کے ساتھ ہو لطف و وفا
یہ سبق دیکھو تو راماین کا ہے
یاں نہ نے کی ہیں سب تلقینیں
باپ ماں کا اپنے بیٹوں سے پریم
شوہر و زن کی محبت بے نظیر
راجہ اور پرجا کا رشتہ پاک بھی
یہ ہیں راماین کے بیرونی سبق
مار ترشنا جو بُری ہیں نیتیاں
چھل کپٹ مایا کو دو دل سے تیاگ
یوں بدی کا میٹ دو نام و نشاں
آنکھ میں عالم ہو سارا رام روپ
جڑ ہو یا چیتن ہو رام آئے نظر
کچھ نہ ہو دنیا سے کوئی دل کو کام
مہر نے رگھبیر کی لی ہے شرن
اس لئے رہتا ہے ہر دم شاد کام

اب تلک ہے وہ ہمارے سامنے
گھر میں دُر یا تم ہیں سب کی ہو چاہ
ہوں تمہاری آنکھ میں جان و جگر
ہو نہ شاکی گر کریں دشمن جفا
سیکھو بھگتی بھاؤ گر چاہیں من کا ہے
چین سے شردھم چڑھ کر نہ ہرگز ہو سکیں
اور ان بیٹوں کا وہ خدمت کا نیم
بھائی اور بھائی کی الفت بے نظیر
وہ کہ جس کی نہ ہرگز ہو سکی
اندرونی اب الٹئے کچھ ورق
پالو سادھو جو بھلی ہیں برتیاں
اور کرو رگھبیر کے چرنوں میں راگ
رام روپ آئے نظر سارا جہاں
ست چت آنند اور جوتی سروپ
بس یہی نظارہ دکھلائے نظر
آسرے اپنے ہوں تو ہوں ایک رام
وہ ہیں اس کے واسطے نار تپن
دھیان دل میں اور لب پہ رام نام